کتاب الشفعہ

از

کتب مذہب حنفی

ہدایہ و در مختار و شرح وقایہ

حصہ دوم

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جج عدل ظلہ ممدود
الی الآباد باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفر لہ
الاحد فی یوم التناد

سنہ ۱۸۹۶ع

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی میں طبع ہوئی

الهداية فى الفقه لمولانا برهان الدين

بسم الله الرحمٰن الرحيم

كتاب الشفعة

(١) الشفعة مشتقة من الشفع وهو الضم سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع۔

(١) شفعہ شفع کی لفظ سے ماخوذ ہے جو ملانے کے معنے مین ہی چونکہ شفعہ کے اندر بھی فروخت شدہ جائداد شفیع کی جائداد مین ملجاتی ہے اسلیے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(٢) قال الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع ثم للخليط فى حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار والارض ينتظر له و

(٢) اولا شفعہ اوس شخص کا ثابت ہوتا ہی جو مبیع کے اندر شریک ہی بعد ازان اوس شخص کا شفعہ ثابت ہوتا ہے جس نے شریک سے اپنا حصہ علاحدہ کر لیا ہی مگر راستہ وغیرہ مین ہنوز شریک ہی اوسکے بعد جار کو شفعہ ثابت ہوتا ہی الغرض بالترتیب ان لوگون کو حق شفعہ ثابت ہوتا ہی۔ آن لوگون کے لیے شفعہ ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی شفعہ اُس شریک کا ہی جس نے اپنا حصہ علاحدہ نہین کیا اور فرمایا ہی مکان کا جار اوس مکان کا زیادہ تر مستحق ہی اور زمین کے فروخت کرنے مین انتظار کیا جائیگا اگرچہ شفیع

ان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار احق بسقبه قيل يا رسول الله ما سقبه قال شفعته ويروى الجار احق بشفعته۔

(٣) وقال الشافعي رح لا شفعة بالجوار لقوله عليه السلام الشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ولان حق الشفعة معدول به عن سنن القياس لما فيه من تملك المال على الغير من غير رضاه وقد ورد الشرع به فيما لم يقسم وهذا ليس في معناه لان مؤنة القسمة تلزمه في الاصل دون الفرع ولنا ما روينا ولان ملكه متصل بملك الدخيل اتصال تأبيد وقرار فيثبت له حق الشفعة عند وجود المعاوضة بالمال اعتبارا بمورد الشرع وهذا لان الاتصال على هذه الصفة انما انتصب سببا فيه لدفع ضرر الجوار اذ هو مادة المضار على ما عرف وقطع هذه المادة بتملك الاصيل اولى لان الضرر

وہاں موجود نہو جس صورت میں کہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔ اور نیز یہ فرمایا کہ جار اپنے سقب کی وجہ سے مستحق ہے کسی نے عرض کیا اوس کے سقب سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اوسکا شفعہ اور ایک روایت میں سقب کی جگہ شفعہ کا لفظ آیا ہے۔

(٣) امام شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ غیر منقسم چیزوں میں ہے اور حدود کے پڑجانے اور راستوں کے علاحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہیں ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا ثابت ہونا احاطۂ قیاس سے باہر ہے اسلئے کہ شفعہ میں دوسرے کے مال کا بغیر اوسکی رضامندی کے مالک ہو جانا ہے اور شارع نے صرف غیر منقسم جائداد میں اوسکا ثبوت بیان کیا ہے اور جار کو اس شریک پر قیاس نہیں کر سکتے اسواسطے کہ شرکت کی صورت میں شفعہ ثابت ہونے سے تقسیم کرنے کی دقت پیش آتی ہے اور جوار میں یہ دقت نہیں ہے حنفیہ کی ایک دلیل تو وہی حدیث ہے جو گذر چکی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جار کی ملک کو مبیع سے ایک لازمی اور ابدی اتصال ہے لہذا شریک پر قیاس کر کے اس جار کو اسبات کا حق ثابت ہوگا کہ جسقدر مال دوسرا شخص دیتا ہے اوسقدر مال دیکر بذریعۂ شفعہ کے اوس مبیع کو لیلے اسواسطے کہ اس قسم کا اتصال دفع ضرر جوار کے وجہ سے حق شفعہ کا سبب ہوا ہے اسلئے کہ ضرر جوار ہر قسم کے ضرر کا مادہ ہے اور یہ ضرر اسطرح دور ہو سکتا ہے کہ شفیع کو اس مبیع کا مالک بنا دیا جائے کیونکہ مالک بنانے میں اگرچہ مشتری کا ضرر ہے مگر شفیع کو اوسکے باپ دادا کی جگہ سے برگشتہ کرنے کا ضرر اوس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور تقسیم کرنے سے جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر ایسا ہے کہ خود شارع نے اوس کو

في حقه بازعاجه عن خطة آبائه اقوى وضرر القسمة مشروع لا يصلح علة لتحقيق ضرر غيره

مقرر کر دیا ہے لہذا وہ اس قابل نہین ہے کہ اوس سے بچنے کا لحاظ کرکے شفیع کو ضرر پہونچایا جاوے۔

(۴) واما الترتيب فلقوله عليه السلام الشريك احق من الخليط والخليط احق من الشفيع فالشريك في نفس المبيع والخليط في حقوق المبيع والشفيع هو الجار ولان الاتصال بالشركة في المبيع اقوى لانه في كل جزء وبعده الاتصال في الحقوق لانه شركة في مرافق الملك والترجيح يتحقق بقوة السبب ولان ضرر القسمة ان لم يصلح علةً صلح مرجحًا۔

(۴) اسباب کی دلیل کہ بعض شفعاء کو بعض پر تقدم ہی یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی شریک خلیط سے اور خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہی۔ اور شریک سے اس حدیث مین شریک فی المبیع اور خلیط سے شریک فی حق المبیع اور شفیع سے جار مراد ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ شرکت فی المبیع کے اندر سب سے زیادہ اتصال پایا جاتا ہی اوسکے بعد شرکت فی حقوق المبیع کے اندر اتصال پایا جاتا ہی کہ وہان ملک کے توابع مین شرکت ہوتی ہی اور جسقدر سبب قوی ہوتا ہی اوسیقدر ترجیح ہوتی ہی اور ایک بات یہ ہی کہ ضرر تقسیم اگرچہ شفعہ کی علت ہونے کی قابلیت نہین رکھتا مگر ترجیح کا سبب ہو سکتا ہی اور یہ ضرر شرکت کی صورت مین پایا جاتا ہی جوار مین نہین پایا جاتا۔

(۵) قال وليس للشريك في الطريق والشرب والجار شفعة مع الخليط في الرقبة لما ذكرنا انه مقدم۔

(۵) اگر ایک شخص صرف راستہ مین یا پانی کے حق مین شریک ہو تو شریک فی المبیع کی ہوتے ہوئے اوس کو شفعہ کا استحقاق نہوگا اس لیے کہ اوسکو تقدم ہے۔

(۶) قال فان سلم فالشفعة للشريك في الطريق فان سلم اخذها الجار لما بينا من الترتيب والمراد بهذا الجار الملاصق وهو الذي على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۶) اگر مکان کے شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو راستہ کے شریک کو حق شفعہ ہے اگر اوس نے بھی ترک کر دیا تو اسوقت مین جار ملاصق کو حق شفعہ ہی اور یہ وہ شخص ہے جس کا مکان فروخت شدہ مکان کی پشت پر ہے اور اوس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

(۷) وعن ابي يوسف ان مع وجود

(۷) ابو یوسف رحمتہ سے مروی ہی کہ شریک فی المبیع کے

الشريك في الرقبة لا شفعة لغيره
سلما او استوفى لانهم محجوبون
به۔

(۸) ووجه الظاهر ان السبب
قد تقرر في حق الكل الا ان للشريك
التقدم فاذا سلم كان لمن يليه
بمنزلة دين الصحة مع دين
المرض۔

(۹) والشريك في المبيع قد يكون
في بعض منها كما في منزل معين
من الدار او جدار معين منها وهو
مقدم على الجار في المنزل وكذا
على الجار في بقية الدار في اصح الروايتين
عن ابي يوسف رحمه الله لان اتصاله
اقوى والبقعة واحدة۔

(۱۰) ثم لا بد ان يكون الطريق او
الشرب خاصا حتى تستحق الشفعة
بالشركة فيه فالطريق الخاص ان لا
يكون نافذا والشرب الخاص
ان يكون نهرا لا تجري فيه السفن
وما تجري فيه فهو عام وهذا
عند ابي حنيفة ومحمد رحمه الله وعن
ابي يوسف رحمه الله ان الخاص ان يكون
نهرا يسقى منه قراحان او ثلثة

ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا شفعہ نہین
ہوتا خواہ وہ لیے یا نہ لے اسواسطے کہ اوسکے ہوتے ہوئے
اور لوگون کا حق نہین ہوتا۔

(۸) اسبات کی دلیل کہ بعض کے ترک کرنے سے بعض کو
حق ثابت ہو جاتا ہی یہ ہے کہ شفعہ کا سبب یعنے اتصال
سب کے اندر پایا جاتا ہی مگر شریک فی المبیع کو اورون پر حق تقدم کا
لہذا اگر یہ اپنے حق کو ترک کر دیگا تو اوسکے بعد دوسرے کو حق ثابت ہو جاویگا
جسطرح حالت صحت کے قرضخواہ اپنا حق ترک کر دین تو حالت مرض کے قرضخواہ اپنا لین

(۹) شریک فی المبیع کی ایک صورت یہ ہی کہ کل بیع مین شریک نہو
مگر بعض بیع مین شریک ہو مثلا ایک شخص
کی حویلی مین چند کمرے ہین اور اونمین سے صرف ایک کمرہ مین دوسرا
شخص شریک ہی یا صرف ایک دیوار مین شریک ہی یہ شریک
اوس کمرے کے جار پر اور نیز باقی حویلی کے جار پر ابو یوسف رح سے
اصح روایت کے موافق مقدم ہی اسواسطے کہ اوس شریک کا اتصال
قوی ہی اور وہ حویلی ایک مکان کے حکم مین ہے۔

(۱۰) اگر خود مبیع کے اندر شرکت نہین ہی تو طریق خاص اور
شرب خاص مین شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہی اور
اگر یہ دونون عام ہون تو ثابت نہین ہوتا اور طریق خاص سے
وہ راستہ مراد ہی جو بند راستہ ہو اور شرب خاص سے اسقدر چھوٹی
نہر مراد ہی جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر کشتی چل سکتی ہی تو وہ
شرب عام ہی مگر یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ہی اور
ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد
ہی جس سے صرف دو تین کھیت کی آبپاشی ہو سکتی ہو اور
اگر اس سے بڑی ہے تو وہ شرب عام مین داخل ہے

(١١) فان كانت سكة غير نافذة ينشعب منها سكة غير نافذة وهي مستطيلة فبيعت دار في السفلى فلاهلها الشفعة خاصة دون اهل العليا وان بيعت في العليا فلاهل السكتين والمعنى ما ذكرنا في كتاب ادب القاضي۔

(١١) اگر ایک کوچہ سربستہ سے دوسرا ایک دراز سربستہ کوچہ نکلا ہو اور پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف اوسی کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا پہلے کوچہ والون کو نہوگا اور اگر دوسرے کوچہ مین فروخت ہوا تو دونون کوچہ والون کو شفعہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کوچہ والون کو دوسرے کوچہ مین آمد و رفت کرنے کا حق ہے اور دوسرے کوچہ والون کو پہلے کوچہ مین آمد و رفت کرنے کا حق نہین ہے۔

(١٢) ولو كان نهر صغير ياخذ منه نهر اصغر منه فهو على قياس الطريق فيما بيناه۔

(١٢) اگر ایک چھوٹی نہر سے دوسری چھوٹی نہر نکلی ہو اور دوسری نہر پر ایک زمین فروخت ہو تو پہلی نہر والون کو حق شفعہ ہوگا اور اگر پہلی پر فروخت ہو تو دوسرے والون کو نہوگا۔

(١٣) قال ولا يكون الرجل بالجذوع على الحائط شفيع شركة ولكنه شفيع جار لان العلة هي الشركة في العقار وبوضع الجذوع لا يصير شريكا في الدار الا انه جار ملازق۔

(١٣) اگر ایک شخص کی کڑیان کسی کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین تو یہ شخص شریک نہ شمار کیا جائیگا بلکہ جار کی وجہ سے اوس کو استحقاق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ شفعہ کے اندر اوس شرکت کا اعتبار ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑیان رکھنے سے یہ شخص اوس مکان مین شریک نہین ہوجاتا البتہ وہ جار ملازق ہے۔

(١٤) قال والشريك في الخشبة تكون على حائط الدار جار لما بينا۔

(١٤) اگر ایک مکان کی دیوار پر کڑیان رکھی ہوئی ہین اور ایک شخص اون کڑیون مین شریک ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا کیونکہ عقار مین وہ شریک نہین ہے۔

(١٥) قال واذا اجتمع الشفعاء فالشفعة بينهم على عدد رؤسهم ولا يعتبر باختلاف الاملاك۔

(١٥) اگر ایک زمین مین بہت سے لوگ مختلف حصون کے شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی سب شریکون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا اور حصون کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔

(١٦) وقال الشافعي رحمه الله هي على مقادير الانصباء لان الشفعة من

(١٦) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جس شریک کا جسقدر حصہ ہوتا ہے کثرت شرکار کی صورت مین اوسیقدر اوسکو

من مرافق الملك الابرى انها
لتكميل منفعته فاشبه الربح
والغلة والولد والثمرة ولنا انهم
استووا فى سبب الاستحقاق وهو
الاتصال فيستوون فى الاستحقاق
الاترى انه لو انفرد واحد منهم
استحق كمال الشفعة وهذا اية
كمال السبب وكثرة الاتصال تؤذن
بكثرة العلة والترجيح يقع بقوة فى
الدليل لا بكثرته ولا قوة ههنا لظهور
الاخرى بمقابلته وتملك ملك
غيره لا يجعل ثمرة من ثمرات ملكه
بخلاف الثمرة واشباهها۔

(١٧) ولو اسقط بعضهم حقه فهى للباقين فى الكل على عددهم لان الانتقاص للمزاحمة مع كمال السبب فى حق كل منهم وقد انقطعت۔

(١٨) ولو كان البعض غُيّبًا يُقضى بها بين الحضور على عددهم لان الغائب لعله لا يطلب۔

(١٩) وان قضى لحاضر بالجميع ثم حضر اخر يقضى له بالنصف ولو حضر ثالث فبثلث ما فى يد كل احد تحقيقا للتسوية فلو سلم الحاضر بعد ما قضى له بالجميع لا يأخذ

استحقاق شفعہ ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے منافع میں ہے اور اوسکی وجہ سے ملکیت کی تکمیل ہو جاتی ہے لہذا اوسکو نفع اور آمدنی اور اولاد اور پھل کا حکم ہوگا کہ جسقدر جسکی ملک ہوتی ہے اوسیقدر ان چیزوں میں اوسکا استحقاق ہوتا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سب شرکا سبب استحقاق یعنے اتصال میں برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسواسطے کہ بالفرض ان میں سے اگر صرف ایک ہی شخص شریک ہوتا تو کل مبیع میں اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے اندر کامل طور پر شفعہ کا سبب پایا جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ بعض کا اتصال زیادتی حصہ کی وجہ سے زیادہ ہے پھر کیونکر برابر ہو سکتے ہیں تو اوسکا یہ جواب ہے کہ کثرت اتصال سے اگرچہ سبب شفعہ کے اندر ایک قسم کی کثرت پیدا ہو گئی مگر ترجیح کا سبب نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ترجیح کا سبب قوۃ علت ہوتی ہے اور یہاں قوت نہیں ہے

(١٧) اگر بعض شرکا نے اپنا حق شفعہ ترک کر دیا تو باقی شرکا کل برابر برابر حق لینگے اسواسطے کہ جس شریک نے ترک کیا ہے وہ ہر ایک شریک کا مزاحم تھا اور اوسکے وجہ سے ہر ایک کے حصے میں باوجودیکہ شفعہ کا سبب کامل طور پر پایا جاتا تھا کمی ہو رہی تھی اور اب وہ مزاحمت باقی نہیں رہی ہے۔

(١٨) اگر ایک شریک غیر حاضر ہو اور باقی حاضر ہیں تو ان باقی کو برابر برابر شفعہ کا حکم دیا جائیگا اور وہ غائب کالعدم سمجھا جائیگا اسواسطے کہ ممکن ہے وہ حاضر ہو کر شفعہ کا طالب نہو۔

(١٩) اگر قاضی نے اوس شریک کیلیے جو حاضر تھا کل شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازاں دوسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو نصف شفعہ کا حکم اوسکے لیے دیا جائیگا اور اگر تیسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو اول دونوں سے ثلث ثلث لیکر اسکو دلایا جائیگا تاکہ تینوں کو برابر حصہ ملجائے۔ اور اگر پہلے شریک نے قاضی سے کل شفعہ کا حکم حاصل کر کے پھر شفعہ کو ترک کر دیا تو یہ دوسرا شریک جو اب حاضر ہوا

جیسے کہ اولاد اور دودھ کی حالت اور اسکے مقابل دوسرے کی ملکیت موجود ہے اور دوسرے کی ملکیت کا مالک ہو جانا اپنی ملکیت کے منافع میں سے نہیں ہے بخلاف پھل وغیرہ کے کہ وہ اپنی ملکیت کے منافع میں سے ہیں۔

القادم الا النصف لان قضاء القاضي بالكل للحاضر قطع حق الغائب عن النصف بخلاف ما قبل القضاء

کل کو بذریعہ شفعہ کے نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ جب قاضی نے پہلے کو کل کا حکم دیدیا تو اُسکے حکم دینے سے ایک نصف میں دوسرے شریک کا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر قبل از حکم قاضی اُسنے ترک کردیا تو دوسرا کل کو لے سکتا ہے۔

(٣٠) قال والشفعة تجب بعقد البيع ومعناه بعده لا انه هو السبب لان سببها الاتصال على ما بيناه والوجه فيه ان الشفعة انما تجب اذا رغب البائع عن ملك الدار والبيع يعرفها ولهذا يكتفي بثبوت البيع في حقه حتى ياخذها الشفيع اذا اقر البائع بالبيع وان كان المشتري يكذبه۔

(٣٠) بیع کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر بیع ثبوت شفعہ کا سبب نہیں ہے اسواسطے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہے اور بیع کے بعد ثبوت شفعہ کی یہ وجہ ہے کہ شفعہ اصل میں اوسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائع کو اوس مبیع کی خواہش نہ باقی رہے اور بیع سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اب اوسکو مبیع کی طرف توجہ اور اوسکی خواہش باقی نہیں رہی لہذا اگر صرف بائع کی جانب سے بیع کا ثبوت ہوجائے تو شفعہ کے لیے کافی ہوجاتا ہے مثلاً اگر بائع بیع کا اقرار کرلے تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اگرچہ مشتری اوس بیع سے منکر ہو۔

(٣١) قال وتستقر بالاشهاد ولا بد من طلب المواثبة لانه حق ضعيف يبطل بالاعراض فلا بد من الاشهاد والطلب ليعلم بذلك رغبته فيه دون اعراضه عنه ولانه يحتاج الى اثبات طلبه عند القاضي ولا يمكنه الا بالاشهاد۔

(٣١) شفعہ کے لیے طلب مواثبت ضروری ہے اور طلب اشہاد سے اوسکو استحکام ہوجاتا ہے اگر طلب مواثبت نہ کیجائے یعنے فوراً شفعہ کے طلب نہ کرے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے جو اعراض کرنے کی وجہ سے باطل ہوجاتا ہے لہذا طلب کرنا اور اوسپر گواہ کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ شفیع کو شفعہ کی طرف سے اعراض نہیں ہے بلکہ اوس کے طرف رغبت ہے دوسرے یہ کہ شفیع کو قاضی کے روبرو اپنی طلب کے ثبوت کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور بغیر گواہ کیے ہوے وہ نہیں کرسکتا

(٣٢) قال وتملك بالاخذ اذا سلمها المشتري او حكم بها الحاكم لان الملك للمشتري قد تم فلا ينتقل الى الشفيع الا بالتراضي او قضاء القاضي كما في الرجوع في الهبة وتظهر فائدة هذا فيما اذا مات الشفيع بعد

(٣٢) شفیع مکان کا مالک اُسوقت ہوتا ہے کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے یا خود بائع وہ مکان شفیع کو دیدے اسواسطے کہ مشتری کو پوری طور پر ملکیت حاصل ہوچکی ہے لہذا جبتک قاضی حکم نہ دے یا اپنی رضامندی سے وہ انتقال ملکیت نہ کرے اُسوقت تک منتقل نہوگی جسطرح کوئی شخص ہبہ کو واپس کرنا چاہے تو بغیر رضامندی باہمی یا حکم قاضی کے واپس نہیں کرسکتا اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے

الطلبين او باع داره المستحق بها الشفعة اوبيعت دار بجنب الدار المشفوعة قبل حكم الحاكم او تسليم المخاصم لا تورث عنه فى الصورة الاولى ويبطل شفعته فى الثانية ولا يستحقها فى الثالثة لانعدام الملك له۔

ہنوز حکم نہین دیا اور نہ خود مدعی علیہ نے مشتری کو وہ مکان دیا تھا اور شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد کر چکا تھا کہ اس عرصہ مین وہ مر گیا یا جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا تھا وہ مکان اوسنے فروخت کر دیا یا مکان مشفوعہ کے جوار مین اس عرصہ کے اندر کوئی اور مکان فروخت ہوا تو پہلی صورت مین اوسکے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور دوسری صورت مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور تیسری صورت مین دوسرے مکان مین اوسکا شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اسوقت وہ پہلے مکان کا مالک نہین تھا۔

(۲۳) ثم قوله تجب بعقد البيع بيان انه لا يجب الا عند معاوضة المال بالمال على ما نبينه ان شاء الله تعالى والله سبحانه اعلم بالصواب۔

(۲۳) جس عقد مین بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال پایا جاوے اوس سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اگر یہ معنے نہ پائے جائین تو ثابت نہین ہوتا اور اس کا بیان انشاء اللہ تعالے آگے آئیگا واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

طلب شفعہ اور اوس مین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۴) قال واذا علم الشفيع بالبيع اشهد فى مجلسه ذلك على المطالبة اعلم ان الطلب على ثلثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها۔

(۲۴) طلب کی تین قسمین ہین جنہین سے ایک طلب مواثبت ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسیوقت اوسکو شفعہ طلب کرنا اور طلب پر گواہ کرنا چاہیے اگر اوسنے بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد شفعہ کو نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک حق ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اوس کے لیئے ہے جو فوراً اوس کی طلب کرے۔

(۲۵) ولو اخبر بكتاب والشفعة فى اوله اوفى وسطه فقرأ الكتاب

(۲۵) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور خط کے درمیان مین یا اوسکے شروع ہی مین بیع کا ذکر تھا

الى اخره بطلت شفعته وعلى هذا عامة المشائخ رح وهو رواية عن محمد وعنه ان له مجلس العلم و الروايتان في النوادر وبالثانية اخذ الكرخي لانه لما ثبت له خيار التملك لابد له من زمان التامل كما في المخيرة۔

مگر وہ خط کو اخیر تک پڑھ گیا اور شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا عامہ مشائخ رحمہ کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رحمہ سے بھی ایک روایت میں یہ آیا ہے مگر دوسری روایت میں یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو طلب شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اور یہ دونوں روایتیں نوادر میں مذکور ہیں کرخی نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اسواسطے کہ شرع کیطرف سے جبکہ اسکو مالک ہونیکا اختیار حاصل ہوا ہے تو اوسکے لیے اتنی مہلت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ فکر کر سکے جسطرح عورت کو طلاق کا اختیار دیا جاوے تو اخیر جلسہ تک وہ طلاق لے سکتی ہے۔

(٢٦) ولو قال بعد ما بلغه البيع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله او قال سبحان الله لاتبطل شفعته لان الاول حمد على الخلاص من جواره والثاني تعجب منه لقصد اضراره والثالث لافتتاح كلامه فلا يدل شئ منه على الاعراض۔

(۲۶) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر الحمد للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ زبان سے کہا تو شفعہ باطل نہ ہوگا اسلیے کہ ممکن ہے بائع کے دفع ہونے سے اوسنے خدا کا شکر کیا ہو اور بائع نے جو اسکی ضرر رسانی کا قصد کیا ہے اوس سے تعجب کر کے سبحان اللہ کہا ہو اور اپنی حسب عادت کلام شروع کرنے سے پہلے لاحول پڑھی ہو اور ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ شفیع کو شفعہ کرنے سے اعراض ہے۔

(٢٧) وكذا اذا قال من ابتاعها وبكم بيعت لانه يرغب فيها بثمن دون ثمن ويرغب عن مجاورة بعض دون بعض۔

(۲۷) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر خبر دینے والے سے کہا کس نے خریدا ہے یا کتنے کو فروخت ہوا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ایک ثمن سے خریدنا مقصود ہوتا ہے اور ایک ثمن سے مقصود نہیں ہوتا اسیطرح ایک کے جوار سے نفرت ہوتی ہے اور ایک کے جوار سے نہیں ہوتی

(٢٨) والمراد بقوله في الكتاب اشهد في مجلسه ذلك على المطالبة طلب المواثبة والاشهاد فيه ليس بلازم انما هو لنفي التجاحد والتقييد بالمجلس اشارة الى ما اختاره الكرخي رح۔

(۲۸) قدوری میں جو بیان کیا ہے کہ اوسی جلسہ میں شفیع کو طلب پر گواہ کرنا چاہیے اوس سے طلب مواثبت مقصود ہے مگر اوس میں گواہ کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس لیے مناسب ہوتا ہے کہ اگر مدعی علیہ اوسکے طلب کرنے سے منکر ہو تو شفیع قاضی کے روبرو گواہ پیش کرکے طلب کو ثابت کر سکے۔ اور جلسہ کی قید لگانے میں کرخی کے قول مختار کیطرف اشارہ ہے۔

(٢٩) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم

(۲۹) جس لفظ سے شفعہ کا طلب کرنا سمجھا جائے اوس سے

منه طلب الشفعة كما لو قال طلبت الشفعة او اطلبها او انا طالبها لان الاعتبار للمعنى۔

(۳۰) واذا بلغ الشفيع بيع الدار لم يجب عليه الاشهاد حتى يخبره رجلان او رجل وامرأتان او واحد عدل عند ابي حنيفة رح وقالا يجب عليه ان يشهد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صبيا كان او امرأة اذا كان الخبر حقا واصل الاختلاف في عزل الوكيل وقد ذكرناه بدلائله واخواته فيما تقدم وهذا الخلاف المخيرة اذا اخبرت عنده لانه ليس فيه الزام حكم بخلاف ما اذا اخبره المشتري لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصوم۔

(۳۱) والثاني طلب التقرير والاشهاد لانه محتاج اليه لاثباته عند القاضي على ما ذكرنا ولا يمكنه الاشهاد ظاهرا على طلب المواثبة لانه على فور العلم بالشراء فيحتاج بعد ذلك الى طلب الاشهاد والتقرير وبيانه ما قال في الكتاب ثم ينهض منه يعني من المجلس ويشهد

طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا اوسکا طالب ہون اسواسطے کہ حقیقت مین معنے کا اعتبار ہے۔

(۳۰) ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفیع کو طلب مواثبت کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین یا ایک پرہیزگار مرد بیع کا حال بیان کرے اور صاحبین رح کے نزدیک صرف ایک آدمی کے خبر دینے سے طلب مواثبت کرنا ضروری ہو جاتا ہے خواہ وہ حر ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ شفیع کے گمان مین وہ سچ کہتا ہے اور اصل یہ اختلاف وکیل کے معزول کرنے مین ہے اور اوسکا بیان مع دلائل اور نظائر کے ہم بیان کر چکے ہین اور اگر کوئی شخص ایک عورت سے بیان کرے کہ تیرے خاوند نے تجکو طلاق کا اختیار دیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک مخبر مین عدد یا عدالت شرط نہیں اسلیئے کہ اوسمین کسی حکم کا لازم کرنا نہین ہے اور اگر مشتری شفیع سے بیان کرے کہ مین نے فلان مکان خریدا ہے تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا لازم ہو جائیگا خواہ یہ کیسا ہی شخص ہو اسواسطے کہ وہ مدعی علیہ ہے اور مدعی علیہ مین عدالت کی ضرورت نہین ہے۔

(۳۱) طلب مواثبت کے بعد دوسری طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین اس طلب کی ضرورت اسواسطے پڑتی ہے کہ شفیع قاضی کے روبرو طلب کو ثابت کر سکے اسواسطے کہ طلب مواثبت چونکہ علم بیع کے ساتھ فوراً ہوا کرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسوقت شفیع کسی کو گواہ نہین کر سکتا لہذا اس طلب کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ طلب مواثبت کے بعد اوس جلسہ سے اوٹھکر مشتری کے پاس خواہ اوس مکان کے پاس خواہ بائع کے پاس جاکر بشرطیکہ مبیع ہنوز اوسکے قبضہ مین ہو

علی البائع ان کان المبیع فی یده معناه لم یسلم الی المشتری وعلی المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلک استقرت شفعته وهذا لان کل واحد منهما خصم فیه لان للاول الید وللثانی الملک

وکذا یصح الاشهاد عند المبیع لان الحق متعلق به فان سلم البائع المبیع لم یصح الاشهاد علیه لخروجه من ان یکون خصما اذ لا ید له ولا ملک فصار کالاجنبی وصورة هذا الطلب ان یقول ان فلانا اشتری هذه الدار وانا شفیعها وقد کنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا علی ذلک۔

وعن ابی یوسف انه یشترط تسمیة المبیع وتحدیده لان المطالبة لا تصح الا فی معلوم

(۳۳) والثالث طلب الخصومة والتملک وسنذکر کیفیته من بعد ان شاء الله تعالی۔

قال ولا تسقط الشفعة بتاخیر هذا الطلب عند ابی حنیفة رح

لوگونکو اپنے طلب پر گواہ کردے اس طلب سے شفعہ کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور ان تینون مین سے کسی کے پاس جانے کی اسواسطے ضرورت ہے کہ بائع اور مشتری تو گویا شفیع کے مدعی علیہ ہین اسواسطے کہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اور مبیع کے پاس جاکر اسواسطے گواہ کرسکتا ہے کہ حق اوسی کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔ اور اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہے تو بائع کے پاس گواہ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ اب اوسے کچھ واسطہ نہین رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا کیونکہ اب اوسکا نہ قبضہ ہے اور نہ اوسکی ملکیت ہے اور طلب اشہاد اسطور پر کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے یہ مکان خرید ا ہے اور مین آپہی شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات کے گواہ رہو۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اوس مبیع کا نام ونشان اور اوسکے حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اسواسطے کہ مجہول چیزین دعوے نہین ہوسکتا۔

(۳۳) طلب کی تیسری قسم کا نام طلب تملک ہے اور اوسکا طریقہ انشاء اللہ تعالی ہم عنقریب بیان کرینگے۔ مگر اوسکے احکام یہان بیان کیے جاتے ہین اگر طلب تملک مین تاخیر ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور محمد رح فرماتے ہین

وهو رواية عن ابي يوسف رح وقال محمد رح ان تركها شهرا بعد الاشهاد بطلت وهو قول زفر رح معناه اذا تركها من غير عذر۔

کہ طلب اشہاد کے بعد اگر ایک مہینہ تک طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور زفر رح کا قول بھی یہی ہے مگر اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے۔

(۳۳) وعن ابي يوسف انه اذا ترك المخاصمة في مجلس من مجالس القاضي تبطل شفعته لانه اذا مضى مجلس من مجالسه ولم يخاصم فيه اختيارا دل ذلك على اعراضه وتسليمه۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے اگر شفیع نے قاضی کی ایک کچہری میں بھی اپنی چارہ جوئی نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ باوجود اختیار حاصل ہونے کے جب قاضی کی ایک کچہری میں اوسنے اپنی چارہ جوئی نہ کی تو ثابت ہوگیا کہ اوسکو شفعہ کی طرف سے اعراض ہے اور اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا۔

(۳۴) وجه قول محمد انه لو لم يسقط بتاخير الخصومة منه ابدا يتضرر به المشتري لانه لا يمكنه التصرف حذار نقضه من جهة الشفيع فقدرناه بشهر لانه اجل وما دونه عاجل على ما مر في الايمان ووجه قول ابي حنيفة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ان الحق متى ثبت واستقر لا يسقط الا باسقاطه وهو التصريح بلسانه كما في سائر الحقوق وما ذكر من الضرر يشكل بما اذا كان غائبا ولا فرق في حق المشتري بين الحضر والسفر ولو علم انه لم يكن في البلد قاض لا تبطل شفعته بالتاخير بالاتفاق لانه لا يتمكن من الخصومة الا عند القاضي فكان عذرا۔

(۳۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر طلب تملک میں تاخیر کرنے سے کبھی اوسکا شفعہ باطل نہو تو اوسمیں مشتری کا نہایت ضرر ہے اسواسطے کہ شفیع کے خوف سے وہ اوس مکان میں کچھ تصرف نہیں کرسکتا لہذا ایک مہینہ اوسکی مہلت کے لیے مقرر کیا گیا کہ ایک مہینہ کی مدت کو تاخیر کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہیں اور ایک مہینہ سے کم کی مدت عجلت شمار کیجاتی ہے۔ اور ابو حنیفہ رح کے قول کی جو کہ ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول ہے یہ دلیل ہے کہ جب حق شفعہ ثابت اور مستحکم ہوگیا تو شفیع جب تک اوسکو اپنی زبان سے نہ ساقط کرے اوسوقت تک ساقط نہوگا جیسا کہ تمام حقوق کا حال ہے اور امام محمد رح نے جو تاخیر کے اندر ضرر بیان کیا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضرر تو اوسوقت بھی پیش آتا ہے کہ شفیع وہاں موجود نہو اور مشتری کے اعتبار سے حضر اور سفر دونوں برابر ہیں۔ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایسا قاضی نہیں ہے جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرے اسواسطے اسنے طلب تملک میں تاخیر کی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب تملک بغیر قاضی کے نہیں ہوسکتے لہذا وہ معذور ہے۔

۳۵، قال واذا تقدم الشفيع الى القاضى فادعى الشراء وطلب الشفعة سأل القاضى المدعى عليه فان اعترف بملكه الذى يشفع به والا كلفه باقامة البينة لان اليد ظاهر محتمل فلا تكفى لاثبات الاستحقاق۔

۳۵، جسوقت قاضی شفیع کے روبرو حاضر ہوکر اسبات کا دعوی کرے کہ مشتری نے یہ مکان خریدا ہے اور شفعہ طلب کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اگر اقرار کرے تو فبہا ورنہ شفیع سے گواہون کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ ظاہری قبضہ مین چونکہ عدم ملکیت کا احتمال ہے لہذا دوسرے پر حق ثابت کرنے کیلئے ناکافی ہے۔

۳۶، قال رض يسأل القاضى المدعى قبل ان يقبل على المدعى عليه عن موضع الدار وحدودها لانه ادعى حقا فيها فصار كما اذا ادعى رقبتها واذا بين ذلك يسأله عن سبب شفعته لاختلاف اسبابها فان قال انا شفيعها بدار لى تلاصقها الان تم دعواه على ما قاله الخصاف رح وذكر فى الفتاوى تحديد هذه الدار التى يشفع بها ايضا وقد بيناه فى الكتاب الموسوم بالتجنيس والمزيد۔

۳۶، مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونے سے قبل شفیع سے یہ بات دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ مکان کس محلہ مین ہے اور اُسکے حدود اربعہ کیا ہین اسلیئے کہ جب وہ اس مکان مین اپنے حق کا دعوی کرتا ہے تو گویا خود اوس مکان کا دعوی کرتا ہے اور جب شفیع یہ بیان کردے تو دریافت کرنا چاہیئے کہ تو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اگر اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ مین بذریعہ اپنے ایک مکان کے جو اس مکان سے ملا ہوا ہے شفیع ہون تو اب اسکا دعوی تمام ہوگیا چنانچہ خصاف رح نے بیان کیا ہے اور فتاوی مین بیان کیا ہے اس مکان کے حدود بھی بیان کرنے چاہیئن جسکے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب التجنیس و المزید مین اسکا بیان کر دیا ہے۔

۳۷، قال فان عجز عن البينة استحلف المشترى بالله ما يعلم انه مالك للذى ذكره مما يشفع به معناه بطلب الشفيع لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمه ثم هو استحلاف على ما فى يد غيره فيحلف على العلم فان نكل او قامت للشفيع بينة ثبت ملكه فى الدار التى

۳۷، اگر شفیع سے گواہون کا مطالبہ کیا گیا اور وہ گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ بخدا مجھکو اس امر کا علم نہین ہے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اُسکی ملک ہے۔ اسواسطے کہ شفیع نے اوسکے اوپر ایک ایسے امر کا دعوی کیا ہے کہ اگر وہ اقرار کرلے تو اوسکا دینا لازم ہو جائے مگر چونکہ دوسرے کے فعل پر حلف لیا جاتا ہے اسواسطے اوس سے اوسکے علم پر حلف لیا جائیگا اگر اس صورت مین مشتری نے

ليشفع بها وثبت الجوار فبعد ذلك سأله القاضي يعني المدعى عليه هل ابتاع ام لا فان انكر الابتياع قيل للشفيع اقم البينة لان الشفعة لا تجب الا بعد ثبوت البيع وثبوته بالحجة۔

حلف سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دیئے تو جس مکان کے ذریعہ وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس مکان میں ملکیت ثابت ہوگئی اور جوار بھی ثابت ہوگیا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے وہ مکان خرید اہی یا نہیں اگر اوسنے کہا میں نے نہیں خریدا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کر کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہی اسواسطے کہ شفعہ بعد ثبوت بیع کے ثابت ہوتا ہی اور اسکا ثبوت گواہوں سے ہوتا ہی۔

(٣٨) قال فان عجز عنها استحلف المشتري بالله ما ابتاع او بالله ما استحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا على الحاصل والاول على السبب وقد استوفينا الكلام فيه في الدعوى وذكرنا الاختلاف بتوفيق الله وانما يحلفه على البتات لانه استحلاف على فعل نفسه وعلى ما في يده اصالة وفي مثله يحلف على البتات۔

(٣٨) اگر قاضی نے شفیع سے اسبات کے گواہ مانگے کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہی اور وہ گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس سبب سے یہ شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس سبب سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہی کہ یہ حلف نتیجہ اور حاصل کے اوپر ہی اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہی اور بتوفیق الٰہی کتاب الدعوی میں ہم نے پورے طور پر اسکا بیان کر دیا ہی اور یہاں مشتری سے حلف قطعی اسواسطے لیا جاتا ہے کہ خود اوسکے فعل پر اور اوس چیز پر حلف ہے جو بالذات اوس کے قبضہ میں ہے اور ایسے وقت میں قطعی حلف لیا جاتا ہے۔

* * * * *

(٣٩) قال ويجوز المنازعة في الشفعة وان لم يحضر الشفيع الثمن الى مجلس القاضي فاذا قضى القاضي بالشفعة لزمه احضار الثمن وهذا ظاهر رواية الاصل۔

(٣٩) اگرچہ شفیع نے قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کیا ہو تاہم قاضی کے روبرو وہ شفعہ کے بارہ جوابی کرسکتا ہی مگر جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے اور یہ مبسوط کی ظاہر روایت ہے۔

(٤٠) وعن محمد انه لا يقضي حتى يحضر الشفيع الثمن وهو رواية الحسن عن ابي حنيفة رح لان الشفيع

(٤٠) محمد رح سے مروی ہے جبتک کہ شفیع قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کردے اوس وقت تک قاضی کو شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے اور حسن رح نے ابو حنیفہ رح سے بھی یہی روایت

عساہ یکون مفلسًا فیتوقف القضاء
علی حضارہ حتی لا یتوی مال
المشتری وجہ الظاہر انہ لاثمن لہ
علیہ قبل القضاء ولہذا لا یشترط
تسلیمہ فکذا لا یشترط احضارہ۔

کیا ہی اسواسطے کہ ممکن ہی شفیع ایک مفلس شخص ہو لہذا شفعہ کے
حکم دینے مین ثمن کے حاضر کرنے تک تاخیر کیجائیگی تاکہ مشتری کا
مال تلف نہو جائے اور ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ قبل از حکم
قاضی شفیع کے اوپر ثمن واجب نہین ہوتا و لہذا یہ بات لازم نہین کیگئی
کہ قبل از حکم قاضی شفیع مشتری کو ثمن ادا کردے اسیطرح اوسکا حاضر کرنا بھی لازم نہ کیا جائیگا

۲۱م واذا قضی لہ بالدار فللمشتری ان یحبسہا
حتی یستوفی الثمن وینفذ القضاء عند
محمد ایضا لانہ فصل مجتہد فیہ ووجب
علیہ الثمن فیحبس فیہ فلو اخر اداء
الثمن بعد ما قال لہ ادفع الثمن الیہ
لا تبطل شفعتہ لانہا تاکدت بالخصومۃ
عند القاضی۔

۲۱م، اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اوسکا اسبات کا
استحقاق ہی کہ جبتک شفیع سے ثمن کو وصول نہ کرلے اوسوقت تک
مکان اوسکو نہ دے اسواسطے کہ جب اوسکے اوپر ثمن واجب ہوگیا تو مشتری
ثمن ادا نہ کرنے تک مکان کو روک سکتا ہی۔ اور محمد رح کے نزدیک اگرچہ
شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہی مگر ثمن کے حاضر نہ کرنیکی
صورت مین اونکے نزدیک بھی قاضی کا حکم نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک
ظنی چیز ہی۔ اور اگر قاضی نے شفیع سے کہدیا کہ مشتری کو ثمن ادا کردے اور

۲۲م، قال وان احضر الشفیع
البائع والمبیع فی یدہ فلہ ان
یخاصمہ فی الشفعۃ لان الید لہ
وہی ید مستحقۃ ولا یسمع القاضی
البینۃ حتی یحضر المشتری فیفسخ البیع
بمشہد منہ ویقضی بالشفعۃ علی
البائع ویجعل العہدۃ علیہ لان الملک
للمشتری والید للبائع والقاضی
یقضی بہما للشفیع فلا بد من
حضورہما۔

۲۲م، اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین تھا کہ شفیع نے بائع کو قاضی کے
روبرو پیش کردیا تو شفیع اس بائع سے دعوی کرسکتا ہی اسواسطے کہ مبیع
بائع کے قبضہ مین ہی اور اوسکا قبضہ اصالۃً اور بالذات ہی مگر جبتک مشتری بھی حاضر
نہو جائیگا قاضی شفیع کے گواہون کی سماعت نہ کریگا جب وہ بھی حاضر ہو جائیگا
تو اوسکے سامنے بیع کو قاضی فسخ کردیگا اور بائع پر شفعہ کا حکم دیدیگا اور یہ
مشتری ثمن کو بائع سے وصول کریگا دونون کی حاضر ہونیکی اسلیے
ضرورت ہی کہ قبضہ اس صورت مین بائع کا ہی اور ملک مشتری کی ہی
اور قاضی دونون امر کا شفیع کے لیے حکم دیتا ہے لہذا دونون کا
موجود ہونا ضروری ہی۔

* * * * *

۲۳م، بخلاف ما اذا کانت الدار
قد قبضت حیث لا یعتبر حضور البائع
لانہ صار اجنبیا اذ لا یبقی لہ

۲۳م، اگر بائع نے مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا اب
قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہی اسواسطے
کہ اب نہ اوسکا قبضہ ہے نہ اوس کی ملک ہے بلکہ

[illegible]

يدٌ ولا ملكٌ۔

ایک اجنبی شخص ہے۔

۴۴، وقوله فيفسخ البيع بشهادة منه اشارة الى علة اخرى وهي ان البيع في حق المشتري اذا كان ينفسخ لا بد من حضوره ليقضى بالفسخ عليه ثم وجه هذا الفسخ المذكور ان ينفسخ في حق الاضافة لامتناع قبض المشتري بالاخذ بالشفعة وهو يوجب الفسخ الا انه يبقى اصل البيع لتعذر انفساخه لان الشفعة بناء عليه ولكنه تتحول الصفقة اليه ويصير كانه هو المشتري منه فلهذا يرجع بالعهدة على البائع۔

۴۴، جس جگہ بائع پر شفیع اپنا دعوی کرے تو مشتری کا بھی حاضر ہونا قاضی کے روبرو ضروری ہوتا ہے جس کی ایک وجہ اوپر بیان ہو چکی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مشتری کے حق میں اوس بیع کا فسخ کیا جاتا ہے تو اوسکا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اوس کے اوپر حکم دے اسلیے کہ غائب کے اوپر قاضی حکم نہیں دے سکتا مگر یہ بیع صرف مشتری کے اعتبار سے فسخ ہوتی ہے اسلیے کہ جب شفیع اوسکو بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہے تو اب مشتری کسیطرح اوسکو نہیں لے سکتا لہذا خواہ مخواہ اوسکے حق میں بیع کا فسخ کیا جائیگا مگر شفیع کے حق میں بیع بدستور قائم رہیگی اسلیے کہ اگر اوسکے حق میں بھی فسخ کر دیجاے تو بذریعہ شفعہ کے مکان کو نہیں لے سکتا اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہو جاتا ہے و لہذا مشتری کے لیے بائع ثمن کا ضامن ہوتا ہے۔

۴۵، بخلاف ما اذا قبضه المشتري فاخذه من يده حيث تكون العهدة عليه لانه تم ملكه بالقبض وفي الوجه الاول امتنع قبض المشتري وانه يوجب الفسخ وقد طولنا الكلام فيه في كفاية المنتهى بتوفيق الله تعالى۔

۴۵، اگر مشتری نے مکان پر قبضہ کر لیا ہو اور شفیع نے اوس کے پاس سے مکان کو لیا ہو تو اوسوقت میں ثمن کی ذمہ داری مشتری پر ہوگی اسلیے کہ قبضہ کرنے سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل ہو چکی تھی اور صورت مذکورہ بالا میں مشتری کا قبضہ نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے بیع کا فسخ لازم ہو جاتا ہے۔ کفایۃ المنتہی میں خوب بسط کے ساتھ ہم نے بتوفیق اللہ تبارک و تعالے اس کا بیان کر دیا ہے۔

۴۶، قال ومن اشترى دارا لغيره فهو الخصم للشفيع لانه هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه عليه۔

۴۶، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے مکان خریدا اور ہنوز اوسکے قبضہ میں ہے تو شفیع کو اوسی سے شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے اسواسطے کہ خریدنے والا اور عقد کرنے والا وہی ہے اور شفعہ بھی عقد کے احکام میں ہے لہذا اوسی سے شفعہ کا مطالبہ کیا جائیگا۔

۴۷، قال الا ان يسلمها الى الموكل

۴۷، اگر وکیل نے مکان خرید کر موکل کے قبضہ میں دیدیا

لانه لم یبق له ید ولا ملك فیکون الخصم هو الموکل وهذا لان الوکیل کالبائع من الموکل علی ما عرف فتسلیمه الیه کتسلیم البائع الی المشتری فتصیر الخصومة معه الا انه مع ذلك قائم مقام الموکل فیکتفی بحضوره فی الخصومة قبل التسلیم۔

(۸۷) وکذا اذا کان البائع وکیل الغائب فللشفیع ان یاخذها منه اذا کانت فی یده لانه عاقد وکذا اذا کان البائع وصیا لمیت فیما یجوز بیعه لما ذکرنا۔ ــ ہدایہ ۱۱۱ ج ۳

(۸۹) قال واذا قضی للشفیع بالدار ولم یکن رآها فله خیار الرویة وان وجد بها عیبا فله ان یردها وان کان المشتری شرط البراءة منه لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء الا یری انه مبادلة المال بالمال فیثبت فیه الخیاران کما فی الشراء ولا یسقط بشرط البراءة من المشتری ولا برؤیته لانه لیس بنائب عنه فلا یملك اسقاطه۔

تو شفیع کو اس صورت میں وکیل پر دعوی نکرنا چاہیے بلکہ موکل پر کرنا چاہیے اسواسطے کہ اب نہ وکیل کا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وکیل موکل کے حق میں بمنزلہ بائع کے ہوتا ہے لہذا وکیل کا مکان کو موکل کے قبضہ میں دینا ایسا ہے جسطرح بائع کا مکان کو مشتری کے قبضہ میں دینا اور جب مشتری کے قبضہ میں مکان آجاتا ہے تو شفیع کو بائع سے کچھ واسطہ نہیں رہتا لہذا یہاں بھی وکیل سے کچھ واسطہ نہ رہیگا مگر وکیل میں اور بائع میں اتنا فرق ہے کہ اگر ہنوز وکیل نے موکل کے قبضہ میں...

(۸۷) اگر بائع نے دوسری کیطرف سے ایک مکان فروخت کیا اور ہنوز وہ مکان اسکے قبضہ میں ہے تو شفیع اس سے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ بیع کرنے والا وہی ہے اسیطرح اگر ایک میت کے وصی نے میت کا کوئی مکان فروخت کیا بشرطیکہ وہ بیع جائز ہو اس لیے کہ بعض صور تو میں وصی کی بیع ناجائز ہوتی ہے اور ہنوز وہ مکان اسکے قبضہ میں ہے تو شفیع اس مکان کو وصی سے لے سکتا ہے اسلیے کہ بیع...

(۸۹) اگر شفیع کے لیے قاضی نے مکان کا حکم دیدیا اور شفیع نے اوس مکان کو دیکھا نہیں ہے تو شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری نے بائع سے اس شرط کو مان لیا ہو کہ اسکا ئین کچھ عیب نکلے تو میں بری الذمہ ہوں اسواسطے کہ بذریعہ شفعہ کے لینا خریدنے کے حکم میں داخل ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ مال بمال ہوتا ہے لہذا اوسمیں خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا جسطرح مشتری کو حاصل ہوتا ہے اور مشتری کے دیکھ لینے یا بائع کی اس شرط کو کہ عیب سے میں بری الذمہ ہوں مان لینے سے شفیع کا خیار رویت اور خیار عیب ساقط نہوگا اسلیے کہ مشتری اوسکا نائب نہیں ہے کہ شفیع کی طرف سے خیار رویت اور خیار عیب کو ساقط کرسکے پس شفیع کو اختیار رہیگا کہ اگر اسکا ئین کچھ عیب نکلے یا پہلے اوس مکان کو نہیں دیکھا تھا اب دیکھنے سے اوسکے پسند نہ آوے تو اسکو واپس کردے

فصل فی الاختلاف

ثمن کے اندر اختلاف واقع ہونے کا بیان

[illegible]

(٥٠) قال وان اختلف الشفيع
والمشتري في الثمن فالقول قول
المشتري لان الشفيع يدعي استحقاق
الدار عليه عند نقد الاقل وهو
ينكر والقول قول المنكر مع يمينه
ولا يتحالفان لان الشفيع ان كان
يدعي عليه استحقاق الدار
فالمشتري لا يدعي عليه شيئا
لتخيره بين الترك والاخذ ولا نص
ههنا فلا يتحالفان -

(٥١) قال ولو اقاما البينة فالبينة
للشفيع عند ابي حنيفة ومحمد رح
وقال ابو يوسف رحمه الله البينة
بينة المشتري لانها اكثر اثباتا
فصار كبينة البائع والوكيل و
المشتري من العدو ولهما انه
لا تنافي بينهما فيجعل كان الموجود
بيعان وللشفيع ان ياخذ بايهما
شاء وهذا بخلاف البائع مع المشتري
لانه لا يتوالى بينهما عقدان الا بانفساخ
الاول وههنا الفسخ لا يظهر في حق
الشفيع وهو التخريج لبينة الوكيل
لانه كالبائع والموكل كالمشتري
منه كيف وانها ممنوعة على ما
روي عن محمد رحمه الله واما المشتري

(٥٠) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو
مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ شفیع حقیقت میں اسبات کا
مدعی ہے کہ میں تھوڑا ثمن دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہوں اور مشتری اُس سے
انکار کرتا ہے اور منکر کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہوتا ہے اور دونوں سے
حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونوں جانب سے حلف لینے کا حکم شرع سے
اوسی صورت میں ثابت ہوا ہے کہ جانبین سے دعوی اور جانبین سے انکار
پایا جاوے اور یہاں اگرچہ شفیع مشتری کے اوپر اس امر کا مدعی ہے کہ ثمن
قلیل دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہوں مگر مشتری شفیع کے اوپر کچھ دعوی
نہیں کرتا اسواسطے کہ شفیع کو اختیار ہے خواہ مکان کو لے خواہ چھوڑ دے
لہذا شفیع سے حلف نہ لیا جائیگا -

(٥١) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور دونوں نے
گواہ پیش کر دئے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونگے
ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا میں مشتری کے
گواہوں کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایکطرح کی زیادتی ثابت
ہوتی ہے جسطرح بائع اور وکیل اور تاجر کے گواہ مقبول ہوتے ہیں [1]
ابو حنیفہ اور محمد رح کی اسبات پر کہ شفیع کے گواہ مقبول ہونگے
یہ دلیل ہے کہ دونوں کے گواہوں میں کچھ منافات نہیں ہے بلکہ یہ سمجھا
جائیگا کہ دونوں گواہ سچ کہتے ہیں اور گویا مشتری نے دو مرتبہ اُسکو
خریدا ہے لہذا شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس بیع کے اعتبار سے چاہے
اوسی کے اعتبار سے مکان کو لے لے بخلاف بائع اور مشتری کے کہ اون کے
مابین دو بیع نہیں ہو سکتی ہیں تاوقتیکہ پہلی بیع فسخ نہو اور یہاں پر شفیع کے
حق میں فسخ ظاہر نہیں ہو سکتا اور اسی سے وکیل کے گواہ مقبول ہونیکی وجہ
معلوم ہو سکتی ہے اسواسطے کہ وکیل بمنزلہ بائع کے اور موکل بمنزلہ
مشتری کے ہے علاوہ بریں یہ بات غیر مسلم ہے کہ وکیل کے گواہ مقبول
ہوتے ہیں چنانچہ محمد رح سے منقول ہے کہ اوس صورت میں موکل کے گواہ

من العدو وقلنا ذكر في السير الكبير ان البينة بينة المالك القديم فلنا ان نمنع وبعد التسليم نقول لا بيع الثاني هنالك الا بفسخ الاول اما هٰهنا بخلافه ولان بينة الشفيع ملزمة وبينة المشتري غير ملزمة والبينات للالزام۔

مقبول ہوتے ہیں۔ اور دار الحرب سے جو شخص غلام کو خرید کر لایا ہو اسکے نسبت ہم کہتے کہ کلام ہے کہ سیر کبیر میں بلکو یہ ہے کہ اصل مالک کے گواہ مقبول ہوتے ہیں لہذا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان مشتری کے گواہ مقبول ہوتے ہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تب بھی اسکا جواب یہ ہے کہ وہاں بھی دوسری بیع تا وقتیکہ پہلی بیع کا فسخ نہو نہیں ہو سکتی بخلاف صورت متنازعہ فیہا کے ان سب سے علاوہ یہ بات ہے کہ شفیع کے گواہوں سے ایک حق لازم ہو جاتا ہے بخلاف مشتری کے گواہوں کے لہذا شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اسلیے کہ گواہوں سے مقصود وہ او سکے اندر موجود ہے۔

٥٤٣ قال واذا ادعى المشتري ثمنا وادعى البائع اقل منه ولم يقبض الثمن اخذها الشفيع بما قاله البائع وكان ذلك حطا عن المشتري وهذا لان الامر ان كان على ما قال البائع فقد وجبت الشفعة به وان كان على ما قال المشتري فقد حط البائع بعض الثمن وهذا الحط يظهر في حق الشفيع على ما نبين ان شاء الله تعالى ولان التملك على البائع بايجابه فكان القول قوله في مقدار الثمن ما بقيت مطالبته فياخذ الشفيع بقوله۔

٥٤٣، اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ میں نے یہ مکان اس قدر قیمت کو خریدا ہے اور بائع نے اوس سے کم قیمت میں فروخت کرنے کا دعوی کیا تو شفیع اوس مکان کو بائع کے قول کے موافق قیمت ادا کر کے لے سکتا ہے اور بائع کا یہ کہنا گویا مشتری سے قیمت کا کم کر دینا سمجھا جائیگا۔ اسوجہ سے کہ اس صورت میں اگر بائع کا قول نفس الامر میں صحیح ہے تب تو ظاہر ہے کہ شفیع پر اوسیقدر ثمن کا دینا لازم ہے اور اگر مشتری کا قول صحیح ہے تو بائع نے یہ بات کہکر ثمن میں کمی کر دی اور یہ کمی شفیع کے حق میں بھی ظاہر ہو گی چنانچہ ان شاء اللہ تعالی ہم بیان کرینگے۔ علاوہ برین شفیع کو یہ حق بائع کے ثابت کرنے سے ثابت ہوا ہے اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اسکو کچھ حق نہیں تھا لہذا جبتک بائع کا مطالبہ باقی ہے اوسوقت تک ثمن کے مقدار میں اسکا قول مقبول ہوگا اور اوسیکے قول کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

٥٤٤ قال ولو ادعى البائع الاكثر يتحالفان ويترادان وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الاخر فياخذها الشفيع بذلك وان حلفا يفسخ القاضي البيع على ما عرف وياخذها الشفيع

٥٤٤، اگر مشتری کہتا ہے میں نے اس قیمت کو یہ مکان خریدا ہے اور بائع اس سے زیادہ قیمت کو فروخت کرنے کا مدعی ہے اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے تو دونوں سے حلف لیا جائیگا اور بیع فسخ کر دیجائیگی اور اگر ایک نے حلف سے انکار کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسیکے موافق شفیع پر ثمن کا دینا لازم ہوگا اور اگر

دونوں

بقول البائع لان فسخ البيع لا يوجب بطلان حق الشفيع۔

دونوں نے حلف کر لیا تو قاضی اوس بیع کو فسخ کر دے گا اور بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع اوس مکان کو لے لیگا اسلیے کہ بیع کے فسخ ہو جانے سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

(۵۵) قال وان كان قبض الثمن اخذ بما قال المشترى ان شاء ولم يلتفت الى قول البائع لانه لما استوفى الثمن انتهى حكم العقد وخرج هو من البين وصار كالاجنبى وبقى الاختلاف بين المشترى والشفيع وقد بيناه۔

(۵۵) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری سے اختلاف کیا تو شفیع کو مشتری کے قول کے موافق ثمن ادا کر کے مکان کو لینے کا اختیار ہوگا اور بائع کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب وہ ثمن وصول کر چکا بیع تمام ہوگئی اور اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا اور مشتری اور شفیع کے مابین اب اختلاف رہ گیا جس کا حکم ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۵۶) ولو كان نقد الثمن غير ظاهر فقال البائع بعت الدار بالف وقبضت الثمن ياخذها الشفيع بالف لانه لما بدأ بالاقرار بالبيع تعلقت الشفعة به فبقوله بعد ذلك قبضت الثمن يريد اسقاط حق الشفيع فيرد عليه ولو قال قبضت الثمن وهو الف لم يلتفت الى قوله لان بالاول وهو الاقرار بقبض الثمن خرج من البين وسقط اعتبار قوله فى مقدار الثمن۔

(۵۶) اگر معلوم نہیں تھا کہ بائع نے ثمن کو وصول پالیا یا نہیں مگر اوس کے اور مشتری کے مابین اختلاف ہے اور وہ کہتا ہے کہ مین نے ہزار روپیہ کو مکان فروخت کیا ہے اور مین ثمن وصول کر چکا ہون تو شفیع کو ہزار روپیہ زر ثمن دینا پڑینگے اسلیے کہ جس وقت اوس نے اولا اپنی زبان سے فروخت کرنے کا لفظ کہا تو حق شفعہ اوسکے ساتھ متعلق ہوگیا اور اوسکے بعد یہ کہکر کہ مین ثمن کو وصول کر چکا ہون اپنے ذمہ سے حق شفعہ کا ساقط کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ بات کہی کہ ثمن مین وصول کر چکا اور ثمن ہزار روپیہ تھا تو اوسکے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب اوسنے اولا ثمن کے وصول کرنے کا اقرار کر لیا تو اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور مقدار ثمن مین اوسکا قول معتبر نہوگا۔

فصل فيما يوخذ به المشفوع

مکان مشفوعہ کے ثمن کا بیان

(۵۷) قال واذا حط البائع عن المشترى بعض الثمن يسقط ذلك عن الشفيع وان حط جميع الثمن

(۵۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو اوسیقدر شفیع کے حق مین بھی ثمن کم ہو جائیگا اور اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط

لم یسقط عن الشفیع لان حط البعض یلتحق باصل العقد فیظهر فی حق الشفیع لان الثمن ما بقی وکذا اذا حط بعد ما اخذها الشفیع بالثمن یحط عن الشفیع حتی یرجع علیه بذلک القدر۔

ہوگا اسلیئے کہ کم کرنے مین وہ کمی اصل بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع کے حق مین بھی وہ کمی ظاہر ہوگی اسلیئے کہ کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے وہی ثمن سمجھا جائیگا اور اگر شفیع نے اصل ثمن دیکر مکان کو لے لیا تھا بعد ازان بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کو کم کر دیا اوسوقت بھی شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر واپس

(۵۸) بخلاف حط الکل لانه لا یلتحق باصل العقد بحال وقد بیناه فی البیوع۔

(۵۸) اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو اصل بیع کے اندر ثمن نہین ساقط ہو سکتا اسلیئے کہ بغیر ثمن کے بیع نہین ہو سکتی کتاب البیوع مین ہم اسکو بیان کر چکے ہین۔

(۵۹) وان زاد المشتری للبائع لم تلزم الزیادة فی حق الشفیع لان فی اعتبار الزیادة ضررا بالشفیع لاستحقاقه الاخذ بما دونها بخلاف الحط لان فیه منفعة له۔

(۵۹) اگر مشتری نے بائع کے لیئے خرید نے کے بعد کچھ ثمن زیادہ کر دیا تو یہ زیادتی شفیع کے اوپر لازم نہوگی اسواسطے کہ اوس مین شفیع کا ضرر ہے بخلاف کمی کے کہ اوس کے اعتبار کرنے مین شفیع کا نفع ہے۔

(۶۰) ونظیر الزیادة اذا جدد العقد باکثر من الثمن الاول لم یلزم الشفیع حتی کان له ان یاخذها بالثمن الاول لما بینا کذا هذا۔

(۶۰) اگر مشتری نے مکان کو خرید کر پھر ثمن زیادہ کرکے از سر نو عقد جدید سے اوسکو خرید لیا تو شفیع کو یہ زیادتی لازم نہوگی بلکہ پہلا ثمن اوسکو دینا پڑے گا چنانچہ اسیکے مثل ہم بیان کر چکے ہین۔

(۶۱) قال ومن اشتری دارا بعرض اخذها الشفیع بقیمته لانه من ذوات القیم وان اشتراها بمکیل او موزون اخذها بمثله لانهما من ذوات الامثال وهذا لان الشرع اثبت للشفیع ولایة التملک علی المشتری بمثل ما تملکه فیراعی بالقدر الممکن کما فی الاتلاف والعددی المتقارب

(۶۱) اگر ایک شخص نے عروض مین سے (یعنے جو چیزین ذوات القیم ہین اور ناپ تول یا گنتی سے فروخت نہین ہوتی ہین) بعوض کسی چیز کے ایک مکان خریدا تو شفیع کو بعوض اوس مکان کے اوس چیز کے قیمت ادا کرنی پڑیگی اور اگر کسی ایسی چیز سے خریدا جو ناپ تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہے تو اوسکا مثل دینا پڑے گا اسلیئے کہ وہ ذوات الامثال مین سے ہے۔ اسلیئے کہ شارع نے شفیع کو اسبات کا اختیار ثابت کیا ہے کہ جس ثمن سے مشتری اوس مکان کا مالک ہوا ہے اوسی ثمن کے

من ذوات الامثال۔

(۶۲) وان باع عقارا بعقار اخذ الشفیع کل واحد منھما بقیمۃ الآخر لانہ بدلہ وھو من ذوات القیم فیاخذہ بقیمتہ۔

(۶۳) قال واذا باع بثمن مؤجل فللشفیع الخیار ان شاء اخذھا بثمن حال وان شاء صبر حتی ینقضی الاجل ثم یاخذھا ولیس لہ ان یاخذھا فی الحال بثمن مؤجل۔

(۶۴) وقال زفر لہ ذلک وھو قول الشافعی فی القدیم لان کونہ مؤجلا وصف فی الثمن کالزیافۃ والاخذ بالشفعۃ بہ فیاخذہ باصلہ ووصفہ کما فی الزیوف ولنا ان الاجل انما یثبت بالشرط ولا شرط فیما بین الشفیع والبائع او المبتاع ولیس الرضاء بہ فی حق المشتری رضاء بہ فی حق الشفیع لتفاوت الناس فی الملأۃ ولیس الاجل وصف الثمن لانہ حق المشتری ولو کان وصفا لہ لتبعہ فیکون حقا للبائع کالثمن وصار کما اذا اشتری شیئا بثمن مؤجل ثم ولاہ غیرہ لا یثبت الاجل الا بالذکر لذا ھذا۔

(۶۵) ثم ان اخذھا بثمن حال من

مثل سے وہ بھی مالک ہو جائے لہذا ستے الامکان اسکی مثلیت کا

(۶۲) اگر ایک مکان کو بعوض ایک مکان کے فروخت کیا تو ہر ایک مکان کا شفیع دوسرے مکان کی قیمت دیکر اپنے شفعہ کے مکان کو لے سکتا ہے اسلئے کہ ہر ایک مکان دوسرے مکان کا بدلہ ہے اور مکان ذوات القیم میں سے ہے لہذا اوسکی قیمت دینا پڑیگی۔

(۶۳) اگر ایک شخص نے قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا تو شفیع کو اختیار رہیگا کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے خواہ قرض کی مدت پوری ہونے کا منتظر رہے جب مدت پوری ہو جائے تو اُسوقت ثمن دیکر لے لے یہ اختیار نہو گا کہ اوسیوقت لیکر ثمن کو اوس مدت کے بعد ادا کرے۔

(۶۴) امام زفر رح صورت مذکورہ بالا میں فرماتے ہیں کہ اُسکو یہ اختیار رہیگا کہ مکان کو اوسی وقت لیکر قیمت مدت گذرنے کے بعد ادا کرے اور شافعی رح کا قول قدیم بھی یہی ہے اسواسطے کہ ثمن کا مؤجل ہونا بھی ثمن کا ایک وصف ہے جسطرح کھوٹا ہونا ایک وصف ہے اور شفعہ کے اندر شفیع پر وہی ثمن لازم ہوتا ہے جسکے ساتھ بیع قرار پائی ہے لہذا اس وصف کا شفیع کے اعتبار سے بھی لحاظ کیا جائیگا جسطرح کھوٹے روپیہ کی صورت میں کھوٹے روپیہ شفیع پر لازم ہوتے ہیں حنفیہ رح کی دلیل یہ ہے کہ ثمن کا قرض کرنا شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے اور شفیع اور بائع یا مشتری کے مابین یہ شرط نہیں ہوئی ہے اور بائع کا مشتری سے قرض دینے پر راضی ہونا شفیع کے حق میں راضی ہونا نہ سمجھا جائیگا اسلئے کہ لوگونکے مالدار ہونے میں اختلاف ہوتے ہیں اور قرض دینا ثمن کا کوئی وصف نہیں ہے اسلئے کہ وہ مشتری کا حق ہے اگر ثمن کا وصف ہوتا تو ثمن کیساتھ رہتا اسواسطے کہ جس چیز کا وصف ہوتا ہے اُس چیز کے ساتھ رہتا ہے اور ثمن بائع کا حق ہے تو لازم تھا کہ قرض بھی

(۶۵) اگر ایک شخص نے کسی کے ہاتھ قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا

البائع سقط الثمن عن المشتري لما بينا من قبل وان اخذها من المشتري رجع البائع على المشتري بثمن مؤجل كما كان لان الشرط الذي جرى بينهما لم يبطل باخذ الشفيع فبقي موجبه فصار كما اذا باعه بثمن حال وقد اشتراه مؤجلا وان اختار الانتظار له ذلك لان له ان لا يلتزم زيادة الضرر من حيث النقدية۔

اور شفیع نے اوسیوقت ثمن ادا کرکے وہ مکان لیلیا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوجائیگا اسلیے کہ مشتری کے حق میں وہ بیع فسخ ہوجائیگی اور شفیع مشتری کے قائم مقام ہوجائیگا اور اگر شفیع نے مشتری کے پاس سے وہ مکان لیا ہے تو بدستور سابق مشتری کے اوپر بائع کا ثمن قرض رہیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو شرط قرار پائی ہو شفیع کے لینے سے اوس میں کچھ تغیر نہیں ہوا لہذا اوسکا حکم برقرار رہیگا جسطرح کوئی شخص ثمن مؤجل کے ساتھ ایک چیز کو خریدے دوسرے کے ہاتھ نقد داموں سے فروخت کرڈالے تو بائع دوم کو بائع اول کے پیے نقد دام نہیں دینے پڑتے بلکہ اوسکا ثمن مؤجل بدستور سابق لازم ہوتا ہے۔ اور اگر صورت مذکورہ میں شفیع اوس مدت معین تک انتظار کرنا چاہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے اسلیے کہ نقد دام دینے میں زیادہ ضرر ہے اور اوسکو استحقاق ہے کہ اپنے اوپر گوارا نہ کرے۔

(٦٥) وقوله في الكتاب وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل مراده الصبر عن الاخذ اما الطلب عليه في الحال حتى لو سكت عنه بطلت شفعته عند ابي حنيفة ومحمد رح خلافا لقول ابي يوسف الآخر لان حق الشفعة انما يثبت بالبيع والاخذ يتراخى عن الطلب وهو متمكن من الاخذ في الحال بان يؤدي الثمن حالا فيشترط الطلب عند العلم بالبيع۔

(٦٥) قدوری میں جو بیان کیا ہے کہ مکان کسی قرض کے طور پر فروخت ہونے کی صورت میں شفیع کو مدت قرض تک انتظار کرنے کا اختیار ہوتا ہے اوس سے یہ مقصود ہے کہ مکان کے لینے میں وہ اس مدت تک صبر کرسکتا ہے طلب شفعہ میں انتظار کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ طلب شفعہ اسکو فی الحال کرنا چاہیے حتے کہ اگر طلب شفعہ سے اوس نے سکوت کیا تو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہوجائیگا مگر ابو یوسف رح کا قول اخیر اس کے خلاف ہے اور دونوں کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا ثبوت بیع کے سبب سے ہوتا ہے اور طلب کے بعد مکان کو لے سکتا ہے اور یہاں شفیع کو فے الحال ثمن دیکر اوسیوقت مکان کے لینے کا قابو ہوتا ہے لہذا اعلم بالبیع کے ساتھ طلب شفعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(٦٦) قال واذا اشترى ذمي بخمر او خنزير وشفيعها ذمي اخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا البيع مقضي بالصحة فيما بينهم

(٦٦) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے کوئی مکان فروخت کیا اور اوس مکان کا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہو تو اس شفیع کو مکان کے لینے میں شراب کی جگہ شراب اور خنزیر کی جگہ خنزیر کی قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ ذمیوں کے مابین یہ بیع صحیح ہوگی اور حق شفعہ میں ذمی اور مسلمان سب

وحق الشفعة يعم المسلم والذمی والخمر لهم كالخل لنا والخنزير كالشاة فيأخذ فی الاول بالمثل والثانی بالقيمة۔

(٦٨) قال وان كان شفيعها مسلما اخذها بقيمة الخمر والخنزير اما الخنزير فظاهر وكذا الخمر لامتناع التسليم والتسلم فی حق المسلم فالتحق بغير المثلی وان كان شفيعها مسلما وذميا اخذ المسلم نصفها بنصف قيمة الخمر والذمی نصفها بنصف مثل الخمر اعتبارا للبعض بالكل ولو اسلم الذمی اخذها بنصف قيمة الخمر لعجزه عن تمليك الخمر وبالاسلام يتاكد حقه لا ان يبطل فصار كما اذا اشتراها بكر من رطب فحضر الشفيع بعد انقطاعه يأخذها بقيمة الرطب كذا هذا۔

برابر ہیں اور انکے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ اور خنزیر ایسا ہے جیسے ہمارے نزدیک بکری لہذا شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت کا دینا لازم ہوگا۔

(٦٨) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے ایک مکان خرید لیا اور اسکا شفیع کوئی مسلمان شخص ہے تو اس شفیع پر شراب اور خنزیر کی قیمت لازم ہوگی خنزیر کی قیمت کا لازم ہونا تو ظاہر ہی ہے اسواسطے کہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور شراب کی قیمت اسواسطے دینا پڑیگی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا لین دین ممنوع ہے لہذا مسلمان کے حق میں شراب ذوات الامثال میں سے شمار کی جائیگی اسلئے اگر اس مکان میں دو شخص شفیع ہیں جنمیں سے ایک مسلمان اور ایک ذمی ہے تو مسلمان کو نصف مکان کے بدلہ میں شراب کی نصف قیمت اور ذمی کو نصف مکان کے بدلہ میں نصف شراب کے بدلہ شراب دینا پڑیگی الغرض جس امر کا کل میں لحاظ کیا جائیگا اسکے اجزاء میں بھی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شفیع ذمی مسلمان ہو گیا تو اسکو بھی شراب کی نصف قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ مسلمان ہو جانیکی وجہ سے وہ شراب نہیں دے سکتا ہے اور مسلمان ہو جانے سے اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بلکہ اسکا حق مستحکم ہو جائیگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بعوض پچاس من تازہ چھواروں کے ایک مکان خریدے اور جب انکی فصل جاتی رہی اور بازار میں انکا آنا بند ہو گیا تو شفیع حاضر ہو کر اپنے شفعہ کا دعویٰ کرے کہ اس شفیع کو چھواروں کی قیمت

فصل

(٦٩) قال واذا بنى المشتري او غرس ثم قضى للشفيع بالشفعة فهو بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء كلف المشتري قلعه۔

(٧٠) وعن ابی يوسف انه لا يكلف القلع ويخير بين ان يأخذ بالثمن

فصل

(٦٩) اگر مشتری نے زمین کے اندر کچھ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ مکان کو مع عمارت اور درختوں کے لے لے اور مکان کا ثمن اور عمارت و درختوں کی قیمت ادا کردے خواہ مشتری سے کہے کہ یہ عمارت اور درخت اوکھاڑ لے اور زمین کو خالی کر دے۔

(٧٠) ابو یوسف رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ بالا میں شفیع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے زمین کو خالی کرا کر لیلے بلکہ اسکو صرف یہ اختیار ہوگا

وقیمة البناء والغرس وبین ان یترك وبه قال الشافعی رح الا ان عنده له ان یقلع ویعطی قیمة البناء لابی یوسف انه محق فی البناء لانه بناه علی ان الدار ملکه والتکلیف بالقلع من احکام العدوان وصار کالموهوب له والمشتری شراءً فاسدًا وکما اذا زرع المشتری فانه لا یکلف القلع وهذا لان فی ایجاب الاخذ بالقیمة دفع اعلی الضررین بتحمل الادنی فیصار الیه ووجه ظاهر الروایة انه بنی فی محل تعلق به حق متاکد للغیر من غیر تسلیط من جهة من له الحق فینقض کالراهن اذا بنی فی المرهون وهذا لان حقه اقوی من حق المشتری لانه یتقدم علیه ولهذا ینقض بیعه وهبته وغیره من تصرفاته بخلاف الهبة والشراء الفاسد عند ابی حنیفة رح لانه حصل بتسلیط من جهة من له الحق ولان حق الاسترداد فیهما ضعیف ولهذا لا یبقی بعد البناء وهذا الحق یبقی فلا معنی لایجاب القیمة کما فی الاستحقاق والزرع یقلع قیاسًا

کہ زمین کو مع عمارت وغیرہ کے لیلے اور زمین کا ثمن اور عمارت وغیرہ کی قیمت مشتری کو ادا کردے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہو جاے اسواسطے کہ مشتری نے یہ عمارت بیجا نہین بنائی ہے بلکہ اُسکو بنانے کا حق تھا اسواسطے کہ وہ زمین اوسکی مملوک ہے اور اوسکو اوکھاڑنے کا حکم دینا ظلم ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک زمین ہبہ کردے اور موہوب لہ یعنے جسکو زمین ہبہ کی ہے اوس زمین مین کچھ عمارت بنالے تو ہبہ کرنیوالے کو واپسی کا حق نہین ہوتا کہ اوس زمین کو خالی کراکر واپس کرلے یا کوئی شخص بیع فاسد سے ایک زمین خرید کر اوسمین کچھ عمارت بنالے تو بائع کو اختیار نہین ہوتا کہ اوس زمین کو خالی کراکے واپس کرلے یا مشتری زمین کے اندر کھیت بو دے تو شفیع کو کھیتی کے کٹنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے اوسکو اوکھاڑ نہین سکتا - اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو اوکھاڑنے کا حکم دیا جاے تو مشتری کا ضرر بہت زیادہ ہے اور اگر شفیع قیمت ادا کرکے اوسکو لے لے تو چندان ضرر نہین ہے - اور ظاہر روایت یعنے شفیع کو زمین کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کا عمارت بنانا اوس زمین مین بیجا ہے اسواسطے کہ اوس زمین مین شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہے اور شفیع نے اوسکو عمارت بنانے کا اختیار نہین دیا ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہوگا جسطرح راہن زمین مرہونہ مین عمارت بنالے تو مالک کو عمارت کے گرانے کا استحقاق ہوتا ہے اور اوسکا منشا یہ ہے کہ شفیع کے حق کو مشتری کے حق پر ترجیح ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق اوسپر مقدم ہوتا ہے ولہذا مشتری کی بیع اور ہبہ وعلے ہذا القیاس تمام تصرفات باطل ہو جاتے ہین بخلاف ہبہ کے اور نیز ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع فاسد کے اندر تصرف کے باطل نہونیکی اور وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ہبہ اور بیع فاسد مین موہوب لہ اور مشتری کا یہ تصرف واہب اور بائع کے اختیار دینے سے ہوا ہے علاوہ برین ان دونون مین واپس لینے کا حق ضعیف ہے ولہذا تصرف کرنے کے بعد واپس لینے کا حق جاتا رہتا ہے اور شفعہ کا حق مشتری کے تصرف کرنے سے نہین جاتا اور جب ثابت ہوگیا کہ شفیع کو مشتری کے عمارت کے منہدم کرانے کا اختیار ہے تو پھر اوسپر قیمت کیونکر واجب ہو سکتی ہے

واما لا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر وليس فيه كثير ضرر وان اخذه بالقيمة يعتبر قيمته مقلوعا كما بيناه في الغصب۔

(۷۱) ولو اخذها الشفيع فبنى فيها اوغرس ثم استحقت رجع بالثمن لانه تبين انه اخذه بغير حق ولا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه وعن ابي يوسف انه يرجع لانه متملك عليه فنزل منزلة البائع والمشتري والفرق على ما هو المشهور ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط في حق الشفيع من المشتري لانه مجبور عليه۔

(۷۲) قال واذا انهدمت الدار او احترق بناؤها او جف شجر البستان بغير فعل احد فالشفيع بالخيار ان شاء اخذها بجميع الثمن لان البناء والغرس تابع حتى دخلا في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شيء من الثمن ما لم

جسطرح مشتری زمین میں کچھ عمارت بنالے بعد ازاں زمین میں کسی کا حق برآمد ہو تو اوس حقدار سے مشتری عمارت کی قیمت نہیں لے سکتا بلکہ بایع سے مطالبہ کرتا ہے باقی رہا کھیتی پر قیاس کرنا اوسکا جواب یہ ہے کہ قیاس کا یہی مقتضا ہے کہ شفیع کو اوسکے اوکھاڑنے کا اختیار دیا جائے مگر استحسان کے طور پر اوسکے کٹنے تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسواسطے کہ کھیتی کی مدت مقرر ہوتی ہے اور اوسکا کرایہ بھی مشتری کو دیا جاتا

(۷۱) اگر شفیع نے حق شفعہ میں ایک زمین کو لیکر اوسمیں کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے بعد ازاں اوس زمین میں کسی کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع ثمن کو واپس کرلیگا اسلیے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زمین ناحق لی تھی اور اوس عمارت یا درختوں کی قیمت کا کسی سے مطالبہ نکریگا اگر بایع سے زمین کو لیا تھا تو بایع سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے اسواسطے کہ شفیع نے جس شخص سے مکان کو لیا ہے وہ بمنزلہ بایع کے ہے اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہے اور روایت مشہورہ کے مطابق دونوں میں یہ فرق ہے کہ مشتری کو بایع کی طرف سے فریب کا احتمال اور تسلط حاصل ہوتا ہے اور شفیع کو مشتری یا بایع کی طرف سے تسلط یا فریب نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ جبرا مالک بنجاتا ہے لہذا عمارت وغیرہ کی قیمت کا مشتری مطالبہ کرسکتا ہے اور شفیع نہیں کرسکتا۔

(۷۲) اگر ایک شخص نے کوئی مکان یا باغ خریدا اور خود بخود مکان کی عمارت منہدم ہوگئی یا اوسمیں آگ لگ گئی اور باغ کے درخت خشک ہوگئے تو شفیع کو اختیار ہے کہ اپنے شفعہ سے یا تو دست بردار ہوجائے اسلیے کہ شفیع لینے میں مجبور نہیں ہوسکتا یا کل ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے اسواسطے کہ عمارت اور درخت زمین کے تابع ہوتے ہیں اسی لیے بغیر ذکر اپنے عمارت اور درخت زمین کی بیع میں داخل ہوجاتی ہیں لہذا جبتک وہ مقصود بالذات چیز نہوں اوسوقت تک ثمن کا کوئی حصہ اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا اسواسطے

يصير مقصودا ولهذا يبيعها مرابحة بكل الثمن في هذه الصورة بخلاف ما اذا اغرق نصف الارض حيث يأخذ الباقي بحصته لان الفائت بعض الاصل قال وان شاء ترك لان له ان يمتنع عن تملك الدار بماله.

اس صورت میں مشتری اس زمین کو نفع ٹھیرا کر دوسرے کے ہاتھ عمارت وغیرہ کے بغیر ذکر کیے شرعًا فروخت کرسکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اس زمین کا ایک حصہ دریا بر د ہو جائے کہ شفیع باقی زمین کو اوسکے قدر ثمن ادا کر کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہاں اصل بیع کا ایک حصہ فوت ہو گیا ہے

* * * * *

* * * * *

(۷۳) قال وان نقض المشتري البناء قيل للشفيع ان شئت فخذ العرصة بحصتها وان شئت فدع لانه صار مقصودا بالاتلاف فيقابله شيء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك بآفة سماوية وليس للشفيع ان يأخذ النقض لانه صار مفصولا فلم يبق تبعا.

(۷۳) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا تمکو منظور ہو تو اس اراضی کے قدر ثمن دیکر اراضی کو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جا اس لیے کہ منہدم کرنے سے عمارت مقصود بالذات چیز ہو گئی لہذا ثمن اوسپر تقسیم کیا جائے گا بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے اور اُس عمارت کی اینٹ پتھر وغیرہ شفیع نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ اونکو زمین سے کچھ علاقہ نہیں رہا بلکہ وہ جداگانہ چیز ہو گئی۔

(۷۴) قال ومن ابتاع ارضا وعلى نخلها ثمر اخذها الشفيع بثمرها ومعناه اذا ذكر الثمر في البيع لانه لا يدخل من غير ذكر وهذا الذي ذكره استحسان وفي القياس لا يأخذه لانه ليس بتبع الا يرى انه لا يدخل في البيع من غير ذكر فاشبه المتاع في الدار وجه الاستحسان انه باعتبار الاتصال صار تبعا للعقار كالبناء في الدار

(۷۴) اگر ایک شخص نے ایک باغ مع پھل کے خریدا یعنے بیع کے اندر پھل بھی ٹھیرالیا جو درختوں کے اوپر ہے اسواسطے کہ باغ کی بیع مین بغیر ٹھیرائے پھل نہیں داخل ہوتا تو شفیع کو یہ باغ مع پھل کے ملجائیگا مگر یہ حکم استحسان کے طور پر ہے اسواسطے کہ از روی قیاس شفیع کو یہ پھل نہیں ملنا چاہیے کیونکہ وہ توابع مین سے نہیں ہے اسیواسطے بغیر ٹھیرائے زمین کے بیع مین درختوں کا پھل داخل نہیں ہوتا اور اوسکو اسباب کا حکم ہے۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہین جس طرح عمارت اور وہ چیزین جو عمارت کے اندر نصب ہین زمین کے تابع سمجھی جاتی ہین لہذا

وما كان مركبا فيه فياخذه الشفيع۔

شفیع کے پھل کے لینے کا حکم دیا گیا

* * * * *

(۷۵) قال وكذلك ان ابتاعها وليس في النخيل ثمر فاثمر في يد المشتري يعني ياخذه الشفيع لانه مبيع تبعا لان البيع سرى اليه على ما عرف في ولد المبيعة۔

(۷۵) اگر ایک زمین خریدی اور اوسکے درختون پر خریدتے وقت پھل نہین تھا مگر مشتری کے پاس اگر درختون پر پھل آگیا تو شفیع کو زمین کے ساتھ وہ پھل بھی ملجائیگا اسواسطے کہ بالتبع پھل بھی مبیع کے اندر شامل ہے اور بیع کا اثر اوسکے اندر بھی پہونچ گیا ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حاملہ لونڈی کو خریدے اور مشتری کے پاس آکر اوسکے بچہ پیدا ہو تو وہ مشتری کی ملک ہوگا

(۷۶) قال فان جذه المشتري ثم جاء الشفيع لا ياخذ الثمر في الفصلين جميعا لانه لم يبق تبعا للعقار وقت الاخذ حيث صار مفصولا عنه فلا ياخذه۔

(۷۶) اگر مشتری نے زمین کو خرید کر اوسکے درختون کا پھل توڑ لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو وہ پھل کو نہین لے سکتا خواہ خریدتے وقت درختون پر پھل موجود ہو خواہ مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آیا ہو اسواسطے کہ اب وہ پھل زمین کا تابع نہین رہا بلکہ جداگانہ ایک چیز ہوگیا لہذا اوسکو نہین لے سکتا ہے۔

(۷۷) قال في الكتاب فان جذه المشتري سقط عن الشفيع حصته قال رضي الله عنه وهذا جواب الفصل الاول لانه دخل في البيع مقصودا فيقابله شيء من الثمن اما في الفصل الثاني ياخذ ما سوى الثمر بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يكون مبيعا الا تبعا فلا يقابله شيء من الثمن والله اعلم۔

(۷۷) قدوری مین بیان کیا ہے اگر مشتری نے پھل کو توڑ لیا تو پھل کی قدر شفیع کے ذمہ سے ثمن مین کمی کردیجائیگی مصنف رح کا قول ہے کہ یہ اوس صورت مین ہے جبکہ خریدتے وقت درختون پر پھل موجود ہو اسواسطے کہ اوسوقت مین پھل بیع کے اندر مقصود بالذات ہوگا اور ثمن اوسکے اوپر تقسیم ہوجائیگا اور اگر پھل اوسوقت درختون پر نہین تھا بلکہ مشتری کے پاس آکر پھل آیا تو وہ بیع کے اندر بالذات داخل نہوگا بلکہ بالتبع داخل ہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوس کے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس بات کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۷۸) قال الشفعة واجبة في العقار وان كان مما لا يقسم

(۷۹) وقال الشافعي رح لا شفعة فيما لا يقسم لان الشفعة انما وجبت دفعا لمؤنة القسمة وهذا لا يتحقق فيما لا يقسم ولنا قوله عليه السلام الشفعة في كل شيء عقار او ربع الى غير ذلك من العمومات ولان الشفعة سببها الاتصال في الملك والحكمة دفع ضرر سوء الجوار على ما مر وانه ينتظم القسمين ما يقسم وما لا يقسم وهو الحمام والرحى والبئر والطريق۔

(۸۰) قال ولا شفعة في العروض والسفن لقوله عليه السلام لا شفعة الا في ربع او حائط وهو حجة على مالك رح في ايجابها في السفن ولان الشفعة انما وجبت لدفع ضرر سوء الجوار على الدوام والملك في المنقول لا يدوم حسب دوامه في العقار فلا يلحق به۔

(۸۱) وفي بعض نسخ المختصر ولا شفعة في البناء والنخل اذا بيعتا دون العرصة وهو صحيح

(۷۸) شفعہ غیر منقول چیزمین ثابت ہوتا ہی اگرچہ اسکی تقسیم نہو سکے۔

(۷۹) امام شافعی رح کے نزدیک جن غیرمنقولات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ انکے نزدیک شفعہ اسلیے مقرر کیا گیا ہی کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ کرنی پڑے اور جو چیزین خود قابل تقسیم نہین ہی اونمین یہ دقت ہی نہین لازم آسکتی تاکہ شفعہ مقرر کیا جاے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ ہر چیز مین ہے خواہ زمین ہو یا مکان ہو و علی ہذا القیاس اور بہت سی احادیث ہین جن سے عام طور پر تمام غیرمنقولات مین شفعہ کا ہونا ثابت ہوتا ہی۔ علاوہ برین شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہی اور اوسکے اندر حکمت یہ ہی کہ لوگون کو جوار کے ضرر سے امن رہے اور یہ بات تمام غیرمنقولات کو شامل ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل ہون یا نہون جیسے حمام چکی کنوان راستہ۔

(۸۰) منقولات چیزونمین اور کشتی مین شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز مکان یا باغ کے کسی چیز مین شفعہ نہین ہے۔ اور امام مالک رح کے نزدیک کشتی مین شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر یہ حدیث اونکے اوپر حجت ہے اور منقولات مین شفعہ ثابت نہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ ضرر جوار کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوا ہی اور منقولات مین ہمیشہ کے لیے ملکیت نہین ہوتی جسطرح غیرمنقولات مین ہوتی ہے لہذا غیرمنقولات کا حکم اونکو نہین دے سکتے۔

(۸۱) قدوری کے بعض نسخون مین لکھا ہی کہ اگر عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو انمین شفعہ ثابت نہوگا اور یہ قول صحیح ہی چنانچہ مبسوط مین بھی اسکو بیان کیا ہی اسواسطے

مذكور في الاصل لانه لا قرار له فكان نقليا وهذا الخلاف العلو حيث يستحق بالشفعة ويستحق به الشفعة في السفل اذا لم يكن طريق العلو فيه لانه بما له من حق القرار التحق بالعقار۔

کہ عمارت اور درختوں کو زمین کے بغیر قیام نہیں ہوسکتا لہذا وہ منقولات میں داخل ہیں بخلاف بالاخانہ کے کہ اگر اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں کو ہو کر نہ ہو اوسوقت بھی ہو اوسکی وجہ سے نیچے والے کو بالاخانہ میں اور بالاخانہ والے کو نیچے کے مکان میں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ بالاخانہ کو ہمیشہ کے لیے نیچے کے مکان کی قائم رہنیکا حق ہے لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا گیا

۸۲، قال والمسلم والذمي في الشفعة سواء للعمومات ولانهما يستويان في السبب والحكمة فيستويان في الاستحقاق ولهذا يستوي فيه الذكر والانثى والصغير والكبير والباغي والعادل والحر والعبد اذا كان ماذونا او مكاتبا۔

۸۲، شفعہ کے اندر مسلمان اور ذمی سب برابر ہیں اسواسطے کہ جن نصوص سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اونمیں کسی کی تخصیص کا بیان نہیں ہے بلکہ وہ عام ہیں علاوہ برین شفعہ کا جو سبب ہے اور اسکے مقرر کرنے میں جو حکمت ہے اوسمیں بھی مسلمان اور ذمی برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسیواسطے مرد اور عورت بالغ اور نابالغ باغی اور اہل حق حر اور غلام (بشرطیکہ ماذون یا مکاتب ہو) سب برابر ہوتے ہیں۔

۸۳، قال واذا ملك العقار بعوض هو مال وجبت فيه الشفعة لانه امكن مراعاة شرط الشرع فيه وهو التملك بمثل ما تملك به المشتري صورة او قيمة على ما مر۔

۸۳ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی اراضی یا مکان کا بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہو تو اوسمیں شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اسلیے کہ جب بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہوا ہے تو شفعہ کے معنے اوس جگہ پائے جاسکتے ہیں یعنے شفیع اوس مال کا مثل ادا کرکے مبیع کو لے سکتا ہے خواہ صورۃً مثل ادا کرکے خواہ قیمت کے اعتبار سے چنانچہ اسکی صورتیں مذکور ہو چکیں ہیں

۸۴، قال ولا شفعة في الدار التي يتزوج الرجل عليها او يخالع المرأة بها او يستاجر بها دارا او غيرها او يصالح بها عن دم عمد او يعتق عليها عبدا لان الشفعة عندنا

۸۴، اگر بعوض ایک مکان کے کسی عورت سے نکاح کیا یا عورت نے بعوض ایک مکان کے خاوند سے خلع کیا یا ایک مکان غیر کو بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کرایہ پر لیا یا کسی نے دوسرے کو قصداً قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک مکان کے عوض غلام کو آزاد کیا

انما تجب فی مبادلة المال بالمال لما بینا وهذه الاعواض لیست باموال فایجاب الشفعة فیها خلاف المشروع وقلب الموضوع۔

تو ان سب مکانات میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسلیے کہ حنفیہ کے نزدیک مبادلہ مال بمال کی صورت میں شفعہ ثابت ہوتا ہے ورنہ شفعہ کے معنے نہیں پائے جاسکتے اور یہاں تمام چیزیں جنکے عوض مکان کو لیا ہے مال کے قبیلہ سے نہیں ہیں لہذا اونکے اندر شفعہ کا ثابت ہونا بیجا ہے۔

(۸۵) وعند الشافعی رح تجب فیها الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده فامکن الاخذ بقیمتها ان تعذر بمثلها کما فی البیع بالعرض بخلاف الهبة لانه لا عوض فیها راسا وقوله یتاتی فیما اذا جعل شقصا من دار مهرا وما یضاهیه لانه لا شفعة عنده الا فیه ونحن نقول ان تقوم منافع البضع فی النکاح وغیرها بعقد الاجارة ضروری فلا یظهر فی حق الشفعة وکذا الدم والعتق غیر متقوم لان القیمة ما یقوم مقام غیره فی المعنی الخاص المطلوب ولا یتحقق فیهما

(۸۵) شافعی رح کے نزدیک صور مذکورہ بالا میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اسلیے کہ اونکے نزدیک ان سب چیزوں کے قیمت ہے اور اونکا مثل شفیع نہیں ادا کرسکتا ہے لہذا اونکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہے جیسے کوئی مکان بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہو تو شفیع کو گھوڑے وغیرہ کی قیمت ادا کرنا پڑیگی بخلاف ہبہ کے کہ اوسمیں سرے سے عوض ہی نہیں پایا جاتا مگر امام شافعی رح کے نزدیک ان صورتوں کے اندر شفعہ صرف اوسیوقت ثابت ہوسکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ مہر وغیرہ قرار دیا جائے کہ اوس مکان کے شریک کو حق شفعہ ثابت ہو جائیگا ورنہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک جار کو حق شفعہ نہیں ہے حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ شرمگاہ کے منافع وعلیٰ ہذا القیاس عقد اجارہ کے اندر اور منافع کی قیمت لوگوں کی ضرورت کا لحاظ فرماکر شارع نے مقرر کی ہے لہذا شفعہ کے اعتبار سے ان چیزوں کی قیمت کا نہ لحاظ کیا جائیگا اسیطرح قتل کرنے اور آزاد کرنے کی اصل میں کچھ قیمت نہیں ہے اسواسطے کہ قیمت اسکو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے غرض خاص یعنے مالیت میں قائم مقام ہوسکے اور قتل کرنے یا آزاد کرنے کے اندر[1]

(۸۶) وعلی هذا اذا تزوجها بغیر مهر ثم فرض لها الدار مهرا لانه بمنزلة المفروض فی العقد فی کونه مقابلا بالبضع بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل او بالمسمی لانه مبادلة مال بمال۔

(۸۶) اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت کچھ مہر نہیں مقرر کیا مگر اسکے بعد ایک مکان اوسکا مہر مقرر کردیا تو اس مکان میں بھی شفعہ نہوگا اسلیے کہ شرمگاہ کے عوض ہونے میں اس کا حکم ایسا ہی ہے جسطرح نکاح کے وقت مقرر کرنے میں ہوتا بخلاف اوس صورت کے کہ بعوض مہر مثل یا مہر معین کے ایک مکان کو عورت کے ہاتھ فروخت کردے کہ مبادلہ مالیہ کی وجہ سے اوسمیں شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(۸۷) ولو تزوجها علی دار علی

(۸۷) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے باین قرارداد کے

[1] مالیت کے لحاظ سے نہیں پایا جاتا

ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع الدار عند ابي حنيفة رح وقالا تجب في حصة الالف لانه مبادلة مالية في حقه وهو يقول معنى البيع فيه تابع ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح فيه ولا شفعة في الاصل فكذا في التبع ولان الشفعة شرعت في المبادلة المالية المقصودة حتى ان المضارب اذا باع دارا وفيها ربح لا يستحق رب المال الشفعة في حصة الربح لكونه تابعا فيه۔

نکاح کیا کہ وہ عورت ہزار روپیہ اسکو ادا کرے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک اوس مکان میں بالکل شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر ہزار روپیہ کے مکان کے ایک حصہ میں شفعہ ہوگا اسواسطے کہ اوس قدر حصہ میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہی امام صاحب رح کی طرف سے یہ جواب ہی کہ بیع کے معنے اوس مکان میں بالتبع پائے جاتے ہیں۔ ولہذا نکاح کی لفظ سے اوسکی بیع ہو جاتی ہی اور نکاح کی شرط لگانے سے وہ بیع فاسد نہیں ہوتی اور اگر حقیقت میں بیع ہوتی تو ضرور فاسد ہو جاتی اور نکاح کے اندر شفعہ نہیں ہوتا لہذا اس بیع میں بھی جو نکاح کی تابع ہی شفعہ نہوگا علاوہ برین شفعہ اوس مبادلہ کے اندر مقرر کیا گیا ہی جو مقصود بالذات ہو حتی کہ اگر مضارب ایک مکان فروخت کرے جسمین نفع کا بھی ایک حصہ ہو تو رب المال کو اوس حصہ کے قدر مین شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسمین اوس حصہ کی بیع بالتبع داخل ہے۔

(٨٨) قال او يصالح عليها بانكار فان صالح عليها باقرار وجبت الشفعة قال رضي الله عنه هكذا ذكر في اكثر نسخ المختصر والصحيح او يصالح عنها بانكار مكان قوله عليها اذا صالح عنها بانكار بقي الدار في يده فهو يزعم انها لم تزل عن ملكه وكذا اذا صالح عنها بسكوت لانه يحتمل انه بذل المال افتداء ليمينه وقطعا لشغب خصمه كما اذا انكر صريحا بخلاف ما اذا صالح عنها باقرار لانه معترف بالملك للمدعي وانما استفاده بالصلح

(٨٨) اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا بعدازان مدعی علیہ نے مدعی کو ایک مکان دیکر فیصلہ کر لیا تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اور اگر مدعی علیہ نے مال کا اقرار کرنے کے بعد مدعی کو یہ مکان دیکر صلح کی تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مگر مصنف رح نے بیان کیا ہی کہ قدوری کے اکثر نسخوں میں علیہا کا لفظ ہی جسکے موافق یہ معنے ہوتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ علیہا کی جگہ عنہا کا لفظ ہی اوسکے موافق یہ معنے ہونگے کہ اگر دو شخصوں کے مابین ایک مکان میں تنازع درپیش ہو اور مدعی علیہ اوسمین منکر ہو اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لے اور وہ مکان اوسیکے قبضہ میں باقی رہے کہ ایسے وقت میں تو مدعی علیہ اپنے گمان میں پہلے اس مکان کو اپنی ملک سمجھتا تھا اور اب بھی کہتا ہے تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسیطرح اگر بجائے انکار کے مدعی علیہ نے سکوت کیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو بھی اس مکان میں کسیکا شفعہ نہوگا اسلیے کہ ممکن ہی اس مدعی علیہ نے مدعی کا جھگڑا پاک کرنے اور قسم سے بچنے کے لیے یہ مال صرف کیا ہو جسطرح صریح انکار کی صورت میں وہ ایسا کرے بخلاف اوس صورت کے

فكان مبادلة مالية اما اذا صالح عليها باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة فی جميع ذلك لانه اخذها عوضا عن حقه فی زعمه اذا لم يكن من جنسه فيعامل بزعمه۔

کہ مدعی علیہ مقر ہوکر صلح کرے اسلیے کہ وہ اسوقت مین اوس کا نین مدعی کی ملک کا مقر ہی اور صلح کرنے کے بعد مدعی علیہ کو ملکیت حاصل ہوی ہی لہذا مبادلہ مالیہ پا لے جا نی کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مدعی نے مدعی علیہ پر کچھ مال کا دعوی کیا تھا اور مدعی علیہ نے ایک مکان دیکر اوس سے فیصلہ کرلیا تو بہر حال اوس مکان مین شفعہ ثابت ہوگا خواہ مدعی علیہ نے مال کا اقرار کیا ہو خواہ سکوت یا انکار کیا ہو اسواسطے کہ اپنے گمان مین مدعی نے وہ مکان بعوض اپنے

۸۹، قال ولا شفعة فی هبة لما ذكرنا الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاءً ولابد من القبض وان لا يكون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء وقد قررناه فی كتاب الهبة۔

۸۹، اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا تو اس مکان مین شفعہ نہوگا اسلیے کہ بغیر مبادلہ مالیہ کے شفعہ نہین ہوتا اور اگر اس ہبہ کے اندر عوض کا ادا کرنا قرار پاگیا ہو تو اس مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ آخر کار یہ ہبہ بیع ہو جائیگا مگر یہان شفعہ کے ثابت ہونے مین ایک تو موہوب لہ کا قبضہ کر لینا شرط ہے دوسری شرط یہ ہو کہ ہبہ کرنے والے نے مکان کا کوئی جزو غیر منقسم ہبہ نہ کیا ہو اسیطرح عوض بھی اسکا غیر منقسم جزو نہو اسلیے کہ آخر کار اگرچہ

۹۰، بخلاف ما اذا لم يكن العوض مشروطا فی العقد لان كل واحد منهما هبة مطلقة الا انه اثيب منها فامتنع الرجوع۔

۹۰، اگر ہبہ کے اندر عوض کی شرط نہین لگائی تھی مگر ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے بدلین کچھ مال موہوب لہ نے دیدیا تو اوس مکان مین شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے یہان پر ہبہ مطلقہ پا یا گیا مگر چونکہ ہر ایک کو عوض ملگیا ہی اسلیے کوئی دوسرے اپنے ہبہ کو واپس نہین لے سکتا۔

۹۱، قال ومن باع بشرط الخيار فلا شفعة للشفيع لانه يمنع زوال الملك عن البائع فان اسقط الخيار وجبت الشفعة لانه زال المانع عن الزوال و يشترط الطلب عند سقوط الخيار فی الصحيح لان البيع يصير سببا لزوال الملك عند ذلك۔

۹۱، اگر ایک مکان فروخت کیا اور بائع نے اپنا اختیار اوسکے اندر شرط کر لیا تو اوس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ ہنوز اوس مکان سے بائع کی ملکیت زائل نہین ہوی ہی اور اگر اوس نے اپنا اختیار ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ اب اوسکی ملکیت زائل ہوگئی مگر قول صحیح کے موافق اختیار کے ساقط ہو تے ہی شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ بیع اختیار کی ساقط ہو تی ہی زوال ملکیت کا سبب ہوگی۔

* * * *

۹۲، وان اشترى بشرط الخيار

( ) اگر ایک مکان خریدا اور اپنا اختیار اوسمین شرط کر لیا تو شفعہ

وجبت الشفعة لانه لايمنع زوال الملك عن البائع بالاتفاق والشفعة تبتنى عليه على مامر واذا اخذها فى الثلث وجب البيع لعجز المشترى عن الرد ولاخيار للشفيع لانه يثبت بالشرط وهو للمشترى دون الشفيع۔

ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ بالاتفاق اسوقت زوال ملکیت کا مانع نہین رہا اور شفعہ کا مدار زوال ملکیت پر ہے چنانچہ گذر چکا اور اگر شفیع نے اختیار کی مدت یعنے تین روز کے اندر مشتری سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لے لیا تو بیع لازم ہوجائیگی اسواسطے کہ مشتری اب اوس مکان کو واپس نہین دے سکتا ہے اور شفیع کو واپس کرنے کا اختیار حاصل نہوگا اسواسطے کہ یہ اختیار مشتری کو شرط کرنے سے ثابت ہوا تھا اور شرط مشتری نے لگائی ہے شفیع نے نہین لگائی۔

(۹۳) وان بيعت دار الى جنبها والخيار لاحدهما فله الاخذ بالشفعة اما للبائع فظاهر لبقاء ملكه فى التى يشفع بها وكذا اذا كان للمشترى وفيه اشكال اوضحناه فى البيوع فلانعيده واذا اخذها كان اجازة منه للبيع بخلاف ما اذا اشتراها ولم يرها حيث لا يبطل خياره باخذ ما بيع بجنبها بالشفعة لان خيار الروية لا يبطل بصريح الابطال فكيف بدلالته ثم اذا حضر شفيع الدار الاولى له ان ياخذها دون الثانية لانعدام ملكه فى الاول حين بيعت الثانية۔

(۹۳) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع یا مشتری نے اپنا اختیار شرط کرلیا تھا کہ اس اثنا مین اوس مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا تو جس کا اختیار شرط کیا گیا ہے اوس دوسرے مکان مین اوسکا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اگر بائع کا اختیار شرط ہوا ہے تو ہنوز وہ مکان بائع کی ملکیت سے خارج نہین ہوا اور اگر مشتری کا اختیار شرط ہوا ہے تو بائع کی ملکیت سے خارج ہوگیا اور مشتری کا حق اوسمین ثابت ہوگیا اگرچہ اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے لہذا اوسپر کوئی یہ اعتراض نہین کرسکتا کہ مشتری کی ملکیت ہنوز اسمین ثابت نہین ہوئی ہے مگر دوسرے مکان کو شفعہ مین لینے سے اصل مکان کی بیع لازم ہوجائیگی یعنے اسکی کا اختیار بائع یا مشتری کو اوسکے بعد باقی نہ رہیگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص بغیر دیکھے ایک مکان کو خریدے اور اس خریدکردہ مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا اور مشتری بذریعہ شفعہ کے اوس دوسرے مکان کو لیلے کہ اس سے اوسکا خیار رویت خریدکردہ مکان مین باطل نہوگا اسواسطے کہ خیار رویت صراحۃً باطل کرنے سے بھی باطل نہین ہوتا تو دلالۃً باطل

(۹۴) قال ومن ابتاع دارا شراءً فاسدا فلاشفعة فيها اما قبل القبض فلعدم زوال ملك البائع وبعد القبض لاحتمال الفسخ وحق الفسخ

(۹۴) اگر ایک شخص نے بیع فاسد سے کوئی مکان خریدا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بائع کی ملکیت بیع فاسد کے اندر زائل نہین ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے اور یہ حق فسخ شرعاً ثابت ہوا ہے

ثابت بالشرع لدفع الفساد وفی اثبات حق الشفعة تقریر الفساد فلا یجوز بخلاف ما اذا کان الخیار للمشتری فی البیع الصحیح لانه صار اخص به تصرفا وفی البیع الفاسد ممنوع عنه۔

تاکہ فساد رفع ہو جائے اور اُس کے اندر شفعہ کا حکم دینے میں فساد کا باقی رکھنا ہی لہذا اوسمیں شفعہ نہیں ہو سکتا بخلاف اوس صورت کے کہ بیع صحیح کے اندر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اسلیے کہ اسمین بائع کو اختیار باقی نہیں رہتا بلکہ مشتری کو مبیع کے اندر از روے شرع تصرف کرنے اور بیع کے لازم کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہی اور بیع فاسد مین از روی شرع مشتری کو مبیع کے اندر تصرف کرنا منع ہوتا ہے۔

(٩٥) قال فان سقط حق الفسخ وجبت الشفعة لزوال المانع

(٩٥) اگر بیع فاسد کے اندر کسی وجہ سے حق فسخ ساقط ہو جائے مثلاً مشتری اوس مکان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اُس مکان مین شفعہ ثابت ہو جاتا ہے

(٩٦) وان بیعت دار بجنبها وهی فی ید البائع بعد فله الشفعة لبقاء ملکه وان سلمها الی المشتری فهو شفیعها لان الملک له ثم ان سلم البائع قبل الحکم بالشفعة له بطلت شفعته کما اذا باع بخلاف ما اذا اسلم بعده لان بقاء ملکه فی الدار التی یشفع بها بعد الحکم بالشفعة لیس بشرط فبقیت الماخوذة بالشفعة علی ملکه وان استردها البائع من المشتری قبل الحکم بالشفعة له بطلت لانقطاع ملکه عن التی یشفع بها قبل الحکم بالشفعة وان استردها بعد الحکم بقیت الثانیة علی ملکه لما بینا۔

(٩٦) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا اور ہنوز وہ بائع کے قبضہ مین تھا کہ اوسکے پہلو مین ایک اور مکان فروخت ہوا تو اس دوسرے مکان مین بائع کا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اب تک وہ بائع کی ملکیت مین تھا اور اگر مشتری کو دے چکا تھا تو مشتری کا شفعہ ہوگا اسلیے کہ اب مشتری کی ملکیت مین تھا اور اگر بائع کے لیے شفعہ کا حکم نہین ہوا تھا کہ اوسنے اپنا مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو بائع کا شفعہ باطل ہو جائیگا جسطرح شفیع قبل از حکم قاضی اپنے مکان کو فروخت کر دے تو اُسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور اگر قاضی نے بائع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنے مکان پر مشتری کو قبضہ دیا تو بائع کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد شفیع کی ملکیت کا اپنے مکان مین قائم ہونا ضروری نہین ہی لہذا وہ مکان مشفوعہ بائع کی ملک مین قائم رہیگا اور اگر قاضی نے ہنوز اس کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ بائع نے اپنا مکان جس کو بیع فاسد سے فروخت کیا تھا مشتری سے واپس کر لیا تو مشتری کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ قبل از حکم شفعہ مشتری کی ملکیت اس مکان سے منقطع ہو گئی جسکے ذریعہ سے اوسکو شفعہ تھا اور اگر قاضی نے مشتری کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنا مکان واپس کر لیا تو وہ مکان مشفوعہ بدستور مشتری کے ملک مین داخل رہیگا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد

(٩٧) قال واذا اقتسم الشرکاء

(٩٧) اگر چند شرکا نے اپنی ایک جایداد کو باہم تقسیم کیا تو اس تقسیم کر لینے

العقار فلا شفعة لجار هم بالقسمة لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجري فيه الجبر والشفعة ما شرعت الا في المبادلة المطلقة۔

اونکے جار کو حق شفعہ نہ حاصل ہو جائیگا اسلیے کہ اونہون نے اپنے حصے علحدہ کیے ہین ولہذا ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم کرنے پر مجبور کرسکتا ہے اور شفعہ مبادلہ مطلقہ کے اندر ثابت ہوتا ہے

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٩٨) قال واذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشتري بخيار رؤية او شرط او بعيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع لانه فسخ من كل وجه فعاد الى قديم ملكه والشفعة في انشاء العقد ولا فرق في هذا بين القبض وعدمه۔

(٩٨) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسکے شفیع نے شفعہ کو ترک کردیا بعدازان خیار رویت یا شرط یا عیب کی وجہ سے مشتری نے بحکم قاضی وہ مکان واپس کردیا تو شفیع کا اوس مکان مین شفعہ ثابت نہو جائیگا خواہ مشتری نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ یہان بیع کا بالکل فسخ پایا جاتا ہے اور وہ مکان جسطرح بائع کی ملک تھا بدستور اوسیطرح اوسکے ملک مین عائد ہوگیا اور شفعہ ایک عقد جدید کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

(٩٩) وان ردها بعيب بغير قضاء او تقايلا البيع فللشفيع الشفعة لانه فسخ في حقهما لولايتهما على انفسهما وقد قصدا الفسخ وهو بيع جديد في حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضي والشفيع ثالث ومراده الرد بالعيب بعد القبض لان قبله فسخ من الاصل وان كان بغير قضاء على ما عرف۔

(٩٩) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے اوسمین شفعہ کو ترک کردیا بعدازان عیب کی وجہ سے بغیر حکم قاضی مشتری نے اوس مکان کو واپس کردیا یا بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا یعنے رضامندی کے ساتھ بلا کسی عیب وغیرہ کے واپس کرلیا تو اوس مکان مین شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے اور اونکے حق مین بیع فسخ ہو جائیگی اسلیے کہ انکو فسخ کرنا منظور تھا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع جدید بھی جائیگی اسلیے کہ اوسکے اندر بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال بتراضی باہمی پائے جاتے ہین مگر یہ حکم اوس صورت مین ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد مکان واپس کیا ہو اسلیے کہ قبضہ کرنے سے قبل واپس کرنا ہر وجہ سے بیع کا فسخ کرنا ہے اگرچہ بغیر حکم

(١٠٠) وفي الجامع الصغير ولا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية وهو بكسر

(١٠٠) جامع صغیر مین بیان کیا ہے ولا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية یعنے باہم تقسیم کرنے کی صورت مین خیار رویت کی وجہ سے مکان کے

الراء ومعناه ولاشفعة بسبب الرد بخيار الروية لما بيناه ولاتصح الرواية بالفتح عطفا على الشفعة لان الرواية محفوظة فى كتاب القسمة انه يثبت فى القسمة خيار الروية وخيار الشرط لانهما يثبتان لخلل فى الرضاء فيما يتعلق لزومه بالرضاء وهذا المعنى موجود فى القسمة والله سبحانه اعلم۔

واپس کرنے کی حالت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جسکی وجہ ہم بیان کر چکے ہین لیس خیار رویۃ کا لفظ قسمہ کے اوپر معطوف ہو اور شفعہ کے اوپر معطوف کرکے نصب کے ساتھ پڑھنے کی روایت غلط ہو اسواسطے کہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ تقسیم کے اندر شفعہ اور خیار رویت ثابت نہین ہوتا حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہو کیونکہ کتاب القسمہ مین بغیر کسی قسم کے اختلاف کے یہ مسئلہ مذکور ہو کہ تقسیم مین خیار رویت اور خیار شرط ثابت ہوتا ہو اسلیے کہ خیار شرط اور خیار رویت اوس عقد کے اندر جسکا لازم ہونا رضامندی پر موقوف ہو ایسے وقت مین ثابت ہوتی ہین کہ رضامندی مین ایک قسم کی کمی پائی جائے اور یہ معنے تقسیم کے اندر بھی موجود ہین واللہ سبحانہ اعلم۔

باب ما تبطل به الشفعة

اُن امور کا بیان جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(١٠١) قال واذا ترك الشفيع الاشهاد حين علم بالبيع وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته لاعراضه عن الطلب وهذا لان الاعراض انما يتحقق حالة الاختيار وهى عند القدرة وكذلك ان اشهد فى المجلس ولم يشهد على احد المتبايعين ولا عند العقار وقد اوضحناه فيما تقدم۔

(١٠١) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور بلا کسی عذر کے اوس نے طلب اشہاد کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ طلب کرنے سے اوسکا اعراض پایا گیا اور معذور نہونے کی اسلیے قید لگائی ہو کہ اعراض حالت اختیار مین پایا جاتا ہی اور عذر کی حالت مین اوسکو اختیار نہین ہوتا بلکہ وہ مجبور ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر شفیع نے طلب مواثبت کی مگر اوسکے بعد طلب اشہاد نہ کی یعنے بائع یا مشتری یا مکان کے پاس جاکر لوگون کو طلب گواہ نہ کیا تو بھی شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٠٢) قال وان صالح من شفعته على عوض بطلت شفعته ورد العوض لان حق الشفعة ليس بحق متقرر فى المحل بل هو مجرد حق التملك فلا يصح الاعتياض عنه ولا يتعلق

(١٠٢) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ شفیع کو مکان کے اندر ہنوز کسی قسم کا حق نہین ثابت ہوا ہی صرف اوسکو یہ حق ہی کہ ثمن ادا کرکے اوسکا مالک بن سکتا ہی لہذا اوسکے عوض مین مال کا لینا صحیح نہوگا اور شفعہ ایسی چیز ہی کہ اگر اوسکے ساقط کرنے مین

جن

اسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد اولى فيبطل الشرط ويصح الاسقاط وكذا لو باع شفعته بمالٍ لما بيّنّا۔

١٠٣، بخلاف القصاص لانه حق متقرر وبخلاف الطلاق والعتاق لانه اعتياض عن ملك في المحل ونظيره اذا قال للمخيرة اختاريني بالف او قال العنين لامرأته اختاري ترك الفسخ بالف فاختارت سقط الخيار ولايثبت العوض والكفالة بالنفس في هذا بمنزلة الشفعة في رواية وفي اخرى لاتبطل الكفالة ولايجب المال وقيل هذه رواية في الشفعة وقيل هي في الكفالة خاصة وقد عرف في موضعه۔

١٠٤، قال واذا مات الشفيع بطلت شفعته۔

وقال الشافعي رحمه الله لا تورث عنه قال رضي الله عنه معناه اذا مات بعد البيع قبل القضاء بالشفعة اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته وهذا نظير

کوئی جائز شرط لگائی جائے تو بھی اوسکا سقوط شرط کے پائے جانے پر موقوف نہین رہتا بلکہ اوسیوقت ساقط ہو جاتا ہے اور یہان تو ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے لہذا وہ شرط باطل ہو جائیگی اور شفعہ ساقط ہو جائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص حق شفعہ کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو بھی شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور خریدنے والے کو مال واپس کرنا پڑتا ہے بخلاف قصاص کے کہ اوسکے اندر مال لیکر فیصلہ کر لینا درست ہے اسواسطے کہ قاتل کی ذات پر قصاص مین ایک حق ثابت ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اونکے اندر عوض لیا جائے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اونکے اندر ذات پر حق ملکیت ہوتا ہے جس کا عوض لیا جاتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو جسکو طلاق کا اختیار دے چکا ہے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو مجھکو اختیار کر لے یا عنین اپنی بیوی سے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو ترک فسخ کو اختیار کر لے اور ان دونون صورتون مین بیوی ایسا کر لے تو اسکا اختیار طلاق اور فسخ ساقط ہو جاتا ہے اور خاوند کو ہزار روپیہ نہین دینا پڑتے اور ایک روایت کے موافق کفالت بالنفس کا حال بھی شفعہ کے مانند ہے اور دوسری روایت کے موافق اوسکا یہ حکم نہین ہے اور بعض کا قول ہے کہ شفعہ مین بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض کے نزدیک خاص کفالت کے اندر

١٠٤، شفیع کے مرجانے سے اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک برابر قائم رہتا ہے اور اوسکے وارثون کو شفعہ کا حق ہوتا ہے مصنف رح نے بیان کیا ہے اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ شفیع کا بعد از بیع اور قبل از حکم قاضی انتقال ہو جائے اور اگر بعد حکم قاضی قبل ازادای ثمن اور قبل از قبضہ انتقال ہو تو اوسکے وارثون کو بیع لازم ہو گی اسیطرح حنفیہ کے نزدیک مورث کے مرجانے سے خیار شرط باطل ہو جاتا ہے اور شافعی رح کے نزدیک باطل نہین ہوتا چنانچہ کتاب البیوع مین اسکا بیان ہو چکا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے

الاختلاف فی خیار الشرط وقدمر فی البیوع ولان بالموت یزول ملکه عن دارہ و یثبت الملك للوارث بعد البیع وقیامه وقت البیع وبقاؤہ للشفیع الی وقت القضاء شرط فلا یستوجب الشفعة بدونه۔

یہ ہے کہ شفیع کے مرجانے سے اپنے مکان سے شفیع کی ملکیت جاتی رہتی ہے اور وارثون کو اوس مکان کی ملکیت مکان مشفوعہ کی بیع کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شفعہ کے اندر بیع کے وقت شفیع کی ملکیت کا قائم ہونا اور قاضی کے حکم دینے تک ملکیت کا باقی رہنا شرط ہے لہذا وارثون کا شفعہ بیع کے وقت ملکیت حاصل نہونے کی وجہ ثابت نہوگا۔

(۱۰۵) وان مات المشتری لم تبطل لان المستحق باق ولم یتغیر سبب حقه ولا یباع فی دین المشتری ووصیته ولو باعه القاضی او الوصی او اوصی المشتری فیها بوصیة فللشفیع ان یبطله ویاخذ الدار لتقدم حقه ولهذا ینقض تصرفه فی حیاته

(۱۰۵) مشتری کے مرجانے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار یعنے شفیع باقی ہے اور جس سبب سے اُسکو حق ثابت ہوا ہے اسمین تغیر نہین ہوا لہذا یہ مکان مشتری کے قرضہ مین یا اوسکی وصیت مین فروخت نکیا جائیگا اور اگر بالفرض قاضی یا مشتری کے وصی نے اس مکان کو مشتری کے قرض یا وصیت مین فروخت کردیا یا مشتری خود اوس مکان کی کسی کو وصیت کرگیا ہو تو شفیع کو اس بیع اور وصیت کے باطل کرنے اور مکان کے لے لینے کا اختیار ہے اسلیے کہ اُسکا حق مقدم ہے و لہذا

(۱۰۶) قال واذا باع الشفیع ما یشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت شفعته لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك وهو الاتصال بملکه ولهذا یزول به وان لم یعلم بشراء المشفوعة کما اذا سلم صریحا او ابرأ عن الدین وهو لا یعلم به وهذا بخلاف ما اذا باع الشفیع دارہ بشرط الخیار له لانه یمنع الزوال فبقی الاتصال۔

(۱۰۶) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان فروخت کردیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے قبل استحقاق کا سبب یعنے اتصال ملکیت جاتا رہا و لہذا اگر بالفرض شفیع کو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم نہو اور وہ اپنے مکان کو فروخت کردے تو بھی شفعہ جاتا رہتا ہے جسطرح صراحتہً ترک کرنے سے باطل ہوجاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو لاعلمی کی حالت مین قرض سے بری کردے یعنے اوسکو علم نہو کہ میرا اوسپر قرض ہے تو قرضدار بری ہوجاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اپنے مکان کو فروخت کرے اور اپنا اختیار شرط کرلے اسلیے کہ اختیار کی وجہ سے ملکیت زائل نہوگی اور مکان مشفوعہ سے اتصال ملکیت باقی

(۱۰۷) قال ووکیل البائع اذا باع وهو الشفیع فلا شفعة له ووکیل

(۱۰۷) اگر ایک شخص بائع کی طرف سے وکیل ہوکر کوئی مکان فروخت کرے اور خود یہ وکیل شفیع بھی ہو تو اُسکو شفعہ ثابت نہوگا

المشتري اذا ابتاع فله الشفعة والاصل
ان من باع او بيع له لا شفعة له ومن
اشترى او ابتيع له فله الشفعة
لان الاول باخذ المشفوعة يسعى
في نقض ما تم من جهته وهو البيع
والمشتري لا ينقض شراءه بالاخذ
بالشفعة لانه مثل الشراء وكذلك
لو ضمن الدرك عن البائع وهو
الشفيع فلا شفعة له وكذلك اذا باع
وشرط الخيار لغيره فامضى المشروط
له الخيار البيع وهو الشفيع فلا
شفعة له لان البيع تم بامضائه
بخلاف جانب المشروط له الخيار
من جانب المشتري۔

(۱۰۸) قال واذا بلغ الشفيع انها
بيعت بالف درهم فسلم ثم علم
انها بيعت باقل او بحنطة او شعير
قيمتها الف او اكثر فتسليمه باطل
وله الشفعة لانه انما سلم لاستكثار
الثمن في الاول ولتعذر الجنس
الذي بلغه وتيسر ما بيع به في
الثاني اذ الجنس مختلف وكذا كل
مكيل او موزون او عددي
متقارب۔

(۱۰۹) بخلاف ما اذا علم انها بيعت

اور اگر خود شفیع مشتری کی طرف سے وکیل ہوکر مکان کو خریدے تو
اوسکا شفعہ قایم رہیگا اور اس جگہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص خود بیع کرے
یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے بیع کرے تو مبیع مین اوسکا شفعہ ثابت
نہین ہوتا اور جو شخص خود خریدے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے خریدے
تو اوسکا شفعہ قایم رہتا ہے اسلیے کہ پہلا شخص اگر شفعہ کے ذریعہ سے مکانکو
لیگا تو اوسکو بیع کا توڑنا پڑیگا اور یہ بیع اوسی کی جانب سے تھی اور دوسرے قسم کا
شخص اگر مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے لیتا ہے تو اوسکو اپنے فعل کا باطل کرنا
نہین پڑتا اسلیے کہ خریدنا اور شفعہ کے ذریعہ سے لینا یکسان ہے اسی طرح اگر
شفیع بائع کی طرف سے مشتری کے لیے اسطرح ضامن ہو جائے کہ
اگر اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین فی سرداری و لینا اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا
اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک مکان فروخت کیا اور تیسرے
شخص کا اختیار اوس بیع مین شرط کیا اور اوس تیسرے شخص نے بیع کی اجازت دیدے
اور تیسرا اوس مکان مین شفیع تھا تو اب اوسکا شفعہ نہ ہوگا اسلیے کہ اوسکی اجازت سے بیع تمام ہوئی
ہاں اگر مشتری نے تیسرے کا اختیار شرط کیا اور تیسرے نے خریدنے کی اجازت دیدی تو شفعہ قایم رہیگا

(۱۰۸) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت
ہو گیا اور یہ بات سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان
معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو یا اسقدر گیہون یا جو کو فروخت ہوا ہے جنکی
قیمت ایک ہزار یا اوس سے بھی زیادہ ہے تو پہلی مرتبہ شفعہ کو اوسکا ترک کر دینا
باطل ہو جائیگا اور شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے پہلی صورت مین گران
سمجھکر اور دوسری صورت مین نقد روپیہ میسر نہونے کی وجہ سے شفعہ کو
ترک کیا تھا اب ارزان ہونیکی وجہ سے یا گیہون اور جو کے میسر ہونے سے
اوسکو لے سکتا ہے اس واسطے کہ جنس مین مختلف ہین ۔ گیہون یا جو کی
خصوصیت نہین ہے بلکہ جو چیزین ناپ یا تول یا شمار کے
حساب سے فروخت ہوتی ہین سب کا یہی حال ہے ۔

(۱۰۹) اگر صورت مذکورہ بالا مین دوسری مرتبہ شفیع کو

بعرض قیمته الف او اکثر لان الواجب فیه القیمة و هی دراهم او دنانیر۔

(۱۱۰) وان بان انها بیعت بدنانیر قیمتها الف فلا شفعة له وکذا اذا کانت اکثر وقال زفر له الشفعة لاختلاف الجنس ولنا ان الجنس متحد فی حق الثمنیة

(۱۱۱) قال واذا قیل له ان المشتری فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غیره فله الشفعة لتفاوت الجوار۔

ولو علم ان المشتری هو مع غیره فله ان یاخذ نصیب غیره لان التسلیم لم یوجد فی حقه۔

(۱۱۲) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم ظهر شراء الجمیع فله الشفعة لان التسلیم لضرر الشرکة ولا شرکة وفی عکسه لا شفعة فی ظاهر الروایة لان التسلیم فی الکل تسلیم فی ابعاضه۔

معلوم ہوا کہ مکان بعوض گھوڑے یا غلام وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ دوسری مرتبہ ثابت ہوگا اسلیے کہ شفیع کو اسوقت مین بھی روپیہ یا اشرفیان دینا پڑینگے

(۱۱۰) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اشرفیون کو فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور زفر کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ دونون کی جنس مختلف ہے ہماری دلیل یہ ہی کہ ثمنیت کے اعتبار سے روپیہ اور اشرفی کو ایک جنس کا حکم ہے

(۱۱۱) اگر شفیع کو اول مرتبہ معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ عمر نے خریدا ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ ممکن ہے زید کے پاس رہنے سے وہ راضی ہوا ور عمر کے پاس رہنے سے راضی نہو۔ اور اگر دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ زید نے مع عمر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو زید کے حصہ مین شفعہ نہین کر سکتا مگر عمر کے حصہ مین شفعہ کر سکتا ہے اسلیے کہ عمر کے حصہ مین اوس نے شفعہ کو نہین ترک کیا تھا

(۱۱۲) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوگیا اور اوس نے شفعہ کو طلب نہ کیا بعد ازان معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہی تو اب اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ شرکت کی وقت سے اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ وقت نہین رہی اور اگر پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا نصف مکان فروخت ہوا ہے

فصل

(۱۱۳) قال واذا باع دارا الا مقدار

فصل

(۱۱۳) اگر بائع کو منظور ہو کہ اس مکان مین شفیع دعوی نکرسکے

ذراع منها فی طول الحد الذی
یلی الشفیع فلا شفعة له لانقطاع
الجوار وهذه حیلة وکذا اذا وهب
منه هذا المقدار وسلمه الیه
لما بینا۔

(۱۱۴) قال واذا ابتاع منها سهما
بثمن ثم ابتاع بقیتها فالشفعة للجار
فی السهم الاول دون الثانی لان
الشفیع جار فیهما الا ان المشتری
فی الثانی شریك فیتقدم علیه فان
اراد الحیلة ابتاع السهم بالثمن
الا درهما مثلا والباقی
بالباقی۔

(۱۱۵) وان ابتاعها بثمن ثم دفع الیه
ثوبا عوضا عنه فالشفعة بالثمن
دون الثوب لانه عقد آخر والثمن
هو العوض عن الدار۔

قال رضی الله عنه وهذه
حیلة اخری تعم الجوار والشرکة
فیباع باضعاف قیمته ویعطی بها
ثوب بقدر قیمته الا انه لو استحقت
المشفوعة یبقی کل الثمن علی مشتری
الثوب لقیام البیع الثانی فیتضرر
به والاوجه ان یباع بالدراهم
الثمن دینار حتی اذا استحق المشفوع

تو اوسکے لیے یہ حیلہ کرسکتا ہی کہ اپنے تمام مکانکو فروخت کرے مگر فقط برابر ایک ذراع کی
زمین شفیع کے مکان کے قریب سے مستثنی کرلے کہ اس ترکیب سے شفیع شفعہ کا دعوی
نکریگا اسلیے کہ باقی مکان سے اوسکو حق جوار نہین ہے اسیطرح اگر فقط برابر ایک ذراع کے شفیع کی
مکان کے قریب سے مکان کی زمین مشتری کو ہبہ کرے اور مشتری کا قبضہ کرادے بعد ازان اوسکے
ہاتھ باقی مکان کو فروخت کر دیوے تو بھی شفیع مکان مین کچھ دعوی نہین کرسکتا

(۱۱۴) اگر ایک شخص کسی مکان کا ایک حصہ خرید کر تمام مکان کو بھی خرید لے
تو اوس مکان کے جار کو صرف پہلے حصہ مین شفعہ کا حق ہوگا باقی مکان مین
شفعہ کا حق نہوگا اسواسطے کہ جب مشتری نے اوسکا ایک حصہ خرید لیا
اور شفیع نے اوسمین دعوی نہین کیا تو وہ مشتری اوس مکان کا شریک ہو گیا
اور شریک کو جار پر تقدم ہوتا ہی ایسی صورت مین اگر مشتری کو شفعہ سے بچنا منظور ہو
تو یہ ترکیب کرسکتا ہی کہ اولا اسکا ایک حصہ کو کل مکان کے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کرکے خرید لے
اور باقی مکان کو ایک روپیہ سے خرید لے کہ کثرت ثمن کے وجہ سے اوس حصہ مین شفیع
خود دعوی نکریگا اور باقی مین اسلیے نہین کرسکتا کہ مشتری کو اوسپر تقدم ہے

(۱۱۵) اگر ایک شخص نے بعوض کچھ روپیہ کے ایک مکان خرید لیا اور روپیہ کے بدلے
بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع اوس مکان کو کپڑے کی قیمت کے عوض مین نہین لیسکتا بلکہ اوس کو
وہی روپیہ دینا پڑیگا جو اوسکا ثمن قرار پایا ہی اسلیے کہ یہ کپڑا مکان کی عوض
اوسنے نہین پایا ہو بلکہ ثمن کے عوض مین پایا ہی اور ثمن کے عوض کپڑے کا دینا ایک دوسری
بیع ہی مصنف رحمہ نے بیان کیا ہی یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے اور اس حیلہ سے
جار اور نیز شریک کے شفعہ سے انسان بچ سکتا ہی اس طرح پر کہ مثلا ایک مکان
دو چند سہ چند قیمت سے فروخت کرے کہ اوسکے عوض بقدر اوسکے اصل قیمت کے
ایک کپڑا مشتری سے لیلے مگر اس مین یہ قباحت ہی کہ اگر یہ مکان کسی غیر کا حق برآمد
ہوگیا اور حقدار اسکا نکو لیلیا تو مکان کے بائع کو وہی فرضی ثمن جو اوسکی قیمت سے
بہت زیادہ ہی مشتری کے لیے ادا کرنا پڑیگا اسلیے کہ کپڑے کی بیع بدستور قائم رہیگی اور اگر
یہ ترکیب کیجیے تو یہ قباحت پیش نہین آتی کہ بائع اوس مکانکو زیادہ روپیون سے فروخت کرکے
بعوض روپیون کے مکان کی اصل قیمت کے موافق مشتری سے اشرفیان خریدے اس لیے کہ

يبطل الصرف فيجب رد الدينار لا غير۔

ابلکہ اوس مکان میں کیسی کا حق برآمد ہوگا تو اشرفیون کی بیع بہی باطل ہو جائیگا اسلیئے کہ وہ بیع صرف ہی اور بیع صرف کے اندر قبضہ کر نیسے قبل اگر بائع او مشتر

(۱۱۶) قال ولا تكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسف رح وتكره عند محمد رح لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو ابحنا الحيلة ما دفعناه ولابي يوسف رح انه منع عن اثبات الحق فلا يعد ضرارا وعلى هذا الخلاف الحيلة في اسقاط الزكاة۔

(۱۱۶) اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسواسطے کہ شفعہ دفع ضرر کے سلیے مقرر کیا گیا ہے اور اگر اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مباح کیا جاے تو دفع ضرر کیونکر ہو سکتا ہے۔ ابو یوسف رح یہ کہ دیتے ہین کہ حیلہ کرنے مین دوسرے کے اثبات حق سے اپنی ذات کا بچانا مقصود ہوتا ہے اور اوس مین کسی کی ضرر رسانی مقصود نہین ہوتی۔ اسقاط زکوۃ کیلئے حیلہ کرنے مین بہی یہی اختلاف ہے

مسائل متفرقة

متفرق مسائل کا بیان

(۱۱۷) قال واذا اشترى خمسة نفر دارا من رجل فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان اشتراها رجل من خمسة اخذها كلها او تركها والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده هو الصحيح الا ان قبل القبض لا يمكنه اخذ نصيب احدهم اذا انقد ما عليه مالم

(۱۱۷) اگر پانچ شخصون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا اور شفیع صرف ایک کا حصہ لینا چاہی تو لیسکتا ہی اور اگر ایک شخص نے پانچ شخصون سے ایک مکان مشترک خریدا اور شفیع صرف ایک بائع کا حصہ لینا چاہی تو نہین لیسکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ کل مکان کو لیلے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہو جائے اور دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ دوسری صورت مین اگر شفیع نے صرف ایک بائع کا حصہ لیا تو مشتری کے حق مین بیع کی تفریق لازم آئیگی جسمین اوسکا بہت ضرر ہی اور پہلی صورت مین اگر شفیع نے صرف ایک مشتری کا حصہ لیلیا تو بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی اور باقی مشتریون کو کچھہ ضرر نہوگا۔ قول صحیح یہ ہی کہ اس حکم مین قبل از قبضہ یا بعد قبضہ کچھہ قید نہین ہی بلکہ دونون صورتون کا حال یکسان ہی اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر مشتریون کا ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی اور شفیع نے ایک مشتری کا حصہ لینے کی غرض سے بقدر اوسکے حصہ کے بائع کو ثمن ادا کر دیا تو جبتک باقی مشتری لوگ بہی اپنا اپنے حصہ کا ثمن ادا نہ کر دینگے اوسوقت تک شفیع کو مکان کی

ينقد الآخر حصته كيلا يودى الى تفريق اليد على البائع بمنزلة احد المشتريين بخلاف ما بعد القبض لانه سقطت يد البائع وسواء سمى لكل بعض ثمنا او كان الثمن جملة لان العبرة فى هذا التفرق الصفقة لا للثمن وههنا تفريعات ذكرناها فى كفاية المنتهى۔

حصہ پر قبضہ دیا جائیگا جبطرح ایک مشتری اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے بقدر اپنے حصہ کے مکان کو نہیں لیسکتا ہی جبتک باقی مشتری بھی ادا نکردین اسلیے کہ اسمین بائع کی قبضہ کی تفریق لازم آئیگی اور اس سے اوسکو زحمت ہوگی اور اگر مشتریون نے قبضہ کرلیا ہی تو ایک کا حصہ لینے مین کچھ دقت نہوگی۔ اسواسطے کہ اب بائع کا قبضہ نہین رہا ہی اور ان صورتون مین خواہ ہر حصہ کا ثمن جداجدا اقرار پایا ہو یا کل مکان کا ایک ثمن قرار پایا ہو دونون کے حکم مین کچھ فرق نہین ہی اسلیے کہ یہان ثمن کا اعتبار نہین کیا گیا ہی بلکہ اسباب کا اعتبار کیا گیا ہی کہ ایک عقد کی تفریق لازم آتی ہو یا نہین ہو

(۱۱۸) قال ومن اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسمه البائع اخذ الشفيع النصف الذى صار للمشترى او يدع لان القسمة من تمام القبض لما فيها من تكميل الانتفاع ولهذا يتم القبض بالقسمة فى الهبة والشفيع لا ينقض القبض وان كان له نفع فيه بعود العهدة على البائع فكذا لا ينقض ما هو من تمامه۔

(۱۱۸) اگر ایک شخص نے ایک غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور بائع نے اوسکو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ مشتری کو دیدیا تو اس مکان کی شفیع کو اختیار ہوگا کہ تقسیم کرنیسے جس طرف مکان مشتری کے حصہ مین آیا ہے اوسکو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہوجائے کیونکہ قبضہ تقسیم کرنیسے کامل ہوتا ہی اسلیے کہ تقسیم کے بغیر انتفاع کامل نہین حاصل ہوسکتا ولہذا ہبہ کے اندر جبتک تقسیم نہو جائے قبضہ کامل نہین ہوتا بہرحال تقسیم کرنا قبضہ کا تتمہ ہی اور شفیع کو قبضہ کے باطل کرنیکا اختیار نہین ہوتا اگرچہ اوسکے باطل کرنے مین شفیع کا نفع ہو باین طور کہ مشتری کے قبضہ کو باطل کرکے بائع سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لیلے اور اگر لعہد کو کچھ وقت پیش ہو تو بائع سے رجوع

(۱۱۹) بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من الدار المشتركة وقاسم المشترى الذى لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه لان العقد ما وقع مع الذى قاسم فلم تكن القسمة من تمام القبض الذى هو حكم العقد بل هو تصرف بحكم

(۱۱۹) اگر ایک مکان مین دو شخص شریک تھے اون مین سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کر ڈالا اور دوسرے نے مشتری کو وہ حصہ تقسیم کرکے دیدیا تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اس لیے کہ اس جگہ وہ تقسیم بائع نے نہین کی ہے لہذا یہ تقسیم قبضہ کا تتمہ نہ سمجھی جائیگی بلکہ ملکیت کی وجہ سے وہ ایک قسم کا تصرف سمجھا جائیگا

الملك فينقضه الشفيع كما ينقض بيعه وهبته۔

لہذا شفیع اوسکو باطل کرسکتا ہی جس طرح مشتری کی ہبہ اور بیع کو باطل کرسکتا ہی

(١٢٠) ثم اطلاق الجواب فی الكتاب يدل على ان الشفيع ياخذ النصف الذی صار للمشتری فی ای جانب كان وهو المروی عن ابی یوسف رح لان المشتری لا يملك ابطال حقه بالقسمة وعن ابی حنيفة رح انه انما ياخذه اذا وقع فی جانب الدار التی يشفع بها لانه لا يبقى جارا فيما يقع فی الجانب الآخر۔

(١٢٠) جامع صغیر کی عبارت مین چونکہ تخصیص نہین کی ہے اسلیے اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر بائع نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ فروخت کرکے بعد کو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ علیحدہ کردیا تو شفیع کو ہر صورت مین مشتری کے حصہ کو لینے اختیار ہے خواہ یہ حصہ کسی جانب نکلے یعنے شفیع کی جوار مین ہو دوسری جانب کو ہو اور ابو یوسف رح سے بھی یہی مروی ہی اسلیے کہ تقسیم کرنے سے شفیع کی حق کو مشتری نہین باطل کرسکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر یہ حصہ شفیع کی مکان سے متصل ہوگا تو شفیع اوسکو لیگا ورنہ نہین لیسکتا اسلیے کہ اگر دوسری جانب ہی تو شفیع کو اوس مین حق جوار نہین

(١٢١) قال ومن باع دارا وله عبد ماذون عليه دين فله الشفعة وكذا اذا كان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لان الاخذ بالشفعة تملك بالثمن فينزل منزلة الشراء وهذا لانه مفيد لانه يتصرف للغرماء۔

بخلاف ما اذا لم يكن عليه دين لانه يبيعه لمولاه ولا شفعة لمن بيع له۔

(١٢١) اگر ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اور اس شخص نے کوئی مکان فروخت کیا تو اوس مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے وہ غلام لیسکتا ہی بشرطیکہ اوس غلام پر لوگون کا قرضہ ہو اسی طرح اگر یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکا مالک بذریعہ شفعہ کے مکان لے سکتا ہی اس لیے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لینا خریدنے کے حکم مین ہے کیونکہ شفیع ثمن ادا کرکے مکان کا مالک بنتا ہے اور غلام کی اندر قرضدار ہونیکی اسلیے قید لگائی ہی کہ قرضدار ہونیکی وجہ سے قرضخواہون کیلیے اوسکے تصرفات ہونگے اور اگر قرضدار نہین ہی تب مالک کی طرف سے فروخت کرتا ہی اور جس کی طرف سے بیع ہوتی ہی اوسکا شفعہ نہین

(١٢٢) قال وتسليم الاب والوصی الشفعة على الصغير جائز عند ابی حنيفة وابی یوسف وقال محمد وزفر رحمهم الله هو على شفعته اذا بلغ۔

(١٢٢) اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کی طرف سے شفعہ کو ترک کردیا تو ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک اونکا ترک کردینا صحیح ہوگا اور محمد رح اور زفر رح کے نزدیک بالغ ہوجانے کے بعد وہ نابالغ اپنے شفعہ پر قائم ہوجائیگا۔ مشائخ رح نے بیان کیا

قالوا وعلى هذا الخلاف
اذا بلغهما شراء دار بجوار
دار الصبي فلم يطلبا الشفعة و
على هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب
الشفعة في رواية كتاب الوكالة
وهو الصحيح
(١٢٣) لمحمد وزفر انه حق ثابت
للصغير فلا يملكان ابطاله كديته
وقوده ولانه شرع لدفع الضرر
فكان ابطاله اضرارا به ولهما
انه في معنى التجارة فيملكان
تركه الا ترى ان من اوجب
بيعا للصبي صح رده من الاب
والوصي ولانه دائر بين النفع و
الضرر وقد يكون النظر في
تركه ليبقى الثمن على ملكه والولاية
نظرية فيملكانه وسكوتهما كابطالهما
لكونه دليل الاعراض وهذا
اذا بيعت بمثل قيمتها۔
فان بيعت باكثر من قيمتها بما لا
يتغابن الناس فيه قيل جاز
التسليم بالاجماع لانه تمحض
نظرا وقيل لا يصح بالاتفاق لانه
لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم
كالاجنبي وان بيعت باقل من

ہکہ اگر باپ یا باپ کے وصی کو معلوم ہو کہ نابالغ کے
مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا ہے
اور وہ شفعہ کو نہ طلب کریں تو اوس میں بھی
یہی اختلاف ہے۔ اسی طرح مبسوط کی کتاب الوکالت کی صحیح
روایت کے موافق اگر طلب شفعہ کی لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل
نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس میں بھی یہی اختلاف ہے
(۱۲۳) محمد اور زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ اوس نابالغ کا ایک
حق ہے جو اُس مکان مین ثابت ہوا ہے لہذا باپ یا باپ کا وصی
اوسکو نہین باطل کرسکتا جسطرح کسی شخص پر نابالغ کے خونبہا یا
اور کوئی قصاص ہو تو باپ یا باپ کا وصی اوسکو باطل نہین کرسکتا
علاوہ برین شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اسکے باطل کردینے
مین نابالغ کی ضرر رسانی ہے اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی یہ
دلیل ہے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لین دین کرنے کو تجارت کا حکم
ہے لہذا باپ اور وصی اوسکو باطل کرسکتے ہین جسطرح کوئی شخص نابالغ
کے اوپر ایک بیع کو ثابت کردے تو باپ اور وصی اسکو رد کرسکتے ہین دوسرے
یہ کہ شفعہ کے لینے مین نفع اور ضرر دونون ہوتے ہین لہذا بعض اوقات
مین اسکا چھوڑ دینا نابالغ کے حق مین خیر خواہی ہوسکتا ہے تاکہ ثمن اوسکے
ملکیت مین داخل رہے اور باپ وغیرہ کی ولایت نظری ہے لہذا شفعہ کو ترک
کرسکتے ہین اور انکا سکوت بھی باطل کرنے کے حکم مین ہے اسلیے کہ سکوت اعراض
کی دلیل ہے مگر یہ اختلاف اوسوقت ہے کہ وہ مکان برابر قیمت سے فروخت
ہوا ہو اور اگر اسقدر زیادہ پر فروخت ہوا ہے کہ لوگ اسقدر نقصان کے
متحمل نہین ہوتے ہین تو بعض کا قول ہے کہ ایسے وقت مین باپ اور
وصی کا شفعہ کو ترک کردینا بالاتفاق صحیح ہوگا اسلیے کہ اسمین محض خیر خواہی
ہے اور بعض کا قول ہے بالاتفاق اون کا شفعہ کو ترک کردینا صحیح نہوگا
اسلیے کہ جب وہ لینے کے مجاز نہین ہین تو ترک کرنے کے بھی مجاز نہین ہین

قيمتها محاباة كثيرة فعن ابي حنيفة رہ انه لا يصح التسليم منهما ولا رواية عن ابي يوسف رہ والله اعلم

بلکہ انکو ایسے وقت میں انہیں کا حکم ہے۔ اور اگر وہ مکان رعایت کے ساتھ بہت ہی کم قیمت سے فروخت ہوا ہے تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ ان کا شفعہ کو ترک کردینا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے اسمیں کوئی روایت مروی نہیں ہے واللہ اعلم

الدر المختار فى الفقه للمفتى محمد علاء الدين الحصكفى

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

مناسبته تملك مال الغير بغير رضاه.

غصب کے بعد شفعہ کا بیان اسواسطے کیا ہے کہ شفعہ کے اندر بھی دوسرے کے مال کو بغیر اسکی رضامندی کے لے لیتا ہے

(١) هى لغة الضم وشرعا تمليك البقعة جبرا على المشترى بما قام عليه بمثله لو مثليا والا فبقيمته

(١) لغت میں شفعہ کا لفظ وصل کے معنی میں آتا ہے اور شرع میں ایک فروخت شدہ جایداد کا اگر ثمن مثلی ہے تو مثل دیکر ورنہ اوس کی قیمت دیکر مشتری سے جبرا لے لینے کا نام شفعہ ہے۔

(٢) وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشترى بشركة او جوار.

(٢) شفعہ کا سبب اصل میں شفیع کی ملکیت کا مشتری کے ملکیت سے متصل ہونا ہے خواہ شرکت کے طور پر یا جوار کے طور پر

(٣) وشرطها ان يكون المحل عقارا سفلا كان او علوا وان لم يكن طريقه فى السفل لانه التحق بالعقار بما له من حق القرار درر قلت

(٣) شفعہ کے اندر عقار کا ہونا شرط ہے اور جسطرح سے نیچے کا مکان عقار ہے اسیطرح بالاخانہ کو بھی عقار کا حکم ہے اگرچہ اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں ہوکر نہ ہو اسواسطے کہ بالاخانہ کو چونکہ نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہذا وہ بھی ایک غیر منقول

واما ما جزم بہ ابن الکمال فی اول باب ما ھی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فرد ہ شیخنا الرملی وافتی بعد مہاتہا للبزازیۃ وغیرہا فلیحفظ۔

چیز ہے اور ابن کمال نے جو یہ بات بیان کی ہو کہ اگر ایک مکان کی دیواریں مع حق قرار کے فروخت کیجائیں تو انکو عقار کا حکم ہو جاتا ہو تو شیخ رملی نے اس قول کا رد کیا ہو اور بزازیہ وغیرہ کے موافق اسبارہ کا فتوی دیا ہے کہ انکو عقار کا حکم نہیں ہوتا۔

(۴) ورکنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببہا وشرطہا۔

(۴) شفعہ کا سبب اور شرط پائے جانے کے بعد بائع یا مشتری سے شفیع کو مکان کا لے لینا شفعہ کا رکن ہے۔

(۵) وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین۔

(۵) شفعہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اوسکا سبب پایا جائے تو طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہو اگرچہ برس گذر جائیں۔

(۶) وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ شراء مبتدأ فیثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیۃ وعیب۔

(۶) بذریعہ شفعہ کے کسی چیز کا لینا مستقل طور پر خریدنے کے بمنزلہ ہوتا ہے اور جو احکام خریدنے میں ثابت ہوتے ہیں وہ سب شفعہ میں بھی ثابت ہوتے ہیں مثلاً خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ۔

(۷) تجب لہ لا علیہ بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالك کما بان ای بخیار المشتری وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب المواثبۃ فلا تبطل بعدہ وتملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملك الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو۔

(۷) بیع کے بعد ایک شخص کا شفعہ دوسرے پر ثابت ہو جاتا ہو اگرچہ یہ بیع فاسد ہو جس میں مالک کا حق زائل ہو گیا ہو یا اس بیع میں مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اور طلب مواثبت سے شفعہ قائم ہو جاتا ہو اور اگر یہ طلب نہ پائی جائے تو باطل ہو جاتا ہے اور شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ قاضی اوسکے لیئے مکان کا حکم دیدے یا باہمی رضامندی سے مدعی علیہ مکان کو اوسکے حوالہ کر دے۔

(۸) بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعی۔

(۸) اگر ایک مکان بہت سے لوگ مختلف حصوں کے شریک ہوں اور ایک شخص اپنا حصہ فروخت کر دے تو حنفیہ کے نزدیک سب شرکا یہ حق شفعہ میں

(٩) للخليط تجب في نفس المبيع ثم ان لم يكن او سلم له في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب والطريق خاصين۔

(٩) سب سے پہلے وہ شخص شفعہ کا مستحق ہوتا ہے جو نفس عقار کے اندر شریک ہو اگر وہ نہو یا شفعہ کو ترک کر دے تو وہ شخص مستحق ہوگا جو عقار کے حق میں شریک ہے یعنے عقار سے اوسنے اپنا حصہ تقسیم کر لیا ہے مگر صرف حق میں اوسکا حصہ باقی ہے مثلاً آبپاشی کا حق یا راستہ چلنے کا حق بشرطیکہ یہ دونوں خاص ہوں۔

(١٠) ثم فسر ذلك بقوله كشرب نهر صغير لا تجري فيه السفن وطريق لا ينفذ فلو عامين لا شفعة بهما بيانه شرب نهر مشترك بين قوم تسقى اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما فالمسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط۔

(١٠) شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جس میں کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے بند راستہ مراد ہے انمیں شرکت حاصل ہونے سے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونوں خاص نہوں بلکہ عام ہوں تو حق شفعہ نہیں ثابت ہوتا مثلاً ایک نہر کے آبپاشی میں لوگ شریک ہیں اور اپنی اراضیات کو اس نہر سے پانی دیتے ہیں تو ہر ایک شریک کو حق شفعہ ہوگا اور اگر یہ نہر بڑی ہے جسمیں کشتیاں چل سکتی ہیں تو صرف فروخت شدہ اراضی کے جار کو حق شفعہ ہوگا۔

(١١) ثم لجار ملاصق ولو ذميا او ماذونا او مكاتبا بابه في سكة اخرى وظهر الدار لظهرها فلو بابه في تلك السكة فهو خليط كما مر۔

(١١) شریک فی العقار اور شریک فی حق العقار کے بعد جار ملاصق کو حق شفعہ ہوتا ہے اگرچہ وہ ذمی یا غلام ماذون یا مکاتب ہو اور جار ملاصق وہ شخص ہے جسکی مکان کی پشت بائع کے مکان سے ملی ہوئی ہے اور اسکا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے اسلیے کہ اگر اوسی کوچہ میں اسکا دروازہ ہوگا تو وہ شریک فی حق العقار شمار کیا جائیگا

(١٢) وواضع جذوع على حائط وشريك في خشبة عليه جار ولو في نفس الجدار فشريك ملتقى قلت لكن قال المصنف ولو كان بعض الجيران شريكا في الجدار لا يتقدم على غيره من

(١٢) اگر ایک شخص کی کڑیاں دوسرے کے مکان کی دیوار پہ رکھی ہوئی ہیں یا یہ شخص صرف ان کڑیوں کے اندر شریک ہے تو یہ شخص اوس مکان کا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ جوار کی وجہ سے اسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دیوار کے اندر شرکت ہے تو مکان کے اندر شریک سمجھا جائیگا میں کہتا ہوں مگر مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ اگر ایک جار مکان کی دیوار کے اندر شریک ہو

الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة وفى شرح المجمع
(۱۳) وكذا الجار المقابل فى السكة الغير النافذة الشفعة بخلاف النافذة۔

تو اس کو اور لوگوں پر جو اوس مکان کے جار ہیں کچھ تقدم ہوگا اسواسطے کہ صرف عمارت میں شریک ہونے سے شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا جبتک کہ زمین میں بھی شریک ہو۔
(۱۳) اگر ایک کوچہ سربستہ ہے تو جار مقابل کو بھی حق شفعہ ہوتا ہے اور غیر سربستہ میں نہیں ہوتا۔

* * * * *

(۱۴) اسقط بعضهم حقه من الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقى اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقى اخذ نصيب التارك لانه بالقضاء قطع حق كل واحد منهم فى نصيب الآخر بيلعى۔

(۱۴) اگر شفعہ کے اندر کئی شخص شریک تھے اور ایک شخص نے اپنا حق چھوڑ دیا باوجودیکہ قاضی نے اُنکو شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو باقی شرکا کو یہ استحقاق نہوگا کہ اس چھوڑنے والے کا حق بھی لے لیں اسلیے کہ قاضی کے حکم دینے سے ہر ایک کا حق دوسرے کے حق سے منقطع ہوگیا۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے ایک شخص نے شفعہ کو ترک کردیا تو باقی شرکا اوسکے حق کو بھی لے سکتے ہیں۔

(۱۵) ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين فى الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا يؤخر بالشك وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها ثم اذا حضر وطلب قضى له بها فلو مثل الاول قضى له بنصفه ولو فوقه فبكله ولو دونه منعه خلاصة۔

(۱۵) اگر ایک مکان کے شفعہ میں کئی شخص شریک ہیں جنمیں سے کچھ غائب اور کچھ حاضر ہیں تو ان حاضرین کے لیے کُل مکان میں شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے وہ غایب اپنے شفعہ کو نہ طلب کرے لہذا صرف احتمال سے حاضرین کے حق میں تاخیر نہ کیجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک شفیع غائب ہے اور حاضر نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو اُسوقت کل شفعہ کا اوسکے لیے حکم دیدیا جائیگا بعد ازان اگر اُس غائب نے حاضر ہوکر شفعہ کی درخواست کی تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا جائیگا مگر وہ دوسرا اگر پہلے شفیع کے مثل ہے تو نصف مکان کا اُسکو حکم دیا جائیگا اور اگر اوس سے اعلی درجہ کا ہے تو کل مکان کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُس سے ادنی درجہ کا ہے تو شفعہ سے

(۱۶) اسقط الشفيع الشفعة قبل قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع۔

(۱۶) اگر مکان ہنوز فروخت نہیں ہوا تھا کہ شفیع اپنے شفعہ سے دست بردار ہوگیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ ابھی شفعہ کی شرط (یعنے بیع) نہیں پائی گئی۔

(۱۷) اراد الشفيع اخذ البعض وترك الباقى لم يملك ذلك جبرا على المشترى لضرر تفريق الصفقة۔

(۱۷) اگر شفیع اسبات کا قصد کرے کہ مکان کا ایک حصہ لے لون اور باقی کو ترک کر دون تو مشتری کے بغیر رضامندی کے ایسا نہین کر سکتا ہے اسلیے کہ اوس بیع کے متفرق کرنے مین مشتری کو ضرر ہے۔

(۱۸) ولو جعل بعض الشفعاء نصيبه لبعض لم يصح وسقط حقه به لاعراضه ويقسم بين البقية بل لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه يستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرط صحتها ان يطلب الكل كما بسطه الزيلعى فليحفظ۔ بحر

(۱۸) اگر ایک مکان کے شفعہ مین بہت سے لوگ شریک ہین جنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے ایک شریک کو دیدیا تو صحیح نہوگا مگر دینے والے کا حق اعراض کرنے کی وجہ سے ساقط ہو جائیگا اور باقی سب شریکون پر اسکا حصہ تقسیم ہو جائیگا بلکہ اگر مکان کے شفعہ مین دو شخص شریک ہین اور ایک نے اپنے حق کے موافق نصف مکان مین شفعہ چاہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کے صحیح ہونے مین کل مکان کا طلب کرنا شرط ہے چنانچہ زیلعی نے اسکی تفصیل بیان کی ہے

(۱۹) وصح بيع دور مكة فتجب الشفعة فيها وعليه الفتوى اشباه قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولى وقد مناه فليحفظ لكنه يكره وسنحققه فى الحظر

(۱۹) مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع بھی صحیح ہوتی ہے اور اونمین بھی شفعہ ثابت ہوتا ہے مفتی بہ قول یہی ہے مین کہتا ہون اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اونکو کرایہ پر اوٹھانا بطریق اولی صحیح ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین مگر مکروہ ہے۔ کتاب الحظر والاباحۃ مین ہم اس کا بیان عنقریب تحقیق کے ساتھ کرینگے۔

(۲۰) وفيها يصح الطلب من وكيل الشراء ان لم يسلم الى موكله وان سلم لا وبطلت هو المختار۔

(۲۰) اگر ایک شخص نے کالۂ دوسرے کے لیے مکان خریدا تو شفیع اس وکیل پر شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ مکان ہنوز موکل کے قبضہ مین اوس نے نہ دیا ہو اور اگر موکل کے قبضہ مین پہونچ گیا ہے تو وکیل پر

(۲۱) ولا شفعة فى الوقف ولا له نوازل ولا بجواره شرح مجمع وخانية خلافا للخلاصة والبزازية ولعل لا ساقطة قاله المصنف قلت وحمل شيخنا الرملى الاول على الاخذ به والثانى

(۲۱) اگر کوئی شخص اپنا مکان وقف کر دے تو اوسمین شفعہ نہوگا اسیطرح اگر مکان موقوفہ کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو وقف کرنے والیکو اوسمین شفعہ نہوگا لیکن خلاصہ اور بزازیہ مین اسکے خلاف بیان کیا ہے مگر غالبًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہین کا کلمہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ خلاف ہو گیا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے

على اخذه بنفسه اذا بيع ففي القبض
حق الشفعة يبتنى على صحة البيع
انتهى فتفاده ان ما لا يملك من
الوقف بحال لا شفعة فيه
وما يملك بحال ففيه الشفعة
واما اذا بيع بجواره او كان
بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا
وبيع الملك فلا شفعة للوقف
والله اعلم۔

مین کہتا ہون ہمارے شیخ رملی نے لا له کے یہ معنے کیے ہین
لا له یعنے وقف کے ذریعہ سے شفعہ نہین ہوسکتا و لا بجوارہ
یعنے وقف کا مکان اگر فروخت ہو تو اسکو بذریعہ شفعہ کے جار نہین
لے سکتا کہ وقف کے اندر حق شفعہ بیع کے صحیح ہونے پر موقوف
ہی انتہی اسکا حاصل یہ ہے کہ جو وقف کسی حال مین مملوک نہو سکے
اسمین شفعہ نہین ہی اور جو کسی حال مین مملوک ہوسکتا ہی اسمین
شفعہ ثابت ہوتا ہی۔ اور اگر مکان موقوفہ کے جوار مین کوئی مکان
فروخت ہو یا ایک مکان کا نصف مملوک اور نصف موقوف ہو
اور وہ مملوک حصہ فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو شفعہ نہوگا واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

طلب شفعہ کا بیان

(٢٢) ويطلبها الشفيع في مجلس
علمه من مشتر او رسوله او عدل
او عدد بالبيع وان امتد المجلس
كالمخيرة هو الاصح درر وعليه
المتون خلافا لما في جواهر
الفتاوى انه على الفور وعليه
الفتوى۔

(٢٢) جس جلسہ مین شفیع کو مشتری یا اسکے قاصد یا و کسی ایک
پرہیزگار مرد یا معمولی دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد کی زبانی بیع کا
حال معلوم ہو تو اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ
جلسہ بہت دیر تک ہو جسطرح مخیرہ کو اخیر جلسہ تک اختیار ہوتا ہے
قول صحیح یہی ہے اور متون کے اندر یہی مذکور ہی مگر جواہر الفتاوی مین
بیان کیا ہی کہ فی الفور طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اسی پر
فتوی ہے۔

(٢٣) بلفظ يفهم طلبها كطلبت
الشفعة ونحوه كانا طالبها
او اطلبها وهو يسمى طلب المواثبة
اي المبادرة والاشهاد فيه ليس
بلازم بل لمخافة الجحود۔

(٢٣) شفیع کو طلب شفعہ ان الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیے جن سے
شفعہ کی طلب مفہوم ہوسکے مثلا مین نے شفعہ کو طلب کیا یا مین شفعہ کا
طالب ہون یا شفعہ کو طلب کرتا ہون اور اسکو طلب مواثبت کہتے ہین اسلیئے
کہ مواثبت مبادرت اور سرعت کے معنے مین ہی اور طلب مواثبت کے اندر لوگون کو
گواہ کرنا صرف اسلیے مناسب ہوتا ہی کہ مدعی علیہ انکار نہ کرسکے مگر ضروری نہین ہوتا

(٢٤) ثم يشهد على البائع
لو العقار في يده او على المشتري

(٢٤) طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد جس کو طلب تقریر بھی
کہتے ہین کرنا چاہیے یعنے بائع یا مشتری یا عقار کے پاس جاکر لوگون کو اپنے

وان لم يكن ذا يد لانه مالك او عند العقار.

طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے مگر بائع کے پاس طلب اشہاد کرنے میں شرط ہے کہ اس وقت تک مکان پر بائع کا قبضہ ہو اور مشتری کے اندر قبضہ کا ہونا شرط نہیں ہے (سواسطے کہ وہ تو مالک ہے)

(٢٥) فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب الاشهاد ويسمى طلب التقرير.

(٢٥) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریق ہے کہ لوگوں سے کہے کہ فلاں شخص نے فلاں مکان خریدا ہے اور میں اسمیں شفیع ہوں اور طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں تم لوگ اسبات کے گواہ رہو۔

(٢٦) وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وان لم يتمكن منه لا تبطل.

(٢٦) شفعہ کے اندر طلب اشہاد کا ہونا بھی ضروری ہے حتی کہ اگر شفیع کسی طور پر خواہ بذریعہ خط کے یا قاصد کے ذریعہ سے ہو طلب اشہاد کر سکتا ہو؟ مگر اوس نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی صورت سے طلب نہیں کر سکتا ہے تو باطل نہو گا۔

(٢٧) ولو اشهد في طلب المواثبة عند احد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين.

(٢٧) اگر بیع کے مقام پر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری یا مکان کے پاس اوسنے طلب مواثبت پر لوگونکو گواہ کر دیا تو اب اوسکو دوبارہ طلب اشہاد کی ضرورت نہ رہیگی

(٢٨) ثم بعد هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا الى لو قال بسبب كذا كما في الملتقى لتشمل الشريك في نفس المبيع فمره ليسلم الدار الي هذا لو قبضها المشتري وطلب الخصومة لا يتوقف عليه وهو يسمى طلب تمليك وخصومة

(٢٨) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد قاضی کے روبرو شفیع کو اسطرح پر شفعہ کی درخواست کرنا چاہیے کہ فلاں شخص نے فلاں مکان خریدا ہے اور میں بذریعہ اپنے فلاں مکان کے اسکا شفیع ہوں یا فلاں سبب سے اسکا شفیع ہوں لہذا تو مشتری کو حکم دیجے کہ وہ مکان کو میرے حوالہ کرے مگر یہ اسوقت ہوگا کہ وہ مکان مشتری کے قبضہ میں آگیا ہو لیکن یہ طلب اسکے اوپر موقوف نہیں ہے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں۔

(٢٩) وبتاخيره مطلقا بعذر وبغيره شهرا او اكثر لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو

(٢٩) اگر طلب تملیک میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر خواہ ایک مہینہ تک یا زیادہ تو اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک خود زبان سے شفعہ کو ترک نہ کرے۔

ظاهر المذهب وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا في الملتقى يعني دفعا للضرر قلنا دفعه برفعه للقاضي ليأمره بالاخذ او الترك۔

اسی پر فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور بعض کے نزدیک محمد رح کے قول پر فتوی ہے کہ اگر بلا عذر ایک مہینہ تک تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ مشتری کا اسمیں ضرر ہے ہم کہتے ہیں یہ ضرر اسطرح دفع ہو سکتا ہے کہ مشتری قاضی کے روبرو چارہ جوئی کرے کہ قاضی شفیع کو مکان کے لینے یا شفعہ سے دست بردار ہونے کا حکم دیدے۔

(۳۰) واذا طلب الشفيع سأل القاضي الخصم عن مالكية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها اي بملكية ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء هل اشتريت ام لا فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل في شفعة الخليط او على السبب في شفعة الجوار بخلاف الشافعي كما مر في كتاب الدعوى او برهن الشفيع قضى له بها هذا اذا لم ينكر المشتري طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بيمينه ابن كمال۔

(۳۰) جبوقت شفیع قاضی کے روبرو شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ شفیع دعوی کرتا ہے وہ اس مکان کا مالک ہے یا نہیں اگر مدعی علیہ نے شفیع کی ملکیت کا اقرار کر لیا یا مالکیت کا انکار کرنے کے بعد اپنے علم کے موافق حلف کرنے سے بھی انکار کیا یا شفیع نے اپنے مالکیت کے گواہ پیش کر دئے تو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے مکان کو خریدا ہے یا نہیں اگر خریدنے کا اقرار کر لیا یا (شریک کے شفعہ کی صورت میں) منکر ہو کر حاصل پر حلف کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دیے (یا شفعہ بالجوار کی صورت میں سبب پر) حلف کرنے سے انکار کیا تو اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا بخلاف شافعی رح کے۔ مگر یہ اسوقت ہے کہ مشتری شفیع کے طلب شفعہ کرنے سے انکار نہ کرے اور اگر انکار کیا تو قسم لیکر اوسکا قول مقبول ہو جائیگا۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(۳۱) وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار ليقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اي بعد القضاء وامّا قبله فتبطل عند محمد لعدم التاكد كذا ذكره الزيلعي اذا الثمن

(۳۱) دعوے کے وقت شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بغیر حاضر کیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا مگر حکم دینے کے بعد ثمن کا موجود کرنا ضروری ہے اور مشتری ثمن کے وصول پانے تک مکان کو روک سکتا ہے اور اگر قاضی نے شفیع کو ادائے ثمن کا حکم دیا اور پھر اوس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل نہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دے چکا ہو اور اگر ہنوز حکم نہیں دیا تھا

فاخر لم تبطل شفعته

توتحمد رحمہ کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسلیئے کہ ہنوز اسکو استحکام نہین ہوا تھا۔

(۳۲) والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم الاول بملکه والثانی بیده ابن کمال ولکن لا تسمع البینة علیه حتی یحضر المشتری لانه المالك ویفسخ بحضوره ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملك والید عنه ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعة والعهدة لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعهدة علی المشتری لو بعده لما مر

(۳۲) مشتری سے توبہرحال شفیع دعوی کرسکتا ہی اسلیئے کہ وہ مکان کا مالک ہی اور اگر بائع نے ہنوز مکان کو مشتری کے قبضہ مین نہین دیا ہی تو بائع کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شفیع اوسپر بھی دعوی کرسکتا ہی مگر جبتک مشتری بھی بائع کے ساتھ حاضر نہوگا شفیع کے گواہ مشتری کے اوپر مسموع نہونگے اسلیئے کہ مالک وہی ہی اور اوسیکے روبرو بیع کو قاضی فسخ کریگا اور شفیع کے پیے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہی تو قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچہ ضرورت نہین ہی اسلیئے کہ اسکا نہ قبضہ ہی نہ اوسکی ملک ہی اور اگر شفیع نے ثمن کو ادا کرکے مکان لے لیا بعد ازان مکان مین کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کا قبضہ نہونے کی صورت مین بائع ذمہ دار ہوگا اور قبضہ ہوجانے کی صورت مین مشتری ذمہ دار ہوگا۔

(۳۳) للشفیع خیار الرؤیة والعیب وان شرط المشتری البراءة منه دون خیار الشرط والاجل اختیار

(۳۳) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہی اگرچہ مشتری سے بائع نے عیب سے بری ہونے کی شرط کرلی ہو مگر شفیع کو خیار شرط اور خیار اجل ثابت نہین ہوتا۔

* * * * *

(۳۴) وفی الاشباه الشفعة بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبار

(۳۴) اشباہ مین مذکور ہی کہ تمام احکام کے اندر شفعہ کو بیع کا حکم ہی بجز اوس صورت کے کہ بیع کے اندر فریب کی حالتمین بائع کرتا اوان دینا پڑتا ہی اور شفعہ کے اندر نہین دینا پڑتا اسلیئے کہ شفیع جبرا مکان کا مالک ہوتا ہی۔

(۳۵) وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضة والثمن منقود صدق المشتری بیمینه لانه منکر ولا یتحالفان وان برهنا فالشفیع احق لان بینته ملزمة۔

(۳۵) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور مکان مشتری کے قبضہ مین آچکا اور وہ ثمن ادا کرچکا ہی تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسلیئے کہ وہ منکر ہی اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کردئے تو شفیع کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیئے کہ اونسے ایک کا حق دوسرے کے اوپر ثابت ہوتا ہی۔

(۳۶) ادعی المشتری ثمنا وادعی

(۳۶) مشتری کہتا ہی مین نے یہ مکان سو روپیہ کو خریدا ہی اور بائع

بائعه اقل منه بلا قبضه فالقول له ای للبائع ومع قبضه للمشتری ولو عکسا فبعد قبضه القول للمشتری وقبله یتحالفان وای نکل اعتبر قول صاحبه وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی۔

کہتا ہے میں نے پچاس کو فروخت کیا ہے مگر ہنوز مکان پر اوسکا قبضہ نہیں ہوا ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ ہوگیا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر اوسکے برعکس صورت ہے یعنے مشتری پچاس کا اور بائع سو کا مدعی ہے اور مشتری کا قبضہ ہوگیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ نہیں ہوا تھا تو دونوں سے حلف لیا جائیگا اور جو شخص حلف سے انکار کریگا اوس سے دوسرے کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں سے حلف کر لیا تو بیع فسخ کر دیجائیگی اور بائع کے قول کے موافق شفیع مکان کو لیگا۔

(۳۷) وحط البعض یظهر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا هبة البعض الا اذا کانت بعد القبض اشباہ۔

(۳۷) اگر بائع نے مشتری کے حق میں ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق میں بھی کمی ہو جائیگی اور اوسی کمی کے ساتھ مکان کو شفیع لیگا اسیطرح اگر بائع مشتری کے لیے کچھ ثمن ہبہ کر دے تو شفیع کے حق میں کمی ہو جائیگی مگر وصول کرنے کے بعد اگر کچھ ثمن ہبہ کیا ہے تو کمی نہوگی۔

(۳۸) وحط الکل والزیادة لا فیاخذ بکل المسمی ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الاخیر ولو علم انه شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائة فله الشفعة کما لو باعه بالف فسلم ثم زاد البائع له جاریة او متاعا قنیه۔

(۳۸) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا یا مشتری نے کچھ ثمن اپنی طرف سے بڑہا دیا تو شفیع کے اعتبار سے اس کا لحاظ نہ کیا جائیگا بلکہ پورا ثمن دینا پڑیگا اور اگر بائع نے اولا نصف ثمن کی کمی کر کے بعد ازاں باقی نصف کو بھی چھوڑ دیا تو اخیر نصف ثمن سے شفیع مکان کو لے لیگا۔ اور اگر شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ وہ مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازاں بائع نے سو روپیہ کی کمی کر دی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا جسطرح بائع نے وہ مکان ہزار کو فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ نہ کیا بعد ازاں بائع نے مکان کے ساتھ ایک

(۳۹) وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثله وفی الشراء القیمی بالقیمة ای یوم الشراء ففی بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمة الاخر

(۳۹) اگر کوئی مکان مثلی چیز کے ساتھ فروخت ہوا اگرچہ وہ چیز حکما مثلی ہو جسطرح مسلمان کے حق میں شراب کا حکم ہے تو اس صورت میں شفیع کو مکان کے بدلے میں مثل دینا پڑیگا اور اگر قیمتی چیز کے ساتھ فروخت ہوا ہے تو خریدنے کے وقت کی قیمت دینا پڑیگی اور اگر ایک مکان بعوض دوسرے مکان کے فروخت ہوا تو ہر ایک مکان کا شفیع اوس مکان کو دوسرے مکان کی قیمت دیکر لے لیگا۔

(۴۰) وفی الشراء بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال واخذ بعد الاجل ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال ولو سکت عنه فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابی یوسف۔

(۴۰) اگر ایک مکان ثمن مؤجل سے فروخت ہوا تو شفیع نے الحال ثمن دیکر مکان کو لے سکتا ہی یا اسکو چاہیے کہ طلب شفعہ تو فی الحال کرے مگر مدت گذرنے کے بعد مکان کو بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر اوس نے فی الحال ثمن دیکر مکان کو لیلیا تو مشتری کو فی الحال بائع کے یہ ثمن ادا کرنا پڑیگا اور اگر شفیع نے طلب شفعہ سے سکوت کیا اور اوس مدت تک انتظار کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف ابو یوسف رح کے۔

* * * * *

(۴۱) ویاخذ بمثل الخمر وقیمة الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعة ابن کمال معزیا للمبسوط ویاخذ بقیمتها لما مر لو کان الشفیع مسلما لمنعه عن تملیکها وتملکها ثم قیمة الخنزیر هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزیر فلذا لا یحرم تملیکها بخلاف المرور علی العاشر۔ وطریق معرفة قیمة الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیه فالقول للمشتری عنایه۔

(۴۱) اگر بائع اور مشتری اور شفیع ذمی لوگ ہین اور مکان کی بیع شراب یا خنزیر سے ہوئی ہی تو شفیع کو شراب کے بدلہ مین شراب اور خنزیر کے بدلہ مین اوسکی قیمت دینی پڑیگی اور اس صورت مین بائع کا ذمی ہونا ضروری ہی اسلیے کہ اگر وہ مسلمان ہو تو بیع صحیح نہوگی اور شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شفیع مسلمان شخص ہو تو دونون کے بدلہ اسکو قیمت ہی دینا پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان شراب اور خنزیر کا مالک نہین کرسکتا مگر اسجگہ خنزیر کی قیمت مکان کے قائم مقام سمجھی جائیگی خنزیر کے قائم مقام نہ سمجھی جائیگی واہذا دوسرے کا اسکو مالک بنا سکتا ہی بخلاف اوس صورت کے کہ ایک مسلمان نصاب کے قدر خنزیر لیکر عاشر کی طرف گذرے کہ اس مسلمان سے خنزیر کی قیمت مین سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر کافر ہو تو اوس سے لیا جائیگا۔ اور شراب یا خنزیر کی قیمت کا اندازہ کسی ذمی سے کرایا جائیگا جو مسلمان ہو گیا ہو یا کسی فاسق سے جس نے توبہ کرلی ہو اور اگر قیمت کے اندر اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۴۲) ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمة البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب

(۴۲) اگر مشتری نے اراضی کے اندر درخت لگالیے یا عمارت بنالی تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیلے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت اندازہ کیجاے جسطرح غصب کے اندر بیان

(۴۳) قلت واما لو دهنها بالوان كثيرة اوطلاها بجص كثير خير الشفيع بين تركها او اخذها واعطاء ما زاد الصبغ فيها لتعذر نقضه ولا قيمة لنقضه بخلاف البناء حاوى الزاهدى وسيجئ۔

(۴۳) میں کہتا ہوں اگر مشتری نے ایک مکان خرید کر بہت سی لاگت لگا کر اوسپر قلعی وغیرہ یا اوسکی استرکاری کرلی تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ شفعہ چھوڑ دے خواہ اوسکے ثمن میں اسقدر دام زیادہ کردے جتنی اوسکی لاگت میں صرف ہوئے ہیں اسلئے کہ اس قلعی اور صالح وغیرہ کا دیواروں پرسے چھوٹنا دشوار ہے اور چھوٹا لینے کے بعد اوسکے لیے کچھ بقدر قیمت نہیں ہوتی بخلاف عمارت وغیرہ کے

(۴۴) لو بنى المشترى او غرس او كلف الشفيع المشترى قلعهما الا اذا كان فى القلع نقصان الارض فان الشفيع له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوعة غير ثابتة قهستانى۔

(۴۴) اگر مشتری نے اراضی کے اندر عمارت بنالی یا درخت لگالیے اور اوسکے اوکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہے تو شفیع ثمن کے ساتھ درختوں اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیسکتا ہے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اوسکی قیمت ہوتی ہے + +

\+ + + + + +

(۴۵) وعن الثانى ان شاء اخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الشافعى ومالك قلنا هى فيما لغيره فيه حق اقوى ولذا تقدم عليه فينقضه كما ينقض الشفيع جميع تصرفات المشترى حتى الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زيلعى ودرر اهدى۔

(۴۵) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جس صورت میں مشتری نے عمارت وغیرہ بنالی ہو تو شفیع کو صرف یہ اختیار رہتا ہے کہ ثمن کے ساتھ عمارت وغیرہ کی قیمت دیکر اوسکو لے یا شفعہ کو ترک کردے امام شافعی رح اور امام مالک رح کا قول بھی یہی ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ مشتری نے یہ عمارت وغیرہ ایسی اراضی میں بنائی ہے جسمیں دوسرے کا حق مقدم ہے لہذا اوسکو تقدم ہے اسواسطے اوسکا تصرف باطل ہوجائیگا جسطرح اوسکے تمام تصرفات جیسے کہ وقف کرنا یا مسجد یا مقبرہ بنانا یا ہبہ کرنا باطل ہوجاتا ہے۔

(۴۶) واما الزرع فلا القلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر۔

(۴۶) اگر مشتری نے اوس زمین میں کھیتی کرلی تو استحسان کے طور پر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ شفیع اوسکو نہ اوکھاڑے اسلیے کہ اول تو وہ ایک خاص مدت تک رہتے ہیں علاوہ برین شفیع کو اوسکی اجرت ملجائیگی۔

(۴۷) ورجع الشفيع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنى او غرس ثم استحقت ولا يرجع بقيمة البناء

(۴۷) اگر شفیع نے شفعہ کے ذریعہ سے ایک زمین لیکر اوس میں عمارت وغیرہ بنالی بعد ازاں زمین میں کسی کا حق برآمد ہوا تو اپنے مدعی علیہ سے فقط ثمن واپس لے سکتا ہے اور عمارت وغیرہ کی قیمت

والغرس على احد لانه ليس بمغرور بخلاف المشتري۔

کسی سے نہیں لے سکتا اسلیے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا ہے بخلاف مشتری کے کہ اسکو دہوکا ہو سکتا ہی۔

(٤٨) ويأخذ بكل الثمن ان خربت الدار او جفت الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن يقابل الاصل لا الوصف وهذا اذا لم يبق شئ من نقض او خشب فلو بقي واخذه المشتري لانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ زيلعي۔

(٤٨) اگر خرید شدہ مکان خودبخود منہدم ہوگیا یا باغ کے درخت خودبخود خشک ہوگئے تو شفیع کو پورا ثمن دینا پڑیگا کم نہیں دے سکتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ثمن اصل مبیع کے مقابل ہوتا ہے وصف کے مقابل نہیں ہوتا مگر یہ اوسوقت ہی کہ مکان کا ملبہ اور درختوں کی لکڑی نہ باقی رہی ہو اور اگر باقی ہو اور مشتری نے زمین سے جدا ہونے کے بعد اوسکو لے لیا ہو تو وہ زمین کے تابع نہ رہیگا اور بقدر اوسکے ثمن مین کمی کردیجائیگی مگر اوس ثمن کو مکان کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت تھی اور ملبہ کی اوس قیمت پر جو لیتے وقت ہے تقسیم کرینگے اور اوسکے حساب سے کمی کردیجائیگی۔

* * * *

(٤٩) قلت فلو لم يأخذه المشتري كان هلك بعد انفصاله لم يسقط شئ من الثمن لعدم حبسه اذ هو من التوابع والتوابع لا يقابلها شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة الى الشفيع فقد هلك ما دخل تبعا قبل القبض ولا يسقط بمثله شئ من الثمن فاله شيخنا۔

(٤٩) اگر مکان خودبخود منہدم ہوگیا یا درخت خودبخود خشک ہوگئے اور زمین سے جدا ہوجانے کے بعد شفیع نے اونکو نہیں لیا مثلا وہ خود ہلاک ہوگئے تو ثمن مین سے شفیع کے حق مین کچھ کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ شفیع نے انکو نہیں روکا پس وہ توابع مین سے ہونگے اور توابع کے مقابل مین ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہی اور شفعہ کے ذریعہ سے لینے مین یہ بیع شفیع کی طرف منتقل ہوگئی اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز جو بالتبع بیع کے اندر داخل ہوی تھی ہلاک ہوگئی اور ایسے وقت مین ثمن مین کچھ کمی نہیں ہوتی ہے شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

(٥٠) بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حيث يسقط من الثمن حصته لان الفائت بعض الاصل زيلعي

(٥٠) اگر زمین کا ایک حصہ دریا برد ہوکر تلف ہوگیا تو بقدر اوس کے شفیع کے حق مین ثمن کم ہوجائیگا اسلیے کہ یہان اصل مبیع کا حصہ فوت ہوگیا۔

* * * * *

(۵۱) ویاخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتری البناء لانه قصد الاتلاف وفی الارض الآفة سماویة ویقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد بخلاف انهدامه کما لتقومه بالحبس۔

(۵۱) اگر مشتری نے مکان کو خود منہدم کردیا تو صرف زمین کے قدر ثمن ادا کرکے شفیع لے لیگا اسلیے کہ یہان قصداً اوس نے عمارت کو تلف کیا ہی اور دریا برد ہو جانے کی صورت مین اسکا کچھ اختیار نہین تھا بلکہ وہ آفت سماوی تھی مگر اس صورت مین ثمن کو زمین اور عمارت کی اوس قیمت پر تقسیم کرینگے جو عقد کے زمانہ مین اوسکی قیمت ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود منہدم ہو جائے اسلیے کہ روکنے سے اوسکی قیمت ہو جاتی ہے۔

(۵۲) ونقض الاجنبی کنقضه ای المشتری۔

(۵۲) اگر کسی اجنبی شخص نے مکان کو منہدم کردیا تو اوس کو بھی مشتری کے منہدم کرنے کا حکم ہی یعنے شفیع کے حق مین ثمن کم ہو جائیگا

(۵۳) والنقض بالکسر المنقوض له ای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعیة بانفصاله ویاخذ ثمرها استحسانا لاتصاله۔

(۵۳) اگر مکان منہدم ہوگیا تو مکان کا ملبہ مشتری کو ملیگا شفیع کو نہ ملیگا اسلیے کہ زمین سے جدا ہو جانے کی وجہ سے وہ ملبہ زمین کے توابع مین سے نہین رہا گو درختون کا پھل شفیع کو استحسان کے اعتبار سے ملجائیگا اسلیے کہ درختون کے ساتھ اوسکو اتصال ہے۔

(۵۴) من ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یده وان جذه المشتری فلیس للشفیع اخذه لما مر وهلك بآفة سماویة وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن فی الاول ای شراها بثمرها وبکل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض۔

(۵۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا یا خرید نے کے بعد مشتری کے پاس درختون پر پھل آگیا اور مشتری نے اوسکو کاٹ لیا تو شفیع اوسکو نہ لےسکیگا اور اگر مع پھل کے خریدا اور آفت سماوی سے ہلاک ہوگیا تو پہلی صورت مین بقدر اوس کے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے۔

(۵۵) قضی بالشفعة للشفیع لیس له ترکها شرح وهبانیة لتحویل الصفقة الیه بخلاف ما قبل

(۵۵) جب قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب وہ شفعہ کو ترک نہین کرسکتا ہوا ہی لیے کہ اب وہ عقد شفیع کیطرف منتقل ہوگیا بخلاف اوس صورت کے کہ قاضی نے

القضاء۔

ہنوز حکم نہ دیا ہو۔

(٥٦) الطلب في بيع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا وفي هبة بعوض مشروط ولا شيوع فيهما وقت التقابض وفي بيع فضولي او بخيار بائع وقت البيع عند الثاني ووقت الاجازة عند الثالث وبخيار مشتر وقت البيع اتفاقا مجتبى۔

(٥٦) بیع فاسد کی صورت مین طلب شفعہ بالاتفاق اوس وقت کرنا چاہیے جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہو جائے اور جس ہبہ کے اندر عوض شرط کیا گیا ہو اور عوضین ایک مشترک اور غیر معین چیزین ہون تو تقابض کے بعد طلب شفعہ کرنا چاہیے اور بیع فضولی یا اوس بیع مین جسکے اندر بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہو ابو یوسف رح کے نزدیک بیع کی وقت اور امام محمد رح کے نزدیک اجازت کی وقت طلب کرنا چاہیے اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو تو بالاتفاق بیع کے وقت طلب کرنا چاہیے

(٥٧) من لم ير الشفعة بالجوار كالشافعي مثلا طلبها عند حاكم يراها يقول له هل تعتقد وجوبها ان قال نعم اعتقد ذلك حكم له بها والا يقل لا يحكم منية وبزازية

(٥٧) اگر ایک شافعی المذہب نے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہے ایسے قاضی کے روبرو شفعہ کا دعوی کیا جو اوسکا قائل ہے تو قاضی کو اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو شفعہ بالجوار کو مانتا ہے اگر اوسنے کہدیا ہان مانتا ہون تب تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائے ورنہ حکم نہ دیا جائے۔

* * * *

فروع

(٥٨) أخر الشفيع ايجاب الطلب لكون القاضي لا يراها فهو معذور وكذا لو طلب من القاضي احضاره فامتنع بخلاف سبت اليهودي كما يأتي۔

(٥٨) اگر شفیع نے طلب تملیک مین اس وجہ سے تاخیر کی کہ اوسکے شہر کا قاضی شفعہ بالجوار کا قائل نہین تھا تو شفیع معذور سمجھا جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے قاضی سے مدعی علیہ کے حاضر کرانے کی درخواست کی اور قاضی نے اوسکو حاضر نہ کرایا تو شفیع معذور ہوگا اور اگر ایک یہودی نے ہفتہ کے اندر بیع کی خبر سنکر طلب شفعہ مین تاخیر کی تو وہ معذور نہوگا

(٥٩) شرى ارضا بمائة فرفع ترابها وباعه بمائة ثم اخذها الشفيع بالشفعة اخذها بخمسين لان ثمنها يقسم على قيمة الارض يوم الشراء قبل رفع التراب وعلى

(٥٩) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسمین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو مٹی فروخت کر ڈالی بعدہ شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اوسکو لے لیا تو شفیع کو پچاس روپیہ دینا پڑینگے اسواسطے کہ اوسکا ثمن زمین کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت بغیر مٹی کے کھودوائی تھی اور اوس مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور وہ دونون برابر

قيمة التراب الذى باعه وهما سواء ولو كبسها كما كانت فالجواب لا يتفاوت ويقال للمشترى ارفع ما كبست فيها فهو مالك حاوى الزاهدى۔

ہین اور اگر اوس مٹی کو ڈال کر زمین کو بدستور سابق ہموار کر دیا تو اوسکا حکم بھی یہی ہے اور مشتری سے کہدیا جائیگا تو نے جو اسکے اندر بھرا ڈالا ہے اوسکو اوٹھا کر بیجا اسلیے کہ وہ تیرا مال ہے۔

٦٠، وفيه شرى دارا الى الحصاد فليس للشفيع ان يعجل الثمن ويأخذها بالشفعة لانه ملكها ببيع فاسد انتهى قلت وسيجئ انه لا شفعة فيما بيع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوه وجبت۔

(٦٠) حاوی زاہدی مین بیان کیا ہو اگر ایک مکان باین قرارداد خریدا کہ اسکا ثمن اوسوقت ادا کرونگا جب کھیت کٹینگے تو شفیع نے الفور ثمن ادا کر کے شفعہ کے ذریعہ سے اوسکو نہین لے سکتا ہو اسلیے کہ مشتری بیع فاسد سے اوسکا مالک ہوا ہی مگر مین کہتا ہون عنقریب یہ مسئلہ آتا ہی کہ بیع فاسد کے اندر شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ فسخ کا احتمال باقی رہتا ہو مگر عمارت وغیرہ بنالے سے اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہو۔

٦١، وفى المبسوط الهبة بشرط العوض انما تثبت الملك للموهوب له اذا قبض الكل فلو وهب دارا على عوض الف درهم فقبض احد العوضين دون الآخر ثم سلم الشفيع الشفعة فهو باطل حتى اذا قبض العوض الآخر كان له ان يأخذ الدار بالشفعة۔

(٦١) ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ اوسوقت مالک ہوتا ہو جب عوض اور معوض دونون قبضہ مین آجائین لہذا اگر بعوض ہزار روپیہ کے ایک مکان ہبہ کیا اور صرف مکان یا صرف روپیہ پر کسی کا قبضہ ہوا تھا کہ شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور جب دوسری عوض پر قبضہ ہو جائیگا تو شفیع شفعہ کے ذریعہ سے مکان کو لے لیگا۔

باب ما تثبت هى فيه او لا تثبت

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا

٦٢، لا تثبت قصدا الا فى عقار ملك بعوض خرج الهبة هو مال

٦٢ (١) ماسوا صرف عقار کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہو بشرطیکہ بعوض کسی قسم کے مال کے انسان کو عقار کی ملکیت حاصل ہو

خرج المهر وان لم يكن يقسم خلافا للشافعي كرخي اى بيت الرحى مع الرحى نهاية وحمام وبير ونهر وبيت صغير لا يمكن قسمته۔

اگرچہ وہ عقار ایسی چیز ہو جسکی تقسیم نہو سکے لہذا ہبہ کے طور پر یا مہر کے عوض مین اگر ملکیت حاصل ہو تو شفعہ ثابت نہین ہوتا اور امام شافعی رح کے نزدیک اوس عقار مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے جسکی تقسیم نہین ہو سکتی جسطرح پنچکی حمام کنواں نہر چھوٹا سا مکان۔

(٦٣) لا في عرض بالسكون ما ليس بعقار فيكون ما بعده من عطف الخاص على العام وذلك خلافا لمالك وبناء ونخل اذا بيعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فهمه ابن الكمال لمخالفته المنقول كما افاده شيخنا الرملي۔

(٦٣) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر کشتی مین امام مالک رح کا اختلاف ہے اور دیوار یا درخت مستقل طور پر فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مع حق قرار کے اوسکی بیع کیجائے مگر ابن کمال نے اسکے خلاف سمجھا ہے اسلیے کہ حق قرار کے ساتھ فروخت ہونے سے وہ منقول کے منافی ہو جائیگی چنانچہ شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

* * * * *

(٦٤) ولا في ارث وصدقة وهبة لا بعوض مشروط ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد ومهر وان قوبل ببعضها اى الدار مال لان معنى البيع تابع فيه واوجبها في حصة المال۔

(٦٤) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا اوس ہبہ کے جسمین عوض کی شرط نہو کوئی مکان ملے یا ایک مکان کو شریک آپس مین تقسیم کرین یا بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے یا بعوض ایک مکان کے بیوی اپنے خاوند سے خلع کرائے یا بعوض ایک مکان کے غلام کو آزاد کیا جائے یا قاتل مقتول کے وارثون کو ایک مکان دیکر صلح کرے یا ایک مکان مہر قرار دیا جائے تو ان مکانات مین شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مکان کے ایک حصہ کے عوض مین کچھ مال دیا جائے

(٦٥) اوداى بيعت بخيار البائع ولم يسقط خياره فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخيار في الصحيح وقيل عند البيع وصحح

(٦٥) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے کے بعد ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار کے ساقط ہوتے ہی طلب شفعہ پائی جائے قول صحیح یہی ہے اور بعض کے نزدیک قول صحیح یہ ہے کہ بیع کے

(٦٦) او بيعت الدار بيعا فاسدا ولم يسقط فسخه فان سقط حق فسخه كان بنى المشترى

(٦٦) اسیطرح اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جب تک فسخ کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہوگا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط

فيها تثبت الشفعة كما مر او رد بخيار
رؤية او شرط او عيب بقضاء
متعلق بالاخير فقط خلافا لما زعمه
المصنف تبعا للدرر بعد ما سلمت
اى اذا بيع وسلمت الشفعة ثم رد
المبيع بخيار رؤية او شرط كيف
ما كان او بعيب بقضاء فلا شفعة
لانه فسخ لا بيع۔

ہوگیا مثلاً مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا
اسیطرح اگر خیار رویت یا شرط کیوجہ سے یا بحکم قاضی عیب کیوجہ
ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے پہلے شفیع شفعہ کو ترک
کرچکا تھا تو شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ وہ بیع نہین ہے بلکہ پہلی بیع کا
فسخ ہے۔ درر کے موافق مصنف کا گمان یہ ہے کہ خیار رویت
اور شرط مین بھی واپس کرنے کے لیے قاضے کا
حکم چاہیے۔

* * * * *

(٦٧) بخلاف الرد بعيب بعد القبض
بلا قضاء او باقالة فان له الشفعة
لان الرد بعيب بلا قضاء والاقالة
بمنزلة بيع مبتدأ۔

(٦٧) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی عیب کی
وجہ سے مکان کو واپس کردیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے
بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ بغیر حکم قاضی
عیب کیوجہ سے واپس کرنے اور اقالہ کرنیکا بیع جدید کا حکم ہے

(٦٨) وتثبت الشفعة للعبد الماذون المستغرق بالدين
احاطة الدين برقبته وكسبه ليس
بشرط ابن كمال في مبيع
سيده۔
وتثبت لسيده في مبيعه
بناء على ان الاخذ بالشفعة
بمنزلة الشراء وشراء احدهما
من الآخر يجوز۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اسکا ایک غلام ہے جسکا
اسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام لوگون کے قرض مین
مستغرق ہے تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اسکا
دین کا دینا شرط نہین ہے کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہو اسیطرح
اگر ایسا غلام کوئی مکان فروخت کرے تو مالک کو بھی شفعہ ہوجاتا ہے اسلیے
کہ بذریعہ شفعہ کے مکان کا لینا خریدنے کے حکم مین ہے اور ایسے
غلام اور مالک کے مابین خرید فروخت ہوسکتی ہے۔

* * * * *

(٦٩) وتثبت لمن شرى اصالة او وكالة او اشترى له
بالوكالة او فائدته انه لو كان
المشترى او الموكل بالشراء شريكا
وللدار شريك آخر فلهما الشفعة
ولو هو شريكا وللدار جار فلا شفعة

(٦٩) اگر ایک شخص اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدے
یا دوسرے کو وکیل کرکے خریدے تو اسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور
نتیجہ یہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اوس مکان کے اندر شریک ہے
اور اوس مکان مین ایک شریک اور ہو تو ان دونون کا شفعہ
ثابت رہیگا اور اگر شریک فقط یہی ہے مگر ایک شخص اوس کا

للجار مع وجوده۔

جار بھی ہو تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہوگا۔

(۷۰) لاشفعة لمن باع اصالة او وكالة او بيع له اى وكل بالبيع او ضمن الدرك والاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لا فيها۔

(۷۰) اگر اصالةً یا وکالةً ایک مکان کو فروخت کیا یا کسی دوسرے نے اوسکی طرف سے فروخت کیا یا یہ شخص بایع کی طرف ضامن ہوگیا کہ اس مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون ان سب صورتون مین اس شخص کو شفعہ کا استحقاق نرہیگا اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس چیز سے شفیع کا شفعہ سے اعراض ظاہر ہو۔

باب ما يبطلها

اون امور کا بیان جنسے شفعہ باطل ہوجاتا ہے

(۷۱) يبطلها ترك طلب المواثبة تركه بان لا يطلب فى مجلس اخبر فيه بالبيع ابن كمال وتقدم ترجيحه او ترك طلب الاشهاد عند عقار او ذى يد لا الاشهاد عند طلب المواثبة لانه غير لازم مع القدرة كما مر

(۷۱) قول مرجح یہی ہی کہ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس جلسہ مین اوسنے طلب مواثبت نہین کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسیطرح اگر مکان یا بائع یا مشتری کے پاس جاکر طلب مواثبت کے بعد باوجود مکان کے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔ مگر طلب مواثبت کے وقت گواہ کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ گواہ کرنا ضروری نہین ہی۔

(۷۲) ويبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط او لا فقط لا قبله كما مر ولو تسليمها من اب او وصى خلافا لمحمد فيما بيع بقيمته او اقل ملتقى۔

(۷۲) اگر بیع کے بعد شفعہ کو ترک کردیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ شفیع کو اختیار کے ساقط ہونے کا علم ہو یا نہو اور بیع سے قبل ترک کردینے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر باپ یا وصی نے شفعہ کو ترک کردیا تو بھی نابالغ کا شفعہ باطل ہوجائیگا اور جس صورت مین

(۷۳) الوكيل يبطلها اذا سلم الشفعة او اقر على الموكل بتسليمه الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضى والا لم يصح لكنه يخرج من الخصومة

(۷۳) اگر ایک شخص کو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کردیا یا اسبات کا اقرار کیا کہ میرے موکل نے شفعہ کو ترک کردیا ہی تو شفعہ باطل ہوجائیگا بشرطیکہ قاضی کے روبرو یہ وکیل ترک یا اقرار کرے ورنہ باطل نہوگا البتہ اسکے اوپر دعوی نہوسکیگا

(۷۴) وسكوت من يملك التسليم تسليم۔

(۷۴) جو شخص شفعہ کو زبان سے ترک کرسکتا ہی اسکا سکوت کرنا بھی زبان سے ترک کرنے کے حکم مین ہی۔

(۷۵) ويبطلها صلحه منها على عوض

(۷۵) اگر شفیع مدعی علیہ سے بجز اس مکان کے کچھ مال

ای غیر المشفوع لما یاتی و علیہ ردہ لانہ رشوۃ و یبطلہا بیع بشفعتہ بمال ولا یلزم المال وکذا الکفالۃ بالنفس بخلاف القود۔

لیکر صلح کرلی تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ وہ رشوت ہے اسیطرح اگر کوئی شخص شفعہ کو بعوض کچھ مال کے فروخت کرڈالے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مال لازم نہیں ہوتا اور کفالت کا بھی یہی حکم ہے بخلاف قصاص کے۔

(۷۶) ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ۔

(۷۶) اگر شفیع نے مشتری سے نصف ثمن دیکر نصف مکان کے لینے پر صلح کرلی تو صحیح ہوگی اور اگر اوس مکان میں سے ایک کمرہ کے لینے اور اوسکی قدر ثمن ادا کرنے پر صلح کی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ لیتے وقت ثمن مجہول ہے مگر اوس کا شفعہ نہ ساقط ہوگا۔

(۷۷) ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا تبطل۔

(۷۷) اگر شفیع مکان کو لینے سے پہلے مرگیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثوں کو شفعہ کا حق نہ رہیگا خواہ طلب کے بعد مرا ہو یا اوس سے پہلے مگر شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اور اگر قاضی نے اوسکی زندگی میں شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۷۸) لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق۔

(۷۸) اگر مشتری مرجائے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۷۹) ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعہا ام لا وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر۔

(۷۹) جس مکان کے ذریعہ سے شفیع کو شفعہ کا استحقاق تھا اگر وہ مکان شفیع نے فروخت کرڈالا اور ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہیں دیا تھا تو بہرحال اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کی بیع کا اوسوقت تک علم ہوا یا نہوا اسیطرح اگر شفیع اپنے مکان کو مسجد یا مقبرہ یا ...

(۸۰) ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب۔

(۸۰) اگر شفیع نے اپنا مکان فروخت کیا اور اپنے لیے اختیار اسکے اندر شرط کرلیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہنوز وہ مکان اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے

(۸۱) ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری فلمن دونہ او مثلہ اخذہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول او الثانی بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء

(۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے مکان مشفوعہ کو خرید لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اس شفیع کے برابر درجہ کا یا ادنی درجہ کا شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے خواہ بیع اول کے اعتبار سے لیوے خواہ بیع دوم کے اعتبار سے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اول ہی مرتبہ اوس مکان کو ...

حیث لا شفعة لمن دونه۔ زیلعی

(۸۲) وكذا يبطلها ان استاجرها اوساومها بيعا او اجارة ملتقى او طلب منه ان يوليه عقد الشراء او ضمن الدرك مستدرك لشمول انها فتبطل فی الكل لدليل الاعراض زیلعی۔

بائع سے خریدے کہ اسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اوس سے ادنی درجہ کو تا ہر نہین

(۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے مکان کو کرایہ پر لیا یا اوس سے مکان کی قیمت یا کرایہ ٹھیرایا یا مشتری سے اسبات کی درخواست کی کہ جتنے کو تو نے خرید اہی اوسی قیمت کو میرے ہاتھ فروخت کر دے یا فروخت ہوتے وقت مشتری کے لیے ضامن ہو گیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو ان سب صورتون مین اعراض کی دلیل پائے جانے سے شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۳) قيل للشفيع انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت باقل او ببر او شعير او عددی متقارب قيمته الف او اكثر فله الشفعة ولو بان انها بيعت بدنانير او بعروض قيمتها الف فلا شفعة والفرق بينهما ان هذا قيمی وذاك مثلی فربما يسهل عليه وان كثر۔

(۸۳) شفیع کو اول معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا بعوض گیہون یا جو یا ایسی چیز کے جو شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہی وہ مکان فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو پھر اسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ بعوض اشرفیون یا بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ایکہزار ہی تو شفعہ ثابت نہوگا اور فرق یہ ہی کہ یہ ذوات القیم مین سے ہین اور وہ ذوات الامثال مین سے اور لسبا اوقات مثل کا دینا آسان ہوتا ہی اگرچہ

(۸۴) ولو علم ان المشتری زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة ولو علم ان المشتری هو مع غيره كان له اخذ نصيب غيره لعدم التسليم فی حقه۔

(۸۴) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خرید اہی اور یہ سنکر اسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ بکر نے خرید اہی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری دفعہ یہ معلوم ہوا کہ زید نے اور بکر نے ملکر خرید اہی تو بکر کے حصہ کو لیسکتا ہی زید کے حصہ کو نہین لے سکتا اسلیے کہ بکر کے حصہ مین اوسنے

(۸۵) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة فی الكل۔

(۸۵) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوا ہی اور یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کل فروخت ہوا ہی تو وہ کل مکان مین شفعہ کر سکتا ہی۔

(۸۶) وفی عكسه بان اخبر بشراء الكل فسلم ثم ظهر شراء النصف لاشفعة له على الظاهر لان التسليم

(۸۶) شفیع کو اول معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہو گیا بعد ازان معلوم ہوا اوسکا نصف فروخت ہوا ہی تو ظاہر مذہب کے موافق اوسکو اب شفعہ نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جب کل مکان مین شفعہ کو ترک کر دیا تو

في الكل لتسليم في كل ابعاضه بخلاف عكسه۔

اوس کے کل اجزا مین بھی ترک کر دیا بخلاف پہلی صورت کے۔

(۸۷) ثم شرع في الحيل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا في جانب حد الشفيع فلا شفعة لعدم الاتصال والقول بان نصب ذراعا سهو سهو۔

(۸۷) بعض حیلے ایسے ہین جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی یا خود شفیع دعوی نہین کرتا۔ از انجملہ ایک حیلہ یہ ہی کہ بائع اپنے کل زمین کو فروخت کرے گا ایک ذراع شفیع کے قریب سے بیع کے اندر مستثنی کر دے کہ اب وہ شفیع باقی زمین مین شفعہ کا دعوی نہین کر سکتا اسلیئے کہ باقی زمین کو اوسکی زمین سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۸۸) وكذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري وقبضه۔

(۸۸) اگر ایک مکان مین سے صرف ایک ذراع ہبہ کے طور پر مشتری کو دیدیا اور مشتری کا اوسپر قبضہ کرا دیا اور باقی مکان کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفیع کچھ نہین کر سکتا ہی۔

(۸۹) وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار في السهم الاول فقط والباقي للمشتري لانه شريك۔

(۸۹) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری مکان کے ایک حصہ کو یا بالفرض ایک گز زمین کو جو شفیع کی زمین سے متصل ہی پورے مکان کے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کر کے خریدے بعد ازان باقی مکان کو ایک روپیہ سے خریدلے کہ یہان صرف پہلے حصہ مین شفیع دعوی کر سکتا ہی مگر گرانی کی وجہ سے وہ اوسکو نہ لیگا اور باقی مکان مین دعوی نہین کر سکتا اسلیئے کہ مشتری اوس مکان کا شریک

وحيلة كله ان يشتري الذراع او السهم بكل الثمن الا درهما ثم الباقي بالباقي وليس له تحليفه بالله ما اردت به ابطال شفعتي وله تحليفه بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة مؤيد زاده معزيا للوجيز۔

اور یہ شفیع اوسکا جار ہی اور شریک کو جار پر تقدم ہی اور اس صورت مین یہ شفیع اسبات کا حلف نہین لے سکتا کہ یہ کارروائی مین نے تیرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے نہین کی البتہ اسبات کا حلف لیسکتا ہے کہ یہ بیع جو میرے اور مشتری کے مابین ہوی ہی فرضی طور پر نہین تھی۔

(۹۰) وان ابتاعه بثمن كثير ثم دفعه ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا يرغب فيه وهذه حيلة تعم الشريك والجار لكنها تضر بالبائع اذ يلزمه كل الثمن اذا يستحق المنزل فالاولى بيع دراهم الثمن بدينار

(۹۰) ایک حیلہ ایسا ہی کہ اوسمین نہ شریک کا شفعہ چلسکتا ہی نہ جار کا چل سکتا ہی وہ یہ ہی کہ بائع اوس مکان کو مشتری کے ہاتھ بہت زیادہ ثمن سے فروخت کرے اور یہ مشتری بعوض اوس ثمن کے بائع کو ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو کہ اس صورت مین اگر شفیع مکان کو لینا چاہیگا تو اوس کپڑے کی قیمت دیکر نہین لے سکتا بلکہ اوسکو وہی ثمن دینا پڑیگا جو بیع کے وقت قرار پایا ہی مگر اسمین بائع کا ضرر ہی اسلیئے کہ اگر بالفرض

ليبطل الصرف اذا استحق وحيلة
اخرى احسن واسهل وهي المتعارفة
في الامصار ذكرها بقوله۔
وكذا لو اشترى بدراهم
معلومة بوزن او اشارة مع قبضة
فلوس اشير اليها وجهل قدرها
وضيع الفلوس بعد القبض في المجلس
لان جهالة الثمن تمنع الشفعة
درر قلت ونحوه في المضمرات
وينبغي ان الشفيع لو قال
انا اعلم قيمة الفلوس وهي كذا
ان ياخذها بالدراهم وقيمتها
كما لو اشترى دارا بعرض او عقار
للشفيع اخذها بقيمته كما مر
قاله
المصنف ثم نقل عن مقطعات
الظهيرية ما يوافقه قلت ووافقه
في تنوير البصائر واقره شيخنا لكن
تعقبه ابنه في زواهر الجواهر
بانه مخالف للاول وما في المتون
والشروح مقدم على الفتاوى كما
مر مرارا انتهى۔
(۹۱) وقد منا انه لا شفعة فيما بيع
فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال
الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوه

مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کو وہی ثمن واپس کرنا پڑیگا جو چکا
ہو اور اگر یہ کیا جائے کہ اوسکا ثمن روپیہ قرار دیکر اشرفیاں اوسکے بدلہ
لے لی جائیں کہ حق برآمد ہونے سے یہ اشرفیوں کے روپیہ کے ساتھ بیع باطل
ہوجائیگی اور اشرفیاں واپس کرنا پڑینگی۔ اور ایک حیلہ مشہور و متعارف
یہ ہی کہ مثلاً ایک مکان کچھ روپیوں کے ساتھ فروخت کیا جائے جنکی تعداد نہ معلوم بلکہ صرف
وزن یا اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور روپیہ کے ساتھ ایک مٹھی پیسے بھی
دیدیے جائیں جنکی تعداد بھی مجہول ہو مگر صرف اشارہ سے انکو متعین کردیا
جائے اور اوسی جلسہ میں قبضہ کرلینے کے بعد وہ پیسے کہیں صرف کردیے جائیں
تو اب شفیع اوس مکان کو نہیں لے سکتا ہی اسواسطے کہ اسوقت اوسکے ثمن کا
تعین نہیں ہوسکتا مگر اس صورت مین اگر شفیع بیان کرے کہ پیسونکی قیمت
مجھکو معلوم ہی اور وہ قیمت یہ ہی تو مناسب ہی کہ وہ مکان شفیع کو روپیہ کے
بدلہ روپیہ اور پیسون کے بدلہ اونکی قیمت لیکر دلادیا جائے جسطرح کوئی
مکان بعوض مکان یا بعوض غلام وغیرہ کی فروخت ہو تو شفیع کو انکے
بدلہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہی مصنف کا قول یہی ہے پھر مقطعات ظہیریہ سے
بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہی۔ مین کہتا ہون تنویر الابصار مین بھی
اوسکی موافقت کی ہی اور ہمارے اوستاذ نے بھی اوسکو تسلیم کیا ہی
مگر اونکے فرزند نے زواہر الجواہر مین اونکا تعاقب کیا ہی کہ یہ قول
پہلے قول کے مخالف ہی اور متون اور شروح کے اندر جو مسائل
مذکور ہین فتاوے پر اون کو تقدم ہے چنانچہ
کئی مرتبہ ہم اس بات کو پہلے بھی بیان کرچکے
ہین۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۹۱) بیع فاسد کے اندر شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مشتری کا
قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہی البتہ
جسوقت کہ یہ احتمال جاتا رہے مثلاً مشتری زمین کے اندر عمارت

وجبت والله اعلم۔

وغیرہ بنانے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا واللہ اعلم۔

(۹۲) تكره الحيلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتها وفاقا كقوله للشفيع اشتره مني ذكره البزازي۔

(۹۲) کسی کا شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد اوسکے ساقط کرنے کیواسطے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے مثلاً شفیع سے کہنا کہ تو مجھسے مکان خرید لے کہ اگر وہ دہوکہ مین آگیا اور یا وسنے کہا اچھا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۹۳) واما الحيلة لدفع ثبوتها ابتداء فعند ابي يوسف لاتكره وعند محمد تكره ويفتى بقول ابي يوسف في الشفعة قيده في السراجية بما اذا كان الجار غير محتاج اليه واستحسنه محشي الاشباه وبعده وهو الكراهة في الزكوة والحج وآية السجدة جوهرة ولاحيلة موجودة في كلامهم لاسقاط الحيلة بزازية قال وطلبناها كثيرا فلم نجدها۔

(۹۳) ثبوت شفعہ سے پہلے اگر حیلہ کیا جائے جس سے شفعہ نہ ثابت ہونے پائے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے مگر محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے اور سراجیہ کے اندر حیلہ کرنے کو اوس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جسمین جار کو اوسکی ضرورت نہو اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اور زکوۃ و حج و آیت سجدہ کے اندر حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ فقہاء کے کلام مین اسقاط حیلہ کے لیے بھی کوئی حیلہ کرنا مذکور نہین ہے بزازیہ والے نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کی بہت تلاش کی مگر ہم کو نہین ملا۔

* * * * *

(۹۴) اذا اشترى جماعة عقارا والبائع واحد تتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم فللشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم ويترك الباقي وبعكسه وهو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتري لاتتعدد الاخذ بها بل ياخذ الكل او يترك لان فيه تفريق الصفقة على المشتري بخلاف الاول لقيام الشفيع مقام احدهم فلم تتفرق الصفقة بلافرق بين كونه قبل القبض او بعده سمى لكل بعض ثمنا

(۹۴) اگر چند لوگون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ صرف ایک خریدار کے حصہ کو شفعہ کے ذریعہ سے لیلے اور باقی کے حصہ کو ترک کر دے اور اگر چند لوگون سے ایک مکان مشترک ایک شخص نے خریدا تو شفیع کو اختیار نہو گا کہ صرف ایک بایع کے حصہ کو لیلے اور باقی کو ترک کر دے بلکہ یا تو اوسکو کل مکان لینا پڑے گا یا بالکل ترک کرنا پڑے گا اسلیے کہ اس صورت مین ایک بیع کا مشتری کے اوپر تفرقہ لازم آئیگا بخلاف پہلی صورت کے کہ اوسکے اندر شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور عقد کی تفریق نہ لازم آئیگی اور اس حکم مین اسبات کی کچھ تخصیص نہین ہے کہ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ ہر حصہ مکان یا ہر ایک مشتری کا جدا جدا ثمن قرار پایا ہو یا اسکی کچھ تفصیل نہو اسلیے کہ بیان اتحاد بیع کا اعتبار ہے

اوسمى لكل جملة لان العبرة هنا لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن۔

اتحاد ثمن کا اعتبار نہیں ہے۔

* * * * *

(۹۵) واعلم انه لو طلب الحصة فهو على شفعته۔

(۹۵) معلوم کرو کہ صورت مذکورہ میں اگر شفیع نے صرف ایک حصہ میں شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(۹۶) ولو اشترى دارين او قريتين من رجل بصفقة اخذهما شفيعهما معا او تركهما لا احدهما ولو احداهما بالمشرق والاخرى بالمغرب شرح مجمع وبيان۔

(۹۶) اگر دو مکان یا دو گانوں جو دو شہروں کے اندر واقع ہیں ایک بیع سے فروخت ہوئے اور ایک شخص کا ان دونوں میں شفعہ ہے تو اس شفیع کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں کو ساتھ لیلے یا دونوں کو ترک کر دے صرف ایک کو نہیں لے سکتا ہے اگرچہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو۔

(۹۷) والمعتبر في هذا اي العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد به دون المالك فلو وكل واحد جماعة فللشفيع اخذ نصيب بعضهم

(۹۷) وحدت اور تعدد کے اندر صرف عقد کرنے والے کا اعتبار ہے اسلیے کہ عقد کے احکام اوسیکے ساتھ متعلق ہوتے ہیں اصل مالک کا اسمیں کچھ اعتبار نہیں ہے لہذا اگر ایک شخص نے چند لوگوں کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ صرف ایک وکیل کے حصہ کے قدر لے

(۹۸) اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسم المشتري البائع اخذ الشفيع نصيب المشتري الذي حصل له بالقسمة وان وقع في غير جانبه على الاصح وليس له اي للشفيع نقضها مطلقا سواء قسم بحكم او برضى على الاصح لانها من تمام القبض حتى لو قاسم الشريك كان للشفيع النقض كما ذكره بقوله بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من دار مشتركة وقاسم المشتري الشريك الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه كنقض بيعه وهبته كما لو

(۹۸) اگر ایک شخص نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید کر بعد ازاں بائع سے اوس نے مکان کو تقسیم کر لیا تو جس طرف کا حصہ مشتری کے حصہ میں آئیگا شفیع کو وہی حصہ لینا پڑے گا خواہ وہ حصہ شفیع کے مکان سے متصل نہو قول صحیح یہی ہے اور نیز قول صحیح کے موافق شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہو گا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے ہو اسلیے کہ تقسیم قبضہ کرنے کا تتمہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ زید و عمر ایک مکان میں شریک ہیں اور عمر اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے بعد ازاں مشتری زید سے مکان کو تقسیم کرے تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا استحقاق ہو گا جسطرح مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار رہتا ہے علی ہذا القیاس اگر دو شخص ایک مکان کو خریدیں جسمیں یہ دونوں شفیع ہوں بعد ازاں تیسرا شفیع حاضر ہو جائے اور اس عرصہ میں یہ دونوں مشتری مکان کو باہم تقسیم کر چکے ہوں

اشتری اثنان دارا فهما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیره فله ای للشفیع ان ینقض القسمة ضرورة صیرورة النصف ثلثا شرح وهبانیه۔

خواہ باہمی رضامندی سے تقسیم کرین یا بحکم قاضی تو اس تیسرے کو اونکی تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار رہوگا اسواسطے کہ اب دو مکان اون دونون کو نصف نصف نہ ملیگا بلکہ ثلث ثلث ملیگا۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

(۹۹) اختلف الجار والمشتری فی ملکیة الدار التی یسکن فیها الشفیع الذی هو الجار فالقول للمشتری لانه ینکر استحقاق الشفعة وللجار تحلیفه ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبه یفتی کما لو انکر المشتری طلب المواثبة فانه یحلف علی العلم وان انکر المشتری طلب الاشهاد عند لقائه حلف المشتری علی البتات لانه محیط به علما دون الاول حاوی الزاهدی ولو برهنا فبینة الشفیع احق وقال ابو یوسف بینة المشتری فروع۔

(۹۹) اگر شفیع بالجوار اور مشتری کے مابین اسبات مین اختلاف ہوا کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے یا نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ استحقاق شفعہ سے منکر ہے اور شفیع کو ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اختیار ہوگا کہ مشتری سے باین طور حلف لے کہ خدا کی قسم مجھے نہین معلوم کہ وہ مکان شفیع کا ہے اور اسی پر فتوی ہے جسطرح مشتری طلب مواثبت کرنے سے منکر ہو تو شفیع مشتری سے اوسکے علم کے موافق حلف لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ شفیع نے مجھسے ملاقات کے وقت طلب اشہاد نہین کی تو مشتری سے قطعی طور پر حلف لیا جائیگا اسلیے کہ اوسمین شک کا احتمال نہین ہے بخلاف صورت اول کے اور اگر دونون نے گواہ پیش کر دئے تو شفیع کے گواہون کو تقدم ہوگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقدم ہون گے۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

(۱۰۰) باع ما فی اجارة الغیر وهو شفیعها فان اجاز البیع اخذها بالشفعة والا بطلت الاجارة وان ردها۔

(۱۰۰) ایک مکان کسی کے پاس کرایہ پر ہے اور اوس کرایہ دار کا اوسمین شفعہ بھی ہے اب مالک مکان نے مکان کو فروخت کیا اور شفیع کی اجارت پر اوسکو موقوف کیا اگر شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو اوسکا شفعہ نہ باطل

(۱۰۱) شری لطفله والاب شفیع له الشفعة والوصی کالاب۔

(۱۰۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور شخص کو اوس مکانمین شفعہ بھی تھا تو شفعہ نہ باطل ہوگا اور وصی کو بھی باپ کا حکم ہے

قلت ولکن فی شرح المجمع ما یخالف فتنبه۔

مین کہتا ہون مگر شرح مجمع مین اسکے خلاف بیان کیا ہے۔

١٠٢، لو كانت دار الشفيع ملاصقة لبعض المبيع كان له الشفعة فيما لازقه فقط ولو فيه تفريق الصفقة

١٠٢، اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین متعدد کمرے ہین اور ایک شخص کا مکان صرف ایک کمرہ سے ملا ہوا ہو تو اس جارکو صرف اوس کمرہ مین شفعہ ہوگا اگرچہ اوسمین عقد واحد کی تفریق لازم آئیگی۔

١٠٣، الابراء العام من الشفيع يبطلها قضاء مطلقا لا ديانة ان لم يعلم بها۔

١٠٣، اگر شفیع نے بائع سے کہدیا کہ تیرے اوپر جو کچھ میرا حق ہو مین تجکو اوس سے بری کرتا ہون اور اسکو یہ معلوم نہو کہ اسکے اوپر میرا شفعہ ہو تو عند القاضی

١٠٤، اذا صبغ المشتري البناء فجاء الشفيع خير ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترك۔

١٠٤، اگر مشتری نے اوس مکان پر قلعی وغیرہ کرادی بعد ازان شفیع نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے ساتھ قلعی وغیرہ کی لاگت بھی دیکر مکان کو لیلے۔ یا بالکل چھوڑ دے۔

١٠٥، اخر الجار طلبه ليكون القاضي لا يراها فهو معذور۔

١٠٥، اگر شفیع کے شہر مین ایسا قاضی کوئی نہین تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا

١٠٦، يهودي سمع بالبيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا قلت يؤخذ منه ان اليهودي اذا طلب خصمه من القاضي احضاره يوم سبته فانه يكلفه الحضور ولا يكون سبته عذرا وهي واقعة الفتوى قاله المصنف قلت وهي في واقعات الحسامي۔

١٠٦، اگر شفیع ایک یہودی شخص ہو اور ہفتہ کے روز اسکو بیع کا حال معلوم ہوا اسوجہ سے اوسنے طلب شفعہ نہین کی تو وہ معذور نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اس سے لیکہ یہ مسئلہ نکلتا ہو کہ اگر یہودی کے اوپر کوئی شخص دعوی کرے اور یہ مدعی قاضی سے ہفتہ کے روز اوسکے حاضر کروانے کی درخواست کرے تو ہفتہ کی وجہ سے وہ معذور نہوگا بلکہ اسکو حاضر ہونا پڑیگا واقعۃ الفتوی مین اسی کا بیان کیا ہے مین کہتا ہون واقعات حسامی مین

١٠٧، ادعى الشفيع على المشتري انه احتال لابطالها يحلف في الوهبانية خلافه قلت وسنذكره لان ابن المصنف في حاشيته للاشباه ايده بما لا مزيد عليه فليحفظ۔

١٠٧، شفیع نے مشتری پر اسبات کا دعوی کیا کہ تونے میرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے حیلہ کیا ہو تو شفیع اوس سے حلف لے سکتا ہے مگر وہبانیہ مین اوسکے خلاف مذکور ہو مین کہتا ہون اسکو عنقریب ہم بیان کرینگے اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے حاشیہ مین نہایت درجہ اسکی تائید کی ہو۔

١٠٨، تعليق ابطالها بالشرط جائز۔

١٠٨، ابطال شفعہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا جائز ہے۔

١٠٩، لمدعوى في رقبة الدار وشفعته فيها يقول هذه الدار داري وانا

١٠٩، اگر ایک شخص کسی مکان مین شفعہ کا بھی مدعی ہو اور خود اوس مکان کے مالکیت کا بھی مدعی ہو تو یہ بات ممکن ہو مگر اوسکو

ادعيها فان وصلت الى والا انا على شفعتى فيها

يہ اس طور دعوی کرنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور مین اسکا مدعی ہون اگر وہ

(۱۱۰) استولى الشفيع عليها بلا قضاء ان اعتمد على قول عالم لا يكون ظالما والا كان ظالما۔

(۱۱۰) اگر بغیر حکم قاضی شفیع نے مکان پر قبضہ کرلیا تو دیکھا جائیگا کہ اُسنے کیونکر قبضہ کیا ہے اگر کسی عالم کے قول پر اعتماد کرکے ایسا کیا ہے تو کچھ ظلم نہوگا ورنہ وہ ظالم سمجھا جائیگا۔

(۱۱۱) اشياء على عدد الرؤس لعقل والشفعة واجرة القسام والطريق اذا اختلفوا فيه الكل فى الاشباه۔

(۱۱۱) چند چیزین ایسی ہین کہ جتنے لوگ اونکے شریک ہوتے ہین اونپر وہ چیزین برابر برابر تقسیم ہوتی ہین اگرچہ اونکی شرکت مختلف طور پر ہو

(۱۱۲) لا شفعة لمرتد عناية۔

(۱۱۲) مرتد کا شفعہ نہین ثابت ہوتا۔

* * * * *

(۱۱۳) صبى شفيع لا ولى له لا تبطل شفعته وان نصب القاضى فيما يطلبها جاز جواهر۔

(۱۱۳) ایک نابالغ کا کسی مکان مین شفعہ ہے اور اُسکا کوئی ولی نہین ہے تو اوسکا شفعہ نہ باطل ہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کسی شخص کو طلب کے لیے مقرر کردے جو اوسکا پیرو کار ہو تو بھی جائز ہے۔

(۱۱۴) شرى كرما وله شفيع غائب فاثمرت الاشجار فاكلها المشترى ثم الى الشفيع واخذه ان الاشجار وقت القبض مثمرة سقط بقدره والا لا لانه لا حصة له من الثمن حينئذ مؤيد زاده معزيا لواقعات الحسامى۔

(۱۱۴) ایک شخص نے باغ خریدا اور اوسکا شفیع غائب تھا اس عرصہ مین درختون پر پھل تیار ہوگئے اور مشتری نے اونکو کھالیا بعد اسکے شفیع نے حاضر ہوکر شفعہ کے ذریعہ سے باغ کو لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ مشتری کے قبضہ مین جس وقت وہ باغ آیا ہے اوس وقت اوسکے اوپر پھل تھا یا نہیں اگر اُس وقت پھل تھا تو بقدر اُسکے شفیع سے ثمن مین کمی ہوجائیگی ورنہ کمی نہوگی اسواسطے کہ ثمن کا کوئی حصہ ایسی صورتین اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

(۱۱۵) وفى الوهبانية وياخذ فيما اشترى لصغيره اب ووصى للبلوغ يؤخر وليس له تفريق دارين بيعتا ولو غير جار فالتفرق احذر وما ضر اسقاط الحيل مسقطا وتحليفه فى المنكر لا شك انكر

(۱۱۵) وہبانیہ مین بیان کیا ہے اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کے لیے ایک مکان خریدا جسمین اُنکا شفعہ ہے تو اُنکا شفعہ باطل نہوگا مگر اوسکی وقت بلوغ تک تاخیر کیجائیگی اور اگر ایک شخص نے دو مکان فروخت کیے جنہین کسیکا شفعہ ہے تو اس شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک مکان کو خریدے اور دوسرے کو چھوڑ دے اور اگر دوسرے مکان کا جار دوسرا ہے تب تو خواہ مخواہ تفریق کیجائیگی اور اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے مین کچھ حرج نہین ہے اور حیلہ کرنیکی

تمام شد

شرح الوقاية في الفقه لمولانا عبيد الله بن مسعود بن تاج الشريعة

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(۱) م هي تملك عقار على مشتريه جبرا بمثل ثمنه ش اى بمثل ثمن المشترى وهو الثمن الذى اشترى به۔

(۱) شفعہ کے معنے ہین مالک ہونا عقار کا مشتری پر جبر کر کے اوس کی مثل ثمن ادا کر کے یعنے جس ثمن سے مشتری نے لیا ہے اوسیکے مثل ثمن دیکر جبرا اُس سے لے لینا۔

(۲) م ويجب بعد البيع ش المراد بالوجوب الثبوت۔

(۲) شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

(۳) م وتستقر بالاشهاد ش لان حق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحيث لو اخر فى الطلب تبطل فاذا اشهد استقرا ى لا تبطل بعد ذلك بالتاخير۔

(۳) گواہ کرنے سے شفعہ کا استحکام ہو جاتا ہے اسلیے کہ حق شفعہ طلب اشہاد کے پہلے متزلزل رہتا ہے کیونکہ شفیع اگر اوسکی طلب مین تاخیر کرے تو باطل ہو جائیگا اور اگر طلب اشہاد کر دے تو اُسکا استحکام ہو جائیگا اب اسکے بعد تاخیر کرنے سے اوسکا بطلان نہین ہو سکتا۔

(۴) م ويملك بالاخذ بالتراضى

(۴) شفیع زمین کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ

او بقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لا الملك **ش** ای انما یملك العقار اذا اخذه الشفیع برضا وبرضی المشتری رقوله او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لا علی التراضی لان القاضی اذا حکم یثبت الملك للشفیع قبل اخذه۔

اپنی خوشی سے وہ زمین اوسکو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے اور اوسکی تقسیم موافق تعداد شفعاء کے ہوتی ہے نہ بقدر حصے کے یعنے شفیع اوس عقار کا مالک جبھی ہوتا ہے کہ باہمی رضامندی سے عقار کو مشتری سے لیلے اگر بغیر اوسکے رضامندی کے لیگا تو مالک نہو جائیگا اور بقضاء القاضی کا عطف لفظ اخذ پر ہے نہ التراضی پر اسلیے کہ جب اوسکے لیے قاضی کا حکم ہو جائیگا تو لینے سے قبل اوسکی ملکیت ثابت ہو جائیگی۔

(۵) م للخلیط فی نفس المبیع ثم له فی حق المبیع **ش** ای ثم للشریك فی حق المبیع۔

(۵) اور الشفعہ اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جو خاص بیع کے اندر شریک ہے اوران بعد اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جسنے شریک سے اپنا حصہ جدا کر لیا ہو مگر حقوق مبیع مین اوسکی شرکت باقی ہے۔

(۶) م کالشرب والطریق الخاصتین **ش** کشرب نهر لا تجری فیه السفن وطریق لا ینفذ۔

(۶) طریق خاص اور شرب خاص مین شرکت ہونے سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکتی ہو۔

(۷) م ثم للجار الملاصق بابه فی سکة اخری کواضع جذع علی الحائط **ش** انما ذکر واضع الجذع لیعلم انه جار ولیس بخلیط ولا یشترط للجار الملاصق وضع الجذع حتی لو لم یکن له شئ علی الحائط یکون جارا ملاصقا۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد اوس جار کو حق شفعہ ہے جسکا مکان مکان مبیعہ سے ملا ہوا ہو لیکن اوسکے مکان کا دروازہ کسی دوسرے کوچہ میں ہو مثلا یہ شخص اپنے مکان کی کڑیان مکان مبیعہ پر رکھے کڑیان رکھنے والا جار ہی شمار کیا جائیگا شریک نہ شمار کیا جائیگا اور جار ملاصق کے لیے کڑیون کا رکھنا کچھ شرط نہیں ہے کہ اگر مکان مبیعہ کی دیوار پر اس جار کا کچھ بھی حق نہ ہوگا تب بھی وہ جار ملاصق سمجھا جائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۸) وعند الشافعی رح لا یثبت الشفعة للجار بل للاولین۔

(۸) شافعی رح فرماتے ہین کہ شفعہ خاص خلیط فی نفس المبیع اور خلیط فی حق المبیع کے لیے ثابت ہوتا ہے نہ جار ملاصق کے لیے۔

(۹) م ویطلبها الشفیع فی مجلس علمه بالبیع بلفظ یفهم طلبها کطلبت الشفعة ونحوه **ش** مثل انا طالب

(۹) شفیع کو جب بیع کی اطلاع ہو تو مجلس علم مین وہ ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جنسے طلب شفعہ سمجھی جائے مثلا یون کہے کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین نے شفعہ کی طلب کی اسکے کرخی رح قائل ہین۔

للشفعة اوطلبها واعتبار مجلس العلم اختيار الكرخي۔

* * * *

(١٠) وعند بعض المشائخ رح ليس له خيار المجلس حتى ان سكت ادنى سكوت تبطل شفعته۔

(١٠) بعض مشائخ رحمہ فرماتے ہین کہ شفیع کو خیار مجلس نہین ہی بلکہ اوسکو جسوقت شفعہ کی خبر پہونچے فوراً اوسکی طلب کرے اگر تھوڑی سی دیر بھی سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

م و هو طلب مواثبة ش انما سمى بهذا ليدل على غاية التعجيل كان الشفيع يثب و يطلب الشفعة۔

اور اس طلب کا نام طلب مواثبت ہی اور طلب مواثبت کے نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طلب مین بہت جلدی ہوتی ہی گویا کہ شفیع کودتا جاتا ہے اور شفعہ کو طلب کرتا جاتا ہے۔

(١١) م ثم يشهد عند العقار او على من معه من بائع او مشتر فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب اشهاد ش۔

(١١) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کرنا چاہیے اور اوسکا یہ طریقہ ہی کہ شفیع عقار پر جاکر یا اوس شخص کے پاس کہ جسکے قبضہ مین وہ جایداد ہی خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ اس مکان کو زید نے خریدا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون اور بلاشبہ مین نے اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی مین اوسکو طلب کرتا ہون تم اوسپر گواہ رہو۔

(١٢) اعلم ان هذا الطلب انما يجب عند التمكن من الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد حتى لو تمكن ولم يشهد بطلت شفعته۔

(١٢) معلوم کرو کہ یہ طلب ایک ضروری امر ہے جبکہ شفیع کو مکان یا قابض کے پاس جاکر گواہ کرنے کی قدرت ہو حتے کہ اگر باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

* * * * *

(١٣) وفي الذخيرة اذا كان لشفيع في طريق مكة فطلب طلب المواثبة وعجز عن طلب الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد يوكل وكيلا ان وجد وان لم يجد يرسل

(١٣) ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر شفیع مکہ کے راستہ مین ہو اور اوسنے بیع کا حال معلوم کرکے طلب مواثبت کی درخواست کی اور مکان پر یا قابض کے پاس جاکر طلب اشہاد سے عاجز ہوا سو قتین موقع پائے تو ایک وکیل کرے اور اگر کوئی وکیل دستیاب نہو تو اوسکو قاصد یا خط کا بھیجنا چاہیے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے

رسولا اوكتابا فان لم يجد فهو على شفعته فاذا احضر طلب وان وجد ولم يفعل بطلت شفعته۔

(۱۴) هـ ثم يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا الى فمره ليسلم الىّ وهو طلب تمليك وخصومة وبتاخيره لاتبطل الشفعة وقال محمد رح اذا اخره شهرا بطلت وبه يفتى

وان طلب سأل القاضى الخصم عنها ش اى عن مالكية الشفيع الدار المشفوع بها۔

(۱۶) هـ فان اقر بملك ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم بانه مالك كذا او برهن الشفيع ساله عن الشراء فان اقر به او نكل من الحلف على الحاصل او السبب ش۔

(۱۷) اعلم ان ثبوت الشفعة ان كان متفقا عليه يحلف على الحاصل بالله ما استحق هذا الشفيع الشفعة علىّ وان كان مختلفا فيه كشفعة الجوار يحلف على السبب بالله ما اشتريت هذه الدار لانه ربما يحلف على الحاصل بمذهب

تو وہ اپنے شفعہ پر قائم ہے اور جب حاضر ہو طلب کرے اور اگر باوجود ان قدرت کے ان امور پر کچھ کارروائی نکی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴) شفیع کو ان طلبون کے بعد تیسری طلب قاضی کے پاس یون کرنی چاہیے کہ دیدے فلان مکان خریدا ہے اور مین اپنے فلان مکان کیوجہ سے اوس مکان شفیع کا شفیع ہون تم مشتری کو حکم دو کہ وہ مکان مجکو حوالہ کردے اور اس طلب کا نام طلب تملیک اور طلب خصومت ہے اور اون دونون طلبون کے بعد اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اگر ایک مہینہ کی مدت تک طلب تملیک مین تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۱۶) جس وقت شفیع نے قاضی کے پاس جاکر اپنے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ شفیع اوس مکان کا مالک ہے جسکی وجہ سے وہ دعوی کرتا ہے یا نہین اگر اقرار کرلیا یا اپنے علم پر قسم کہانے سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ سنا دے تو اسکے بعد قاضی کو اوس سے سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان خریدا ہے یا نہین پس اگر اوسنے خریدنے کا اقرار کیا یا قسم کہانے سے حاصل

(۱۷) معلوم کرو کہ جسجگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ ہے تو وہان حلف حاصل پر لیا جائیگا کہ قسم خدا کی اس شفیع کا مجہپر استحقاق شفعہ نہین ہے اور جس جگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ نہو بلکہ اوسمین اختلاف ہو جیسے شفعہ جوار تو وہان سبب پر حلف لیا جائیگا کہ قسم خدا کی مین نے اس مکان کو نہین خریدا ہے اسواسطے کہ اگر یہان بھی حاصل پر حلف لیا جائے تو اوسکو گنجائش ہے کہ موافق مذہب شافعی رحمہ اللہ کے حلف کرلے اور کہتا ہے اللہ عوی نہین

الشافعی رح وقد سبق فی کتاب الدعوی۔

اوسکا بیان ہوچکا ہے۔

* * * * *

(۱۸) هم او برهن الشفیع قضی له بها وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی واذا قضی لزمه احضاره وللمشتری حبس الدار بقبض ثمنه فلو قیل للشفیع اد الثمن فاخر لا تبطل شفعته والخصم البائع ان لم یسلم ش ای خصم الشفیع البائع ان لم یسلم المبیع الی المشتری۔

(۱۸) اگر شفیع نے مدعیٰ علیہ کے خریدنے پر گواہ سنا دیے تو قاضی ان سب صورتوں میں شفعہ کا حکم دے دیگا اگرچہ شفیع نے وقت دعوی کے ثمن حاضر عدالت نکیا ہو اور جب قاضی شفیع کو شفعہ کا حکم دیدے تو اب شفیع کو ثمن کا حاضر کردینا لازمی بات ہو اور مشتری کو اختیار ہو کہ تا قبضہ ثمن مکان مشفوعہ کو روک رکھے اور اگر شفیع سے ادائے ثمن کے لیے کہا گیا اور اوسنے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا اور جب تک بائع نے مکان مشفوعہ کو حوالہ مشتری کے نہیں کیا ہو تو شفیع کا مدعی علیہ بائع ہوگا

(۱۹) هم ولا تسمع البینة علیه حتی یحضر المشتری فیفسخ بحضوره ش۔

(۱۹) جب تک کہ مشتری حاضر عدالت نہو تو اوسکے اوپر گواہ کی سماعت نہوگی اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکی موجودگی میں بیع کا فسخ ہونا چاہیے۔

(۲۰) انما یشترط حضور البائع والمشتری لان الملک له والید للبائع فاذا سلم الی المشتری لا یشترط حضور البائع لانه صار اجنبیا۔

(۲۰) بائع اور مشتری کے حاضر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر مکان مشفوعہ مشتری کے قبضہ میں آگیا ہو تو بائع کو اجنبی ہونے کی وجہ سے عدالت میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۲۱) هم ویقضی للشفیع بالشفعة والعهدة علی البائع ش حتی یجب تسلیم الدار علی البائع وعند الاستحقاق یکون عهدة الثمن علی البائع فیطلب منه

(۲۱) اگر قاضی شفیع کو حکم شفعہ کا دے اور مکان مبیعہ بائع کے قبضہ میں ہے تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہوگی حتے کہ بائع پر مکان کا تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہو اوسی سے مطالبہ ثمن کا کیا جائیگا۔

(۲۲) هم وللشفیع خیار الرویة والعیب وان شرط المشتری البراءة عنه۔

(۲۲) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا اگرچہ مشتری نے اوس سے ہر ایک قسم کی براءت شرط کر لی ہو

(٢٣) وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن صدق المشتری ش ای مع الحلف لان الشفیع یدعی استحقاق الدار عند نقد الاقل والمشتری ینکره۔

(٢٣) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو ادس میں مشتری کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اسلیے کہ شفیع فی الحقیقت اسبات کا مدعی ہے کہ میں بعوض ثمن دیگر اس مکان مبیعہ کا مستحق ہون اور مشتری ادس سے منکر ہے۔

(٢٤) م ولو برهنا فالشفیع احق ش هذا عند ابی حنیفة ومحمد رح وحجتهما ما ذکرنا ایضا یمکن صدق البینتین بجریان العقد مرتین فیاخذ الشفیع بالاقل وعند ابی یوسف رح بینة المشتری احق لانها اکثر اثباتا۔ [illegible]

(٢٤) اگر مشتری اور شفیع دونون نے اختلاف ثمن کی صورت میں اپنے اپنے گواہ سنا دئیے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہون گے اون دونون کی دلیل ہم بیان کر چکے ہین اور نیز دونون کے گواہون کا سچا ہونا یون ممکن ہو کہ عقد بیع دو مرتبہ ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بذریعہ اس کے کہ جو کم دامون سے ہوئی ہو لیلے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اون سے

(٢٥) م وان ادعی المشتری ثمنا وبائعه اقل منه بلا قبضه فالقول له ش ای بلا قبض الثمن فالقول للبائع۔

(٢٥) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان اتنی قیمت پر خریدا ہو اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا اور مشتری کو ہنوز اس اختلاف کی صورت مین ثمن نہین وصول ہوا ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(٢٦) م ومع قبضه للمشتری ش ای مع قبض الثمن القول للمشتری

(٢٦) اگر صورت مذکورہ بالا مین مشتری ثمن کو وصول کر چکا ہو تو مشتری کا قول مقبول ہوگا۔

(٢٧) م واخذ فی حط الکل بالکل ش مسئلة حط البعض قد مرت فی باب المرابحة بقوله والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین۔

(٢٧) اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دے تو شفیع کو مشتری کے لیے کل قیمت دینی ہوگی اور بعض ثمن کے کم کر دینے کا مسئلہ باب المرابحہ مین والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین کے تحت مین گذر چکا ہے۔

(٢٨) م وفی الشراء بثمن مثلی بمثله وفی غیره بالقیمة وفی عقار بعقار اخذ کل بقیمة الآخر وفی ثمن

(٢٨) اگر مشتری نے بعوض ثمن مثلی کے مکان خریدا ہو تو شفیع بھی ثمن کا مثل دینا چاہیے اور اگر اوسنے ثمن غیر مثلی سے خریدا ہو تو شفیع کو ثمن کی قیمت دینا چاہیے اور اگر کوئی جائداد

مؤجل بحال او طلب في الحال واخذ بعد الاجل ش هذا عندنا واما عند زفر والشافعي رح في قوله القديم فله ان ياخذه في الحال بالثمن المؤجل۔

بعوض کسی جایداد کے فروخت ہو تو ہر ایک جائداد کا شفیع اوس جایداد کو دوسرے جایداد کی قیمت ادا کرکے لیگا اور اگر قرض کے طور پر ایک مکان کی بیع ہوی تو شفیع کو اختیار ہی کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لے لے یا قرض کی مدت پوری ہونے تک انتظار کرے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسکو ثمن دیکر لیلے

(٢٩) م ولو سكت عنه بطلت ش اي ان سكت عن الطلب وصبر حتى يطلب عند الاجل بطلت شفعته۔

(٢٩) اگر شفیع نے طلب سے صورت مذکورہ مین سکوت کیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

(٣٠) م وفي شراء ذمي بخمر او خنزير والشفيع ذمي بمثل الخمر وقيمة الخنزير والشفيع المسلم بقيمة كل وفي بناء المشتري وغرسه بالثمن وقيمتهما مقلوعين كما في الغصب او كلف المشتري قلعهما ش اي اخذ الشفيع فيما اذا بنى المشتري او غرس بالثمن وقيمتهما مقلوعين او كلف المشتري قلع البناء والغرس والمراد بقيمتهما مقلوعين قيمتهما مستحق القلع كما مر في الغصب وعن ابي يوسف رح انه لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان ياخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس وبين ان يترك وهو قول الشافعي رح لان التكليف بالقلع من احكام العدوان والمشتري هنا محق في

(٣٠) اگر ذمی نے بدلے شراب یا سؤر کے مکان خریدا اور اسکا شفیع بھی ذمی ہی تو شراب کے بدلہ شراب اور سؤر کے بدلہ اوسکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہی اور اگر شفیع مسلمان ہے تو وہ دونوں صورتوں مین قیمت دیکر مکان لے سکتا ہے۔ اور اگر شفیع مکان مشفوعہ کو ایسے وقت مین لینا چاہے کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنالی یا درخت لگالیے ہون تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت لگائی جائے یا مشتری کو عمارت کے ڈھانے اور درختون کے گرانے پر مجبور کرے اور ابو یوسف رح فرماتے ہین شفیع مشتری پر اوسکے اوکھاڑنے کا جبر نکریگا بلکہ اوسکو صرف اختیار ہوگا کہ خواہ ثمن اور عمارت اور درختون کی قیمت دیکر لے یا بالکل چھوڑ دے اور شافعی رح کا بھی یہی قول ہی اسلیے کہ عمارت اور درختون کے اوکھاڑنے کا اوسپر جبر کرنا ظلم ہی کیونکہ مشتری نے یہ عمارت بیجا نہین بنائی ہے بلکہ اوسکو بنانے کا حق تھا حنفیہ رح

البناء قلنا بنى فى موضع تعلق به حق متاكد للغير من غير تسليط۔

فرماتے ہیں کہ مشتری نے ایسی جگہ میں عمارت بنالی ہو یا درخت لگالیے ہیں جسمیں غیر یعنی شفیع کا حق ثابت ہو چکا ہے اور شفیع نے اوسکو تصرف کا اختیار نہیں دیا ہے۔

(۳۱) م ويرجع الشفيع بالثمن فقط ان بنى او غرس ثم استحقت ش اى ان اخذ الشفيع بالشفعة وبنى او غرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولا يرجع بقيمة البناء او الغرس على احد بخلاف المشترى فانه يرجع بقيمة البناء او الغرس على البائع لانه مسلط من جهته بخلاف الشفيع فانه اخذ جبرا۔

(۳۱) اگر مشتری نے ایک مکان کو حق شفعہ میں لیکر اوسپر عمارت بنالی اور درخت لگالیے اسکے بعد اوسمین کسیکا حق ثابت ہوا تو ایسی صورت میں شفیع مشتری سے صرف ثمن واپس کرسکتا ہے اور عمارت اور درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس کرسکتا نہ مشتری سے بخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت پیش آتی تو وہ عمارت اور درختون کی قیمت بائع سے واپس کرسکتا۔ اسلیے کہ مشتری نے بائع کی طرف سے اوس بیع پر تسلط کیا ہے بخلاف شفیع کے کہ اوس نے جبرا اوسپر قبضہ کیا ہے۔

* * * * *

(۳۲) م ولا يكل الثمن ان خربت او جفت الشجر ش اشترى دارا فخربت او بستانا فجفت الشجر فالشفيع ان اراد ان ياخذ بالشفعة ياخذ بجميع الثمن۔

(۳۲) اگر مشتری نے ایک مکان خریدا اوران بعد وہ خراب ہوگیا یا اوسنے باغ خریدا اوسکے بعد درخت خشک ہوگئے تو اگر شفیع اوس مکان یا باغ کو لینے کا قصد کرے تو پورا ثمن دیکر اوسکو لے سکتا ہے مکان کے خراب ہونے اور درختوں کے خشک ہوجانے سے اوسکی قیمت میں کمی نہیں کرسکتا۔

(۳۳) م واخذ العرصة لا النقض بحصتها ان هدم المشترى البناء ش انما ياخذ بالحصة لان المشترى قصد الاتلاف وفى الاول تلف بافة سماوية ولا ياخذ النقض لانه ليس عقارا ولم يبق تبعا۔

(۳۳) اگر مشتری نے ایک مکان خریدکر اوسکو منہدم کردیا تو شفیع فقط زمین کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اینٹ پتھر وغیرہ مشتری کا ہوگا اسلیے کہ مشتری نے خود اوسکو برباد کرنے کا قصد کیا تھا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہان آفت سماوی سے وہ تلف ہوا ہے اور اینٹ پتھر اسلیے نہیں لے سکتا کہ نہ وہ خود عقار ہے نہ تابع عقار کے ہے اسلیے

(۳۴) م وفى شراء ارض مع شجر نخيل

(۳۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں اور پھل کے خریدا

فيها او لا ثمر عليها فاثمر معه اخذها بثمرها وبحصتها من الثمن ان جذه المشترى فى الاول وبالكل فى الثانى ش شرى ايضا وذكر الثمر النخيل فى البيع اذ لا يدخل بدون الذكر او شرى ولم يكن على الشجر ثمر فاثمر فى يد المشترى فالشفيع ياخذ الارض مع الثمر فى الفصلين وان جذه المشترى فالشفيع ياخذ الارض بدون ثمر النخيل لكن فى الاصل الاول ياخذ بحصة الارض من الثمن وفى الاصل ياخذ بكل الثمن لان الثمر لم يكن موجودا وقت العقد فلا يقابله شئ من الثمن۔

یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس آکر درختوں پر پھل آگیا تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونوں صورتوں میں درخت اور پھل لیلے اور اگر مشتری نے اوسکو توڑ لیا تو پہلی صورت میں شفیع پھل کی قیمت منہا کرکے زمین کی قیمت دیگا اور دوسری صورت میں شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے تو وہ مبیع کے اندر بالذات داخل نہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

م باب ما هى فيه اولا وما يبطلها

اس امر کا بیان کہ کن چیزوں میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزوں میں نہیں ثابت ہوتا اور کن چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے

ش اى باب ما يكون فيه الشفعة اولا يكون وما يبطل الشفعة۔

(۳۵) م انما يجب قصدا فى عقار ملك بعوض هو مال وان لم يقسم كرحى وحمام وبير ش اى الشفعة القصدية تختص بالعقار بخلاف غير القصدية

(۳۵) شفعہ بالذات غیر منقول میں ثابت ہوتا ہے جو بعوض کسی قسم کے اس کے ملک میں داخل ہو اگرچہ اوس غیر منقول کی تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنواں یعنے شفعہ بالذات غیر منقول کے ساتھ مخصوص ہے اور جن چیزوں کو منقولات کے ساتھ تعلق ہے اون میں بھی بالتبع

فانها تثبت فی غیر العقار فان
الشجر والثمر یوخذان بالشفعة
تبعا للعقار ثم لابد ان یکون العقار
مُلِك بعوض حتی لو ملك بهبة
لاتثبت الشفعة ثم العوض لابد
ان یکون مالا حتی لو خولع علی
دار لاتثبت الشفعة وانما قال
وان لم یقسم لان الشفعة لاتثبت
عند الشافعی رح فیما لا یقسم
لان الشفعة لدفع مؤنة القسمة
عنده وعندنا لدفع ضرر
الجوار۔

شفعہ ثابت ہوتا ہے جیسے درخت اور پھل ہیں کہ یہ بھی زمین کے
ساتھ شفعہ ثابت ہو جاتا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اوس
غیر منقول کا مملوک بعوض ہونا ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی
شخص بذریعہ ہبہ بلا عوض کے مکان کا مالک ہوا تو اوس میں
شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور عوض میں مال کی شرط
اسواسطے لگائی ہے تاکہ وہ صورت نکل جائے جسمیں کہ عوض
مال نہو حتی کہ اگر کوئی مکان خلع کے عوض میں دیا جائے
تو اوسمیں شفعہ نہ ثابت ہوگا اور یہ بات کہ وہ غیر منقول
اگرچہ تقسیم کے قابل نہو اوسمیں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے
اسلیے بیان کی ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر قابل
القسمۃ چیز میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا کیونکہ انکے نزدیک تقسیم کے دقت دور کرنے کے
لیے شفعہ مقرر کیا گیا ہے اور حنفیہ کے نزدیک ضرر جوار دور کرنے کے لیے۔

(٣٦) م لا فی عرض وفلك وبناء
ونخل بیعا قصدا ش حتی ان بیع
البناء والنخیل بتبعیة الارض تجب
فیهما الشفعة۔

(٣٦) غیر منقول چیزیں اور کشتی میں اور دیواروں اور
درختوں میں اگر خود تنہا بلا زمین کے فروخت کیے جائیں
تو شفعہ نہیں ہے حتے کہ اگر زمین کے تابع ہو کر فروخت
ہوں تو اون میں شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(٣٧) م وارث وصدقة وهبة
الا بعوض ودار قسمت ش لان
فی القسمة معنی الافراز وهبة بعوض

(٣٧) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا ہبہ بلا عوض کے کوئی
شخص ایک مکان کا مالک ہو یا ایک مکان مشترک کو شریک
لوگ باہم تقسیم کریں تو ان سب صورتوں میں اوس مکان

(٣٨) م او جعلت اجرة او بدل
خلع او عتق او صلح عن دم عمد
او مهرا وان قوبل ببعضها مال
ش ثمن قوله او جعلت اجرة خلاف
الشافعی رح فان هذه الاعواض
متقومة عنده ولنا ان تقوم المنافع

(٣٨) اگر ایک مکان اجرت میں یا بدلے خلع یا آزادی
کے یا بدلے صلح اوس خون کے جو قصدا کیا گیا ہو یا وہ مکان جو
مہر قرار پایا ہو اگرچہ بعض مکان کے مقابلے میں مال بھی ہو ان
سب صورتوں میں مکان کے اندر شفعہ نہیں ہے اور شافعی رح
ان سب صورتوں میں خلاف کرتے ہیں اسلیے کہ اون کے
نزدیک یہ سب عوض متقوم چیزیں ہیں اور حنفیہ کی یہ

ضروري فلا تظهر في حق الشفعة وكذا الدم والعتق واذا قوبل بعضها مال كما اذا تزوجها على دار على ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع الدار عند ابي حنيفة رح وقالا تجب في حصة الالف اذ فيها مبادلة مالية وهو يقول معنى البيع تابع فيه ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح ولا شفعة في الاصل فكذا في التابع ـ

دليل ہي كہ منافع كا متقوم ہونا ضرورت كي وجہ سے ہي لہذا شفعہ كے حق مين اونكے متقوم ہونے كا كچھ اثر نہو گا بعض مكان كے مقابلہ مين مال كے ہونے كي يہ صورت ہي كہ مثلا ايك شخص نے ايك عورت كا مہر مكان اس شرط پہ مقرر كيا كہ تو ايكہزار روپيہ مجھے ادا كر دے تو اس صورت مين ابو حنيفہ رح كے نزديك مكان كے كسي حصہ مين شفعہ ثابت ہو گا اور صاحبين كے نزديك مكان كے اندر ہزار روپيہ كے حصہ مين شفعہ ثابت ہو گا اسليے كہ مكان كے اوس جز مين مبادلہ ماليہ پايا جاتا ہي اور امام صاحب فرماتے ہين كہ بيع كے معنے اوسمين تبعا ہين اسليے لفظ نكاح سے اوسكا انعقاد ہو جاتا ہي اور نكاح كي شرط ...

(٣٩) او بيعت بخيار البائع وما سقط خياره ش حتى اذا سقط الخيار ثبت الشفعة ...

(٣٩) اگر ايك مكان فروخت ہوا اور اوسمين بائع كا اختيار شرط كيا گيا تو جب تك بائع كا اختيار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور ساقط ہونے كے بعد شفعہ ثابت ہو جائيگا بشرطيكہ اختيار ساقط ہو

(٤٠) او بيعا فاسدا وما سقط فسخه ش فانه اذا بيع بيعا فاسدا وسقط حق الفسخ بان بنى المشتري فيها ثبت الشفعة ـ

(٤٠) اگر ايك مكان بيع فاسد سے فروخت ہوا تو جب تك فسخ كا اختيار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور اگر فسخ كا اختيار ساقط ہو گيا مثلا مشتري نے اوسمين كچھ عمارت بنا لي تو شفعہ ثابت ہو جائيگا ـ

(٤١) او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء بعد ما سلمت ش اي بيع وسلمت الشفعة ثم رد البيع بخيار الرؤية وبقضاء القاضي فلا شفعة لانه فسخ لا بيع ـ

(٤١) اگر خيار رويت يا خيار شرط كي وجہ سے يا بحكم قاضي عيب كي وجہ سے ايك مكان واپس ہوا اور واپس ہونے سے قبل شفيع اپنے حق شفعہ كو چھوڑ چكا تھا تو شفعہ ثابت ہو جائيگا اسليے كہ واپس كرنا بيع جديد نہين ہے بلكہ بيع كا فسخ ہے ـ

(٤٢) وتجب برد بلا قضاء وباقالة ش اي يثبت الشفعة في الرد بالعيب بلا قضاء القاضي لانه لما لم يجب الرد فاذا رده بالرضاء صار كانه اشتراه وكذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بيع في حق الثالث والشفيع

(٤٢) اگر قبضہ كرنے كے بعد مشتري نے بلا حكم قاضي كے عيب كي سبب سے مكان كو واپس كر ديا يا باہمي رضامندي سے بائع اور مشتري نے بيع كا اقالہ كر ليا تو شفيع كا شفعہ ثابت ہو جائيگا اسليے كہ جب اوسكا واپس كرنا لازم نہين تھا تو اس تقدير پر خوشي سے اوسكا واپس لينا خريدنے كے حكم مين ہو گا اور اسي طرح اقالہ اگرچہ بائع اور مشتري كے حق مين بيع كا فسخ ہے مگر شفيع كے حق مين ايك بيع جديد ہے

[illegible]

ثالثهما۔

۴۳، م وللعبد المأذون مديونا في مبيع سيده ولسيده في مبيعه ش اي تجب الشفعة للعبد المأذون حال كونه مديونا دينا محيطا برقبته وكسبه فله الشفعة فيما باع سيده وكذا للسيد حق الشفعة فيما باع العبد المأذون المذكور بناء على ان ما في يده ملك له۔

۴۳، اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہی جس کو اسنے تجارت کی اجازت دی رکھی ہو اور یہ غلام لوگوں کے قرض مین مستغرق ہو تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اسیطرح اگر غلام مذکور نے مکان فروخت کیا تو اوسکے مالک کو اوس مین حق شفعہ ہے اسلیئے کہ جو چیز غلام کے قبضہ مین ہے وہ مالک کی ملک ہے۔

* * * * *

۴۴، م ولمن شرى او اشترى له لا لمن باع او بيع له او ضمن للدرك ش اي يجب الشفعة للمشتري سواء اشترى اصالة او وكالة وكذا اتجب الشفعة لمن اشتري له اي لمن وكل آخر بالشراء فاشترى لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وفائدته انه لو كان المشتري او الموكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو كان هو شريكا وللدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده ولا يكون للبائع شفعة سواء كان اصيلا او وكيلا وكذا لا شفعة لمن بيع له اي ان وكل بالبيع والموكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذا ضمن

۴۴، اگر ایک شخص نے اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدا تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص کو خریدنے کے لیئے وکیل مقرر کیا اور اوسنے اپنے مؤکل کے لیے مکان خریدا اور وہ مؤکل اوس مکان کا شفیع بھی ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اگر اوس مکان مین شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور بھی ہو تو دونوں کا شفعہ رہیگا اور اگر صرف یہی شریک ہو مگر ایک شخص اوس کا جار رہے تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہ ملیگا اور بائع نے خواہ اصالۃً فروخت کیا ہو یا وکالۃً کسیطرح سے اوسکو حق شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کسی دوسرے کو وکیل کرکے وہ مکان فروخت کیا اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص بایں طور ضامن ہوگیا کہ اوس مکان مین کسیکا حق بر آمد ہو تو مین اوس کا ذمہ دار ہون اور وہ شخص شفیع ہو تو اوسکو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اسلیئے کہ ذمہ دار ہونے سے

الدرك فنبيع وهو شفيع لا شفعة
له لان الاستخلاص عليه۔

۴۷۵، م ولا فيما بيع الا ذراعا من
طول حد الشفيع ش هذا حيلة
لاسقاط شفعة الجوار وهي ان
يبتاع الدار الا مقدار عرضه
ذراع او شبر او اصبع وطوله
تمام ما لاصق من الدار المبيعة
دار الشفيع فانه اذا لم يبع ما لا
يلاصق دار الشفيع لا يثبت
الشفعة۔ ۔ور مستیز ابن بہترین

۴۷۶، م او شرى سهما منها بثمن
ثم باقيها الا في السهم الاول ش
هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة
الجوار وهي انه اذا اراد ان يشتري
الدار بالف يشتري شيئا قليلا
منها كسهم واحد من الف سهم
مثلا بالف الا درهما ثم يشتري
الباقي بدرهم فالشفيع لا ياخذ
الشفعة الا في السهم الاول بثمنه
لا في الباقي لان المشتري صار
شريكا وهو احق من الجار۔

۴۷۷، م او شرى بثمن ثم دفع عنه
ثوبا الا بالثمن ش هذه حيلة
اخرى تعم الجوار وغيره وهي ما

سالم مکان کا مشتری کو دینا شفیع پر لازم
ہوگا

۴۷۵، اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی بیع اس صورت
کے ساتھ کی کہ جو شفیع کے حد کی طرف ملی ہوی ہے
اوسطرف سے ایک گز زمین بیع سے مستثنے کر دی تو
شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور اصل مین یہ اسقاط شفعہ
بالجوار کا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کو
بیع کیا مگر کسیقدر زمین جسکا عرض مثلاً ایک گز یا ایک
بالشت یا ایک انگشت ہو اور طول مین شفیع کے مکان سے
ملی ہوئی ہو مستثنے کر دی گئی کہ اسوقت مین شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ شفیع کا شفعہ فقط اتصال کے
سبب سے تھا اور اس جگہ باقی مکان کو شفیع سے اتصال نہ رہا تو شفعہ

۴۷۶، اگر زمین کے حصون مین سے ایک حصہ خرید کیا
اسکے بعد باقی زمین کو خرید لیا تو اس صورت مین شفیع کو
فقط پہلے حصہ مین شفعہ ملے گا نہ باقی حصونمین شفعہ جوار کے
ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص نے ہزار روپیہ مین مکان خریدنے کا ارادہ کیا
تو اُسکا یہ حیلہ ہے کہ اوس مکان مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ
ہزاروان حصہ ہو اوسکو ایک کم ہزار مین خرید لے اسکے بعد
باقی مکان کو ایک روپیہ مین خرید لے تو شفیع صرف اپنے حق شفعہ
مین مکان کا ہزاروان حصہ ایک کم ہزار روپیہ مین خرید سکتا
ہے اور باقی مکان کو ایک روپیہ مین نہین خرید سکتا اسلیے کہ مشتری
دوسرے حصون مین شریک ہے اور شفیع جار ہے اور شریک جار پر مقدم ہے

۴۷۷، اگر ایک شخص نے بعوض ثمن کے ایک مکان خریدا
اُسکے بعد ثمن کے بدلے مین بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع
بعوض ثمن کے اوس مکان کو لے سکتا ہے کپڑے کی قیمت

اذا ارید بیع الدار بمائۃ فیشتری الدار بالف ثم یدفع ثوبا یساوی مائۃ فی مقابلۃ الالف فالشفیع لایاخذہ الا بالالف۔

(۷۸) م ولایکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ والزکوۃ عند ابی یوسف رحمہ اللہ وبہ یفتی فی الشفعۃ وبضدہ فی الزکوۃ ش۔

اعلم ان حیلۃ اسقاطہا لایکرہ عند ابی یوسف رح ویکرہ عند محمد رح ویفتی فی الشفعۃ بقول ابی یوسف رح لانہ منع عن وجوب الحق لا اسقاط للحق الثابت وھکذا یقول فی الزکوۃ لکن ھذا فی غایۃ الشناعۃ لانہ ایثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذین قدرہ اللہ تعالی فی مال الاغنیاء والانخراط فی سلک الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ والاستبشار بما بشرھم اللہ تعالی وقول الشفعۃ انما شرعت لدفع ضرر الجوار فالمشتری ان کان ممن یتضرر بہ الجیران لایحل اسقاطہا وان کان

دیا نہیں لے سکتا اور یہ بھی اسقاط شفعہ کا ایک حیلہ ہے جسمیں شریک اور جوار سب یکساں ہیں اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان سو روپیہ کو خریدنا منظور ہو تو فرضی طور پر ایک ہزار کو خرید لے اسکے بعد بمقابلہ ہزار روپیہ کے سو روپیہ کی مالیت کا کپڑا دیدے کہ شفیع

(۷۸) شفعہ اور زکوۃ کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہے اور محمد رح کے نزدیک برا ہے اور شفعہ کے باب میں ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے اسلیے کہ اوسنے ثبوت حق سے اعراض کیا ہے حق ثابت کا اسقاط نہیں کیا ہے اور زکوۃ کے اندر بھی ابو یوسف رح حیلہ کے برا نہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں مگر اس بارے میں اونکا قول نہایت درجہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ اس حیلہ میں بخل کا اختیار کرنا اور فقرا کے رزق کا قطع کرنا ہے جسکو خدا تعالی نے امرا کے مال میں مقرر فرمایا ہے اور اس حیلہ کی وجہ سے اون لوگوں کے زمرہ میں داخل ہونا اور عذاب الیم کی خوشخبری کا مستحق ہونا ہے جنکی شان میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم الایہ یعنے جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اونکو خرچ نہیں کرتے الخ اور شفعہ دفع ضرر جوار کے لیے مقرر کیا گیا ہو پس مشتری اگر اون لوگوں میں ہے کہ جن سے ہمسایہ لوگ تکلیف پاتے ہیں تو ایسی صورت میں اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا درست نہیں اور اگر وہ نیک بخت آدمی ہے اور ہمسایہ لوگ اوس سے نفع پاتے ہیں اور شفیع

الشفيع متعنت لا يحب جواره فيحتال في اسقاطها

رکھتا ہی اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوس وقت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔

(۴۹) م ويبطلها تركه طلب المواثبة او الاشهاد وتسليمها بعد البيع فقط ش اى التسليم قبل البيع لا يبطلها۔

(۴۹) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُس جلسہ مین اُسنے طلب مواثبت یا طلب اشہاد نکی اور بیع کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع کے قبل طلب کرنے سے شفعہ باطل نہ

(۵۰) م ولو من الاب او الوصي والوكيل ش اى الوكيل بطلب الشفعة فان تسليم هؤلاء يبطل الشفعة عند ابي حنيفة رح وابي يوسف رح خلافا لمحمد وزفر رح فان هذا ابطال حق ثابت للصغير وانها شرعت لدفع الضرر ولهما انه في معنى ترك الشراء۔

(۵۰) اگر باپ یا وصی یا وکیل طلب شفعہ نے شفعہ تسلیم کر دیا تو نابالغ اور موکل کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ان لوگون کا تسلیم شفعہ ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف رح کے نزدیک شفعہ کو باطل کر دیتا ہے اور امام محمد اور زفر رح کا اسمین اختلاف ہی وہ فرماتے ہین کہ اس صورت مین نابالغ کے حق کا باطل کر دینا ہی اور شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اونکے نزدیک یہ معنے ہین کہ اوس نے خریدنے کو ترک کر دیا ہی کسی حق ثابت کو نہین باطل کیا۔

(۵۱) م وصلحه منها على عوض ورد عوضه ش اى الصلح على العوض يبطل الشفعة لانه تسليم لكن الصلح غير جائز لانه مجرد حق التملك فيجب رد العوض۔

(۵۱) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو اس صورت مین حق شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا کیونکہ صلح کرنے مین شفعہ کا باطل کرنا ہی لیکن یہ صلح عوض کے اعتبار سے درست نہین اسلیے کہ یہان محض حق تملک ہی لہذا عوض واپس کرنا ضروری ہے۔

(۵۲) م وموت الشفيع لا المشتري ش فان الشفيع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث عنه خلافا للشافعي رح لانها ليست بمال وهذا اذا مات بعد البيع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن او بعده تصير للورثة۔

(۵۲) اگر شفیع مر جائے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو حق شفعہ کا نہ رہیگا مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اسلیے کہ وہ مال نہین ہی۔ یہ جب ہی کہ اگر شفیع بیع کے بعد اور قاضی کے حکم دینے سے پہلے مر جائے اور اگر بعد از حکم اور قبل ادا ے ثمن یا بعد ادا ے ثمن کے مر گیا تو اُسکے وارثون کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور مرنے سے باطل نہوگا۔

(۵۳) م وبیع ما یشفع بہ قبل القضاء بہا اى لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك بخلاف ما اذا كان البيع بشرط الخيار۔

(۵۳) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان کہ جسکی وجہ سے اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تھا فروخت کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے پہلے استحقاق کا سبب جاتا رہا بخلاف اوس صورت کے

(۵۴) م فان سمع شراءك فسلم فظهر شراء غيرك او بيعه بالف فسلم وكان باقل او بكيلي او وزنی او عددی متقارب قيمته الف او اكثر فهى له وبعرض كذلك لا اش اى سمع البيع بالف فسلم وكان باقل او كان بكيلي او وزنی او عددی متقارب قيمته الف او اكثر فالشفعة ثابتة له لان هذه الاشياء من ذوات الامثال فالشفيع ياخذ بها وربما يكون له الاخذ بهذه الاشياء ايسر وان كانت قيمتها اكثر من الالف فيكون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظهر ان البيع كان بعرض قيمته الف او اكثر لا يبقى له الشفعة لان الشفيع ياخذ هنا بالقيمة فان كانت قيمته الفا فقد سلم البيع به وان كانت قيمته اكثر فتسليم البيع بالف تسليم البيع بالاكثر بالطريق الاولى۔

(۵۴) اگر شفیع نے سنا کہ مکان زید نے خریدا ہے اور اوسنے اپنا شفعہ تسلیم کر دیا اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ عمرو نے خریدا ہے یا اوسکو معلوم ہوا کہ مکان کے ہزار روپیہ مین بیع ہوی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا ازان بعد معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو بیع ہوئی ہے یا ایسی چیز کے بدلہ مین فروخت ہوا ہے جو ناپ یا تول یا شمار سے فروخت ہوتی ہے کہ جسکی قیمت ہزار روپیہ یا اوس سے زیادہ ہے تو ایسی صورت مین حق شفعہ پھر ثابت ہوتا ہے اسلیے کہ یہ چیزین مثلی ہین اور شفیع انسے لے سکتا ہے کیونکہ بسا اوقات اوسکو ان چیزون کا دینا بہ نسبت نقد روپیہ کے نہایت آسان ہوتا ہے اگرچہ اونکی قیمت ہزار روپیہ سے زیادہ ہو لہذا اون صورتون مین شفیع کو حق شفعہ ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ بیع بدلے غلام وغیرہ کے ہوئی ہے کہ جس کی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو اوس کا شفعہ باقی نرہے گا اسلیے کہ اس جگہ شفیع قیمت دیکر مکان کو لے گا اور ہزار روپیہ پر تو وہ چھوڑ ہی چکا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہے تو اوس وقت مین شفیع بطریق اولے شفعہ سے دست بردار ہے۔

[illegible] شفیع نے [illegible] باطل ہو جائیگا [illegible] ملکیت زائل ہو گئی [illegible]

* * * * *

(۵۵) م وللشفيع حصة احد المشترين

(۵۵) چند لوگون نے ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو

لاحد الباعة ش اى اشترى جماعة من واحد فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان باع جماعة من واحد لا ياخذ حصة احد البائعين ويترك حصة الباقية بل ان شاء اخذ كلها او تركه لان هنا يتفرق الصفقة على المشترى وثمه لا تتفرق وايضا يتحقق في الاول دفع ضرر الجار لا في الثاني

ایک ہی کے حصہ کے لینے کا اختیار ہے اور اگر ایسی صورت ہے کہ چند لوگوں نے ملکر ایک شخص کے ہاتھ مکان فروخت کیا تو شفیع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُن بائعوں میں سے ایک کا لے لے اور باقی کو چھوڑ دے بلکہ چاہے کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے اسلیے کہ اسجگہ بمقابلہ مشتری کے تفریق بیع کی ہوتی ہے اور اوس جگہ نہیں ہوتی اور نیز صورت اول میں دفع ضرر جوار ہے دوسری صورت میں دفع ضرر جار کا متحقق نہیں ہے

(۵۶) م والنصف مفرزا اذا بيع مشاعا من دار فقسما ش اى اشترى نصفا مشاعا من دار فقسمه البائع والمشترى فالشفيع ياخذ النصف مفرزا لان القسمة من تمام القبض۔

(۵۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان غیر تقسیم شدہ میں نصف مکان خریدا پھر بائع اور مشتری دونوں نے اپنا اپنا حصہ جدا کر لیا تو شفیع کو وہی نصف مکان لینا پڑے گا جو تقسیم کرنے سے اوس کو ملا ہے اس لیے کہ تقسیم سے قبضہ کامل ہو جاتا ہے اور وہ قبضہ کا تتمہ ہے۔

تمام شد

تمام شد ترجمہ شرح وقایہ

کتاب الشفعہ

از

کتب مذہب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضی خان

و عینی شرح کنز

مؤلف و مترجم اونریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جج ہائی کورٹ ممالک مغربی و شمالی
الہ آباد باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفر له
الاحد فی یوم التناد
سنہ ۱۸۹۷ء

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی میں طبع ہوئی

کتاب الشفعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وهی تملیك البقعة جبرًا بما قام علی المشتری بالشركة او الجوار۔

(۱) بسبب شرکت یا ہمسایہ کے جبرًا کسی جایداد پر اوسی قدر ثمن دیکر جو مشتری پر لازم ہوا ہے مالک کر دینا نام شفعہ ہے۔

(۲) وهی مشتقة من الشفع وهو الضم انما سمیت بها لما فیها من ضم المشتراة الی عقار الشفیع

(۲) شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جو اتصال کے معنوں پر ہے شفعہ کو شفعہ اسواسطے کہتے ہیں کہ اوس میں بھی خریدی ہوئی شی شفیع کے ملک کے ساتھ ملجاتی ہے۔

(۳) ویجب للخلیط ای تثبت الشفعة للشریك فی المبیع۔

(۳) سب سے پہلے حق شفعہ اوس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے۔

(۴) وهذا مقدم علی غیره بلا خلاف لانه اقوی لتعلق الشركة باجزاء الملك۔

(۴) شریک فی المبیع کو بالاتفاق اوروں پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکوں کے اوس کو قوت ہے اس لئے کہ اجزاء ملک کے ساتھ یہاں شرکت کا تعلق ہے۔

(۵) وفی التبیین الشریك فی البناء بدون الارض لا یکون خلیطًا فی المبیع۔

(۵) تبیین میں بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص صرف مکان کے عمارت میں شریک ہے اور زمین کے اندر شریک نہیں ہے تو وہ اوسکو شریک فی المبیع کا حکم نہیں ہے۔

(۶) ثم فی حقه یعنی اذا سلم الخلیط فی المبیع الشفعة یجب للخلیط فی حق

(۶) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا کیونکہ شامل

المبيع لانه شريك في مرافق الملك

ماں میں شریک ہے۔

(۷) ثم لو كان الخليط في المبيع غائبًا يقضى بالشفعة للخليط في حقه اذا طلب لان الغائب يحتمل ان لا يطلب فلا يؤخر حق الحاضر بالشك۔

(۷) اگر شریک فی المبیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق المبیع نے شفعہ مانگا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر آکر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق میں تاخیر نہ کیجائیگی۔

(۸) ثم اذا حضر وطلب الشفعة قضى له بها۔

(۸) شریک فی المبیع کے غیبت میں اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہوکر شفعہ کا مطالبہ کیا تو اوسکے لئے شفعہ دلایا جائیگا

(۹) وبعد القضاء له لو سترك شفعته ليس للخليط في حقه ان يأخذها لانه بالقضاء للشريك انقطع حقه وبطل۔

(۹) قاضی نے شریک فی المبیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا مگر اوس نے شفعہ کے لینے سے انکار کردیا تو اب شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ شریک فی المبیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق المبیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہوگیا۔

(۱۰) ولو لم يطلب الخليط في حقه حين غيبة الشريك فاذا حضر وسلم ليس للخليط ان يأخذها كذا في القنية۔

(۱۰) شریک فی المبیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک نے حق المبیع نے شفعہ کی درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی المبیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق المبیع شفعہ نہیں لے سکتا۔

(۱۱) كالشرب والطريق الخاص۔

(۱۱) حق المبیع میں شریک ہونے کے یہ صورتیں ہیں جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(۱۲) قيد به لانهما اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة۔

(۱۲) شرب عام اور طریق عام میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا۔

(۱۳) الشرب الخاص نهر لا يجري فيه السفن۔

(۱۳) شرب خاص اتنی بڑی نہر کو کہہ سکتے ہیں جس میں ناؤ نہ چل سکے۔

(۱۴) وقيل ما نفذ ماؤه الى آخر الاراضي المسقية منه۔

(۱۴) بعض کے نزدیک شرب خاص اتنی بڑی نہر مراد ہے جو اصلی سب اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہوسکے۔

(۱۵) وعن ابي يوسف ما يسقى منه قراحان او ثلثة او بستانان

(۱۵) ابویوسف رح فرماتے ہیں جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکیں تب

وثلثة وما زاد على ذلك فهو عام كذا في النهاية۔

وہ نہر یا نالا ب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام میں داخل ہے۔

(۱۶) والطريق الخاص ما يكون غير نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم ثبتها للجار الملازق۔

(۱۷) شریک فی المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ

(۱۸) خلافا للشافعی۔

(۱۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہیں ہے

(۱۹) وفی الحقائق كذا الخلاف فی الجار المقابل فی السكة الغير النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ میں سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل فی السكة النافذة لاشفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہیں ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلا شفعة۔

(۲۱) ایک مکان میں دو شخص شریک تھے اور وہ مکان اونمیں تقسیم ہوگیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہیں ہوسکتا۔

(۲۲) ولنا قوله عليه السلام الجار احق بشفعته۔

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے۔

(۲۳) ولو ذميا ای وان كان الشفيع ذميا۔

(۲۳) جس طرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قيد به لان ابن ابی ليلى قال لاشفعة للذمی كذا فی الكفاية۔

(۲۴) کفایہ میں بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلے کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہیں ہے۔ اسواسطے بیان ذمی کا ذکر کردیا گیا۔

(۲۵) وكذا لو كان ماذونا او مكاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والكل فی ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسبات میں سب لوگ برابر ہیں۔

(۲۶) وحكم الجار مع الخليط فی الطلب كحكم الخليط مع الشريك بالذات۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے میں پاس والے کا شریک فی حق المبیع کیساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق المبیع کا شریک فی المبیع کے ساتھ ہے

(۲۷) ونقسمها على الرؤس لا السهام يعنى الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہون گے۔

(۲۸) وعند الشافعى على قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعا کے حصہ پر شفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

(۲۹) مثلا اذا كان دار بين ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصيبه قضى بالشفعة بين الآخرين اثلاثا عنده على قدر ملكهما ونصفين عندنا على قدر رؤسهما وان باع صاحب الثلث نصيبه يكون الشفعة بينهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصيبه يكون الشفعة بينهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس كذا فى المصفى۔

(۲۹) ایک مکان مین تین شخص شریک ہین ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت مین امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی مین ایک شخص کو اور ایک تہائی مین دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اون دونون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع مین اور دوسرے کو ایک ربع مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کئے جائینگے جنمین سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائین گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فيثبت بقدره كالربح والكسب ولنا ان بينهما اتصال الملك وقليل الملك ككثيره ولهذا لو تفرد صاحب القليل فله كل الشفعة بخلاف الربح والكسب لانهما من نتائج الملك فيكونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہے لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اون دونون مین ملکیت کا اتصال پایا جاتا ہے اور اسبات مین ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونون برابر ہین ولہذا اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل مین شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اس لئے کہ یہ دونون ملک کے نتائج مین داخل ہین۔ لہذا ملک کے حساب سے اونکا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان كلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة لهم مستحق بجموع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعا کے لئے شفعہ کا حکم نہ دے اوسوقت تک ہر شفیع کو پورے مکان مشفوعہ مین شفعہ کا استحقاق ہے مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم للمزاحمة فينبغي ان يطلب كذلك حتى لو طلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجئ۔

خیال ہے اونمین باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہے لہذا ہر شفیع کو پورے مکان مین شفعہ کی درخواست کرنی چاہیئے حتا کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ مین شفعہ چاہیگا تو امام محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا چنانچہ آئندہ آتا ہے۔

(٣٢) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالي عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(٣٢) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہے جسمین بائع کو اختیار باقی نہ ہو کیونکہ اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہو تو وہ بیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہے پہر شفیع کسیطرح مالک نہین ہو سکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قایم رکہنا ہے۔

(٣٣) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشتري فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما حسان للمكاتب الشفعة۔

(٣٣) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہو مگر مشتری کو اختیار رہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدتے وقت مشتری مبیع کا مالک ہو گیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لئے کہ اوس کو حق ملکیت حاصل ہو گیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(٣٤) وكذلك خيار العيب والروية لا يمنعان من الشفعة۔

(٣٤) خیار عیب اور خیار رویت کے صورت مین بہی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٣٥) وما في معناه يعني تجب الشفعة بعد وجود ما في معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(٣٥) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسیطرح جن چیزوں مین مبادلة المال بالمال کے معنے پائے جاتے ہون مثلاً مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(٣٦) ولسقوط الخيار (يعني) يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(٣٦) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہو اور پہر وہ اختیار جاتا رہے تو پہر ہر طرح سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٣٧) والفسخ في الفاسد اى بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشترى بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

(٣٧) اگر بیع فاسد میں کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ بیع فاسد میں شرع سے حق فسخ ہوتا ہے پھر جب اس کے ساتھ بسبب مکان بنا لینے یا باغ لگا لینے کے مشتری کا حق متعلق ہو گیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(٣٨) قال المصنف في شرحه وانما قال ويجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اى حق المبيع او نفسه او الجوار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بدلا بالباء عطفا على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(٣٨) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہیں ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہیں کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بائع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہیں ثابت ہوتا۔

(٣٩) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لابد لها من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضي

(٣٩) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہے کہ شفیع شفعہ کو فوراً طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہے فوراً اوس کی طلب ہونی چاہیے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو اور اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے تاکہ نزد القاضی اوس طلب کو ثابت کر سکے

(٤٠) ويملك اى الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اى سلمها المشترى الى الشفيع لان الملك ثابت للمشترى حتى لو اجره يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(٤٠) شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ میں دیدے اور وہ اوسکا لے لے اس لئے کہ ملک مشتری کو ثابت ہے یہاں تک کہ اگر وہ اس مکان کو کرایہ پر دیدے تو مشتری کے لئے اوسکا کرایہ شرعاً حلال ہوگا لہذا اوسکی رضامندی کا کہ منتقل ہو جاویگی

(٤١) او حكم له وهو بالجر معطوف على الاخذ

(٤١) اگر مشتری سے وہ مکان

يعني يملك الشفيع باحد الامرين اما بالاخذ بالتراضي او بحكم الحاكم للشفيع بها اي بالشفعة۔

شفیع کے قبضہ مین رضامندی سے نہین دیا۔ مگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب بہی شفیع اوس کا مالک ہو جاوے گا۔

(۴۲) وفائدة هذين ان الشفيع اذا مات بعد الطلبين قبل الاخذ او الحكم لم يورث عنه الدار المشفوعة ولو باعها لا يجوز۔

(۴۲) اسکا نتیجہ یہ ہی کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے پہلے مر گیا تو اوس کے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو بیچ کیا تو اوسکی بیع ناجائز ہوگی۔

(۴۳) ولا يجب الشفعة في غير العقار لقوله عليه السلام لا شفعة الا في ربع او حائط حتى لو بيع النخل وحده او البناء وحده فلا شفعة لانهما لا قرار لهما بدون العرصة فكان في معنى المنقول۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار یعنے غیر منقولات مین ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ شفعہ نہین ہوتا مگر مکان مین یا باغ مین اسی تقدیر پر اگر کوئی شخص صرف باغ کے درختون یا مکان کے دیوارون کو بغیر زمین کے بیع کرے تو اوس مین شفعہ نہین ہی اس لیے کہ زمین کے بغیر اونکو قیام نہین ہی پس وہ منقولات مین داخل ہین

(۴۴) بخلاف العلو حيث يستحق به الشفعة في سفل بجوار ه اذا لم يكن طريقهما مشتركا لان له حق القرار فالحق بالعقار۔

(۴۴) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ ہی۔ اس لئے کہ اگر دونون کا راستہ مشترک نہین ہی تو جوار کے سبب سے حق شفعہ ثابت ہو گا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار ہی لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(۴۵) وفي البدرية لو باع العقار مع العبيد والدواب يثبت في الكل تبعا للعقار۔

(۴۵) کتاب بدریہ مین بیان کیا ہی کہ اگر جائداد کو مع غلامون اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا۔ تو یہ سب چیزین اوس جائداد کے تابع سمجہی جاوینگی اور سب مین حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۴۶) وفي التجريد لا شفعة في الوقف ولا بجوار ه۔

(۴۶) کتاب تجرید مین ہی کہ وقف مین شفعہ نہین ہوتا اور وقف کی جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴۷) نثبتها فيما لا يقسم كالبير والرحى والحمام۔

(۴۷) حنفیہ کے نزدیک جن چیزون کی تقسیم نہین ہو سکتی اونمین شفعہ ثابت ہوتا ہی جیسے کنوان پنچکی۔ حمام۔

(۴۸) وقال الشافعي لا يثبت الشفعة

(۴۸) امام شافعی رح کے نزدیک جو چیزین قابل تقسیم نہین

فيها وهذا الخلاف مبني على ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده ولدفع ضرر الجوار على الدوام عندنا۔

میں اور ان میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(۴۹) والظلة وهي التي احد طرفي جذوعها على حائط الدار المبيعة وطرفها الآخر على حائط الجار لا تدخل عنده فلا يأخذها الشفيع حتى يقول بكل حق هو لها وقالا يدخل اراد بالظلة ما يكون مفتوحة في الدار المبيعة لانها لو كانت مفتوحة الى غيرها لا يدخل اتفاقا۔

(۴۹) وہ سائبان جسکی کڑیاں ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر لگے ہوئے ہیں حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع میں داخل نہ ہوگا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت میں بائع کل حقوق کی تصریح کردے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع میں داخل ہوگا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کو ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہوگا۔

(۵۰) لهما ان الظلة من مرافق الدار ينتفع بها صاحبها كالكنيف المشروع الى خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه فاصل من وجه لان قرارها بها وبغيرها فان قال بكل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقيس عليه لانه لا اتصال له بملك الغير۔

(۵۰) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہے مثل پاخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہے اور من وجہ اوس سے الگ ہے کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہیں ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہے لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب تو وہ سائبان داخل ہوگا ورنہ نہیں۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوس میں دوسرے کی ملک سے اتصال نہیں پایا جاتا۔

(۵۱) واذا ملك العقار بعوض هو مال وجبت اي ثبت الشفعة۔

(۵۱) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۲) فان ملكها بلا عوض كالهبة المطلقة والصدقة لا يثبت۔

(۵۲) اگر ایک شخص بلا عوض مالک ہوا جس طرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ میں تو شفعہ ثابت نہ ہوگا

(٥٣)، وكذا اذا املكها بعوض ليس بمال وعليه يتفرع قوله۔

(٥٣)، اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہوا مگر وہ عوض مال نہیں ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔

(٥٤)، فلا نثبتها اى الشفعة فى دار يتزوج عليها اى يكون مهرًا للمنكوحة وان قال جعلها بمهرك ففيها الشفعة لانها عوض عن المهر۔

(٥٤)، اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر مہر کے عوض میں وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے۔

(٥٥)، او يخلع بها او يستاجر بها يعنى اذا اجر داره واخذ لاجرته من المستأجر دارا فلا شفعة لهذا لانه بدل المنفعة لا بدل المال۔

(٥٥)، اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے کرایہ میں ایک مکان لے لیا تو اوسمیں شفعہ نہیں ہے کیونکہ وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہیں لیا ہے بلکہ بعوض سکونت کے لیا ہے۔

(٥٦)، او يصالح بها عن دم عمدا او يعتق عليها۔

(٥٦)، اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان دیکر اوس کے وارثوں سے صلح کر لی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام آزاد کیا تو شفعہ نہ ہوگا

(٥٧)، وقال الشافعى يثبت الشفعة فيها۔

(٥٧)، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچوں صورتوں میں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٥٨)، لان هذه الاشياء متقومة فى الشرع فيكون الدار قيمة للمتقوم ولنا ان قيمة الشئ ما يقوم مقامه لاتحادهما فى المقصود ولا اتحاد بين المال وهذه الاشياء فيه فلا يكون المال قيمة لها الا ان الشارع جعل للبضع قيمة فى النكاح لضرورة تعظيم قدره لا يعيق بيانه فى النكاح وللمنافع قيمة فى الاجارة لضرورة حاجة الناس اليها وللدم قيمة لضرورة

(٥٨)، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزیں ہیں پس مکان متقوم چیز کے بدلہ پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہیں جو بہ سبب اتحاد مقصود کے ایک شئے کے قائم مقام ہو سکے اور مال میں اور ان چیزوں میں اتحاد فی المقصود نہیں ہے پس مال انکی قیمت نہیں ہو سکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کر کے شرمگاہ کے نکاح میں قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ میں منافع کو شئے قرار دیا ہے کیونکہ لوگونکو اوسکی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اسیطرح ضرورت انسانی کا لحاظ فرما کر خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون رائیگاں نہ ہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صيانته عن الهدر وما ثبت بالضرورة لا يتعدى عن موضعها فلا يكون متقومة في حق الشفعة والاعتاق ازالة المالية فكيف يقوم المال مقامه۔

اندر منحصر رہتی ہو پس حق شفعہ میں یہ چیزیں متقوم نہ سمجھی جاوینگی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسیطرح اوس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل میں مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(٥٩) فلو تزوجها على دار ان ترد اليه الفا يعني اذا تزوج امرأة وامهرها دارا على ان تردا ليه الف درهم فالشفعة غير ثابتة عند ح مطلقا اي في حصة الالف وفي حصة الصداق۔

(٥٩) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان میں بالکل حق شفعہ نہوگا نہ مہر کے حصے میں نہ ہزار کے حصے میں۔

(٦٠) واوجباها في حصة الالف لانه مبادلة مال بمال۔

(٦٠) صورت مذکورہ بالامین صاحبین رح کے نزدیک اوس قدر حصے مین جو ہزار کے بدلہ مین آئے گا حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(٦١) اقول لو قال فالشفعة غير ثابتة في حصة الالف لكان اخصر واولى لانه لم يحتج الى قوله مطلقا واوجباها وعدم الشفعة في حصة الصداق قد كان عرف في المسئلة السابقة۔

(٦١) شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے مین شفعہ ثابت نہوگا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مُطْلَقًا وَاَوْجَبَاهَا کہنے کی ضرورت نہوتی اور مہر کے حصے مین شفعہ کا ثابت نہوتا پہلے مسئلہ سے معلوم ہو چکا تھا۔ پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(٦٢) وله ان البيع مشروط في النكاح والمشروط اتباع فيكون معنى المعاوضة تبعا للصداق واذا لم يثبت الشفعة في الاصل لا يثبت في تبعه۔

(٦٢) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو کہ اس نکاح مین بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہو لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوے اور جب اصل مہر مین شفعہ ثابت نہین ہو اوس کے تابع مین بھی ثابت نہوگا۔

(٦٣) اورد بعض المشائخ هذه

(٦٣) بعض مشائخ رح نے اس مسئلہ کو کتاب النکاح مین

المسئلة في كتاب النكاح وبعضهم في كتاب الشفعة والمصنف اورده في كليهما لكن ينافي ايجاز الكتاب۔

بیان کیا ہے اور بعض نے کتاب الشفعہ میں اور اس کتاب میں دونوں مقام پر اوس کو بیان کیا ہے اس میں اگرچہ کچھ حرج نہیں ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔

(۴۴) ولو صالح عنها بانكار او سكوت لم تجب يعني من ادعى دار رجل وانكر صاحبها او سكت ثم صالح عن ذلك المدعي على مال لا شفعة فيها اما في صورة الانكار فلان من زعمه ان الدار لم تزل عن ملكه واما في السكوت فلزعمه ان ما اعطاه افتداء ليمينه فلم يثبت المبادلة المالية۔

(۴۴) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کر لی تو اس مکان میں شفعہ نہیں ہے انکار کی صورت میں تو اس لیئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسی کا مملوک تھا اور سکوت کی صورت میں اس لیئے کہ اوس نے جو مال دیا ہے اپنے نزدیک قسم کے عوض میں دیا ہے لہذا مبادلہ مالیہ نہیں پایا گیا۔

(۴۵) ولو باقرار يعني لو صالح عنها بعد اقراره بها يثبت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف يكون مبادلة بمال۔

(۴۵) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور اوس نے اقرار کر لیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔

(۴۶) او عليها اي لو صالح عن دعوى [illegible] على دار مطلقا اي سواء كان الصلح باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة لان من زعم المدعي انه اخذها عوضا عن حقه فيواخذ بزعمه۔

(۴۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک اور مکان دیکر صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیا ہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جاوے گا۔

(۴۷) ولا يجب الشفعة بالارث والوصية لان الملك الحاصل لكل منهما حاصل بغير عوض۔

(۴۷) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوس میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا اسلیئے کہ یہاں مبادلہ مالیہ نہیں ہے۔

(٦٨) وطردوا ذلك اى عدم ثبوت الشفعة فى الهبة اذا عوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة فى التبرعات۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہٗ اوس کے عوض مین کچھ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(٦٩) الا بعوض مشروط یعنی اذا شرط العوض فى الهبة یثبت الشفعة فیها عندنا لان العوض یکون واجبا علیه ویکون بیعًا انتهاءً۔

(٦٩) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچھ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(٧٠) وقال مالك یثبت الشفعة فى الهبة متى عوض عنها وان لم یکن العوض مشروطا فیها لانها یصیر بمنزلة البیع ولنا انها هبة من الجانبین لانه لم یشترط فى العقد عوض ولا شفعة فى الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حیث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فیه نوع خفاء یعلم بالتامل۔

(٧٠) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹھیرا تو اسمین شفعہ نہوگا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجھ مین نہین آتا۔

(٧١) وفى المحیط الشفعة فى الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الاخر فلا شفعة۔

(٧١) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہو جاے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہے اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہے تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(٧٢) خلافا لزفر وهذا ابناء على ان الهبة المشروطة بعوض ینعقد معاوضة ابتداءً عنده وعندنا ینعقد تبرعا ابتداءً ویتم معاوضة

(٧٢) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونوں کے قبضہ کرنے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۷۳) ولا تثبت ای الشفعة للجار بالقسام الشرکاء العقار لان فی القسمة معنی الافراز لا مبادلة المال بالمال ولہذا یجری فیہا الجبر علی القسمة اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعة لم تثبت الا فی المبادلة المطلقة۔

(۷۳) اگر چند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلیں تو جار کو اسمیں مجال شفعہ نہیں ہے کیونکہ تقسیم میں شریک اپنے حصہ کو الگ کرتا ہے اور اس میں مبادلہ نہیں ہوتا ولہذا اگر مثلیات میں شرکت پائی جائے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہوں یا نہوں اوس شئی میں تقسیم جاری ہو سکتی ہے الحاصل تقسیم میں مبادلہ نہیں ہے اور شفعہ مطلقاً مبادلہ میں ثابت ہوتا ہے۔

(۷۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعة للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیة او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیة او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی هذا قید للرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبلہ بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعة وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۷۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے مبیع کو بحکم قاضی واپس کردیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہیں اور جار نے خرید کے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہو گا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہے اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب کے متعلق ہے۔

(۷۵) فان ردہ بعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعة لان ذلک فسخ فی حقہما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایة لہما علی غیرہما فیکون معاوضة مالیة فی حقہ قید بقولہ بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۷۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونیکی وجہ سے قبضہ کرنیکے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کرلیا تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کیونکہ اون دونوں کے حق میں یہ بیع کا فسخ ہے مگر شفیع کے حق میں وہ از سر نو دوسری بیع ہے اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے مگر شفیع پر اونکو کچھ ولایت نہیں ہے پس شفیع کے حق میں یہ مبادلہ مالیہ سمجھا جاویگا بعد القبض کی قید اس لئے لگائی ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کردینا اصل میں فسخ کردینا ہے۔

(٧٦) ولو استثنى ذراعا مما يليه أي من الجانب الذي يلي الشفيع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملك۔

(٧٦) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جس طرف شفیع کے زمین سے اوس کو اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع میں نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہیں پایا گیا۔ — [illegible]

(٧٧) وكذا لو وهبه وسلمه إليه

(٧٧) بیع کے بجائے زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو [illegible]

(٧٨) ولو ابتاع سهما من العقار قليلا بثمن كثير بحيث لا يرغب فيه الجار أصلا ثم ابتاع الباقي تثبت الشفعة للجار في الأول أي في السهم الأول دون بيع الباقي لأن المشتري في سهم صار شريكا للبائع في الباقي والشفيع جار له فيه والشريك مقدم عليه۔

(٧٨) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تاکہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوسی حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا باقی میں نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی میں شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار رہتا اور شریک کو جار پہ تقدم ہے۔

(٧٩) وهذه الحيلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(٧٩) صور مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(٨٠) أو بثمن أي لو ابتاع العقار الذي قيمته مائة مثلا بثمن غال كألف ثم عوضه عنه أي المشتري البائع عن ذلك الألف بثوب قيمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لأنه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد آخر وهذه حيلة تعم دفع الجار والشريك إلا أن فيها إضرارا للبائع عند الاستحقاق لأنه باع الثوب من البائع بألف وقع

(٨٠) اگر ایک جایداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض میں بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہو تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جایداد کو لے سکتا ہے ورنہ نہیں لے سکتا کیونکہ اوس جایداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پا چکے ہیں اور باقی رہا بعوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت میں جایداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوس میں بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اوس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے بیچ کا اور ان دونوں نے باہم قرار

المقاصة بينهما فاذا استحق العقار بطل ثمنه لكن بقي للمشتري على البائع ثمن الثوب وهو الف لان بيع الثوب صحيح۔

دے لیا ہو فروخت کر چکا۔ پس اگر وہ جائداد کسی اور شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہو جاوے گا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ کا زرثمن قرار پایا ہے مشتری کے اس بائع پر لازم ہو جاویگی کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہے۔

(٨١) فالاولى ان يباع بالدراهم الثمن دنانير بقدر قيمة العقار فيكون صرفا بما في ذمته۔

(٨١) اور اگر اسطرح سے حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار زرثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جائداد کے مشتری بائع کو دے تو بیع صرف ہو جاویگی اور بائع کا کچھ ضرر نہوگا۔

(٨٢) فاذا استحق العقار وتبين ان لا دين على المشتري يبطل الصرف للافتراق قبل القبض فيجب رد الدنانير لا غير فلا يتضرر بها البائع۔

(٨٢) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جائداد میں کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشتری پر زرثمن لازم نہیں ہے تو بیع صرف قبل از قبض افتراق پا جانے سے باطل ہو جاویگی اور بائع کو صرف اون اشرفیوں کا واپس کرنا پڑے گا جس سے اوسکو کچھ ضرر نہوگا۔

(٨٣) وكره محمد الحيلة في اسقاطها وقالا لا يكره۔

(٨٣) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

(٨٤) له ان ثبوتها لدفع الضرر فاذا ابيحت الحيلة في اسقاطها يكون ابقاء لضرر الجار فيكون حراما۔

(٨٤) امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر ہے پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو ہمسایہ کا ضرر جوار باقی رہتا ہے پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہوگا۔

(٨٥) لهما ان هذا امتناع عن اثبات الحق وهو مشروع۔

(٨٥) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حیلہ کرنے میں اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ ناجائز نہیں ہے۔

(٨٦) قيد بقوله في اسقاطها لان الحيلة في ابطالها مكروهة اتفاقا كما اذا قال المشتري للشفيع بعدما ثبت حقه انا ابيعها منك بما اخذت وقال الشفيع نعم تبطل الشفعة كذا في النهاية۔

(٨٦) حیلہ میں اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع اوس کا حق ثابت ہو جانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو میں نے یہ مکان لیا ہے اوسی قیمت کو میں تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوس وقت میں باطل ہو جاوے گا۔

(٨٧) لكن قال شمس الائمة لا باس

(٨٧) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لیے

بالحيلة لابطال حق الشفعة اذا كان قصده الدفع عن نفسه لان فى اخذ داره بغير رضاه ضررا عليه واضرار الغير به ضمنى فلا يعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچھ مضایقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضامندیکے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر ہونگا تو وہ ضمنا ہے۔

(٨٨) فصل فى طلب الشفعة والخصومة فيها۔

(٨٨) بیان ہے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہے

(٨٩) فاذا علم الشفيع بالبيع اشهد فى مجلس علمه على الطلب سمى هذا طلب المواثبة لابد للشفيع منه وان لم يكن بحضرته من يشهده لكيلا يسقط حقه فيما بينه وبين الله تعالى لقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها اى طلبها على المسارعة ويمكنه الحلف اذا استحلف۔

(٨٩) جسوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کردے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط نہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فوراً اوسکے طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پر وہ حلف کرسکے۔

(٩٠) ثم هذا الطلب انما يجب عليه اذا اخبره رجلان او رجل عدل عنده۔

(٩٠) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبۃ اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(٩١) وعندهما يجب اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا۔

(٩١) صاحبین رحمہ کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(٩٢) ولو اخبره المشترى بنفسه يجب عليه الطلب اتفاقا كيف ما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة فى الخصومة كذا فى التبيين۔

(٩٢) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بہر صورت شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ مین مشتری اوسکی مخاصمت ہے اور خصومت مین عدالت شرط نہین ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيارا الى آخر المجلس ما لم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل.

(۹۳) امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ شفیع کو آخر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ شفیع اس جلسہ کے اندر کسی ایسے کام میں مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو۔ کرخی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اسلئے کہ شفعہ میں ایک شے کا حاصل کرنا ہوتا ہے جسمیں تامل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۹۴) لكن المشهور عن ائمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة.

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو فی الفور طلب کرنی چاہیئے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالی تو شفعہ باطل ہو جاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية.

(۹۵) واقعات میں مذکور ہے قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جائے ثابت ہو جاتا ہے خواہ وہ کسی قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اي ليشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه.

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہے کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بھی کسیکو گواہ کرے اسلیئے کہ اُسے مبیع میں اسکو مخاصمت کرنی ہے۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا.

(۹۷) امام محمد نے جامع کبیر میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا تو اُسوقت بھی شفیع کسیکو گواہ کر دے تو صحیح ہے کیونکہ وہ عاقد ہے مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہے صرف استحسانا ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه مالك المبيع.

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس آکر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کر دے کیونکہ وہ مبیع کا مالک ہے۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا او هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الآن فاشهدوا على ذلك.

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری میں سے کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیئے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کر دے کیونکہ حق اُسیکے ساتھ متعلق ہے۔ طلب مواثبت کے بعد سب کاروائی کا نام طلب تقریر ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ شفیع لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ فلاں شخص نے ایک مکان یا یہ مکان خریدا ہے اور میں اُسکا شفیع ہوں اور میں اُسکو طلب کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(١٠٠) قال شيخ الاسلام لو علم الشفيع البيع عند احد هذه الثلثة فطلب و اشهد عليه يكفيه فلا حاجة الى طلب الاشهاد ثانيا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمكن من الاشهاد مع القدرة على احد هذه الثلثة۔

(١٠٠) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینوں میں سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسجگہ اس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اسقدر اثبات شفعہ میں اوسکے لیئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہیں ہے اور طلب کرنیکے مدت اُس قدر ہے جس میں وہ ان تینوں میں سے کسی جگہ جاکر گواہ کر سکے۔

(١٠١) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فی مكان اخر بطل شفعته الا ان يكونوا فی مصر

(١٠١) اگر ان تینوں میں سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسری جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جاوے گا مگر جس صورت میں کہ یہ سب ایک شہر میں ہوں۔

(١٠٢) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ايام۔

(١٠٢) امام محمد رح سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہیں۔

(١٠٣) وعن الشافعی ان له الطلب فی جميع عمره۔

(١٠٣) امام شافعی رح سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(١٠٤) وتاخير الخصومة وسمی طلب التملك بعد الاشهاد لا يسقطها ای الشفعة عند ابی حنيفة لان الحق متی تقرر لم يسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه كما فی سائر الحقوق وعليه الفتوی۔

(١٠٤) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت میں دیر ہو جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک شفعہ نہیں ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہو جاتا ہے تو جب تک وہ شخص اپنی زبان سے اسکو ساقط نکریں وہ ساقط نہیں ہو سکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس خصومت کو طلب تملک کہتے ہیں۔

(١٠٥) ويسقطها ای ابو يوسف شفعته بترك المحاكمة يعنی المرافعة الی القاضی مع القدرة علی ذلك لانه دليل الاعراض والتسليم كما فی تاخير الطلبين الاولين۔

(١٠٥) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع باوجود قدرت کے قاضی کی طرف جا کر دعویٰ نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے تسلیم کرنیکی دلیل ہے جس طرح پہلے دونوں طلبوں میں تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(١٠٦) وقدره اى محمد زمان ترك المحاكمة بشهر لان الشهر ادنى الآجال وما دونه عاجل كما سيجئ فى الايمان من غير عذر.

(١٠٦) امام محمد رح نے بلا عذر چارہ جوئی نہ کرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ ادنے درجہ کی مدت ہے اور ایک مہینہ سے کم عجلت میں داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان میں اسکا بیان آتا ہے۔

(١٠٧) قيد به لانه لو كان لعذر كمرض وسفر اوعدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلده لا يسقط اتفاقا.

(١٠٧) تاخیر میں بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر کسی عذر سے تاخیر ہوئی مثلا وہ بیمار تھا یا سفر میں تھا یا اُسکے شہر میں ایسا قاضی موجود نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہو گا۔

(١٠٨) وفى الجامع الخانى الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس فى قصد الاضرار.

(١٠٨) جامع خانی میں ہے کہ آج کل امام محمد رح کے قول پر فتوا ہے اسلیے کہ ضرر رسانی میں لوگوں کا حال متغیر ہو گیا ہے۔

(١٠٩) واذا ادعى الشراء اى اذا ادعى الشفيع ان المشترى اشترى الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضى المشترى بان يقول الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى الملك وانما احتيج الى هذا السوال لانه بمجرد كونها فى يده لا يستحق الشفعة فان اعترف بملكه الذى يشفع به ثبت كونه خصما باعترافه.

(١٠٩) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس میں میرا شفعہ ہے خرید کیا ہے اور میں اُسپر شفعہ چاہتا ہوں اوسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان میں شفیع شفعہ کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہیں اور اس سوال کے اسلیے حاجت ہے کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہو گا اگر مشتری نے اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہو گیا کہ وہ شفیع کا مخاصم ہے۔

(١١٠) والا كلفناه البينة اى ان لم يعترف به كلف القاضى الشفيع باقامة البينة على انه مالك بما يشفع به.

(١١٠) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع کو کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنا دے۔

(١١١) وقال زفر يكون خصما بلا بينة لان ظاهرة اليد دليل الملك

(١١١) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لئے کافی ہے

(۱۱۲) ولهذا يجوز للشهود ان يشهدوا بالملك بمشاهدة اليد ولنا ان ظاهر الملك يصلح لدفع دعوى الغير لا لاستحقاق به۔

(۱۱۲) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ میں کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کو اسبات کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شے اوس قابض کی مملوک ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر قبضہ غیر کا دعویٰ دفع کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا

(۱۱۳) فان عجز اى الشفيع عن اقامة البينة استحلف المشترى ما يعلم به اى يحلف بان يقول بالله ما اعلم ان الشفيع مالك لما يشفع به۔

(۱۱۳) صورت مذکور میں اگر شفیع گواہ نہ لا سکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہیئے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت بذریعہ شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہیں ہے۔

(۱۱۴) وانما يستحلف على نفى العلم لانها يمين على فعل الغير۔

(۱۱۴) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(۱۱۵) هذا اذا قال المشترى ما اعلم واما لو قال اعلم انه غير مالك للشفيع يحلف على البتات من فصول استروشنيه

(۱۱۵) یہ اوس وقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ شفیع کی نہیں ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(۱۱۶) فان نكل اى المشترى اليمين او برهن الشفيع اى اقام بينة على مدعاه سأل القاضى المشترى عن الشراء ليثبت كونه خصما عنده فان اعترف يسمع دعوى الشفيع فان انكر الشراء طولب الشفيع بالبينة على شرائه لانه هو المدعى

(۱۱۶) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے مدعا پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شے کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعویٰ مسموع ہو گا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(۱۱۷) فان عجز استحلف المشترى ان طلب الشفيع لان اليمين حقه فلا يحلفه القاضى بدون طلبه ما ابتاع اى يقول فى حلفه بالله ما اشتريت الدار المشفوعة وهذا يمين على سبب وهو قول ابى يوسف

(۱۱۷) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہیئے کہ خدا کی قسم میں نے مکان مشفوعہ کو نہیں خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعویٰ کیا ہے تو اوسی کے نفی پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعویٰ کے جواز سے واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوس وقت لیا جاوے گا

لان المدعی ادعی اصل الشراء فینبغی
ان یستحلف علی نفیه لان الیمین انما
یجب بحسب الدعوی وما یستحق علیه
هذه الشفعة ای یقول فی حلفه باللہ
ما یستحق الشفیع هذه الشفعة علیّ
وهذا ایمان علی الحاصل وهو قولہما
ومحمد لان فی الاستحلاف علی
السبب اضرارا للمدعی علیه لجواز
ان یکون قد فسخ العقد واذا استحلف
علی الحاصل یکون رعایة لحقهما
(۱۱۸) الا ان یدعی الشفعة علی من لا
یراها بالجوار ویستحلف علی السبب
لانه لو حلف فیه علی الحاصل یصدق
فی یمینه فی اعتقاده فیفوت النظر فی
حق المدعی۔
(۱۱۹) فان نکل ای المشتری قضی بہا
ای بالشفعة۔
(۱۲۰) اعلم انه ذکر فی هذا الکتاب
ومتن الکنز ان القاضی یسأل المدعی
علیه عن ملك الشفیع اولا ولیس کذلك
بل یسأل القاضی اولا المدعی عن
موضع الدار وحدودها لانه ادعی
فیها حقا فلابد ان تکون معلومة کما
لو ادعی رقبتها فاذا بین الشفیع ذلك
سأله هل قبض المشتری الدار لانه

جب شفیع بہی حلف لینا چاہیے اس لئے کہ حلف لینیکا حق
اوسی کو ہو بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین
لے سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک
اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہیئے کہ خدا کی قسم
میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ
حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ
کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہو
اور ممکن ہے کہ بیع ہو چکی ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل
پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی
رعایت ہے۔
(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو
دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق
سبب پر حلف چاہیے کیونکہ اگر وہان بہی حاصل پر حلف کیا
اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرے
تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔
(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لئے شفعہ
کا حکم دیا جاوے گا۔
(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین
یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولا مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا
سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹہیک نہین ہے بلکہ اولا قاضی کو
مدعی سے اوس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت
کرنی چاہئیین اس لئے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق
بیان کرتا ہی لہذا اوس مکان کا تعین ضرور ہے جس طرح کہ اگر
شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے
حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہی اور جب شفیع

لو لم یقبضها لانهم دعواه على المشتری
حتى یحضر البائع فاذا ابان ذلك
سأله عن سبب شفعته لاحتمال
ان یزعم ما لیس بسبب سببا او یکون
هو محجوبا بغیره فاذا ابین سببا سألها
وانه غیر محجوب بغیره سأله انه متى
علم وکیف صنع حین علم لانها تبطل
بطول الزمان وبما یدل على الاعراض
فاذا ابین ذلك سأله من طلب التقریر
وکیف کان وعند من اشهد وهل
کان الذی اشهد عنده اقرب من
غیره على ما بینا فاذا ابان ذلك
کله اقبل على المدعى علیه وسأله
عن ملك الشفیع الى آخر ما ذکر کذا
فی التبیین۔

(۱۲۱) ولا یلزم الشفیع احضار الثمن
الى مجلس القاضی وقت خصومته
الا بعد القضاء بها ای بالشفعة لان
الثمن لا یجب علیه قبل القضاء بالشفعة
ولا یجب احضاره۔

(۱۲۲) والزمه ای محمد الشفیع به
قبله ای باحضار الثمن قبل القضاء
فلا یقضی القاضی بها اذا لم یحضره
لاحتمال ان یکون الشفیع مفلسا
ویتوى مال المشتری۔

پتا وغیرہ دریافت کر لے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ
مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کر لیا ہو یا نہیں اس لیے کہ اگر قبضہ
نہیں کیا ہو تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہو گا جب
شفیع اس بات کو بیان کر دے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت
کرنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست میں سبب سمجھا ہو یا
اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹھیک ٹھیک ان
باتوں کو بیان کر دے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ تجھکو
بیع کا علم کب ہوا اور جب تجھکو علم بالبیع ہوا تو تو نے کیا کیا اس لیے
کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا
جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے جب شفیع یہ بھی بیان کر دے تو اوس سے
طلب تقریر کا سوال کرے کہ کس طرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس لیکر گواہ کو گواہ
کیا وہ بہ نسبت دوسرے کے اقرب تھا یا نہیں غرض جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں
اوسی ترتیب سے اوس سے سوال کیے جاویں جب شفیع ان سب باتوں کا جواب دیدے
تو اب قاضی کو مدعی علیہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اوس سے شفیع کی
ملکیت وغیرہ اور اوس کے متعلق سب باتیں دریافت کرنی چاہییں

(۱۲۱) شفیع کو ضرور نہیں ہے کہ قاضی کے پاس اوس مکان
کی قیمت خصومت کے وقت لا کر موجود کرے بلکہ اوسوقت موجود
کرنا ضروری ہے کہ جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے
کیونکہ قبل از حکم قاضی زر ثمن شفیع پر واجب نہیں ہوتا
اور نہ اوس کا موجود کرنا اوس پر ضروری ہے۔

(۱۲۲) امام محمد رح کے نزدیک قبل از حکم قاضی
شفیع پر زر ثمن کا موجود کر دینا ضروری ہے جبتک
زر ثمن موجود نہ ہوگا قاضی شفعہ کا حکم نہ دیگا
کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف
ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وهو رواية اي قول محمد رواية عن ح۔

(۱۲۳) ایک روایت میں امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زرِ ثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حكم القاضي قبل احضار الثمن فللمشتري ان يحبس العقار حتى يدفع الثمن اليه لانهما بمنزلة البائع والمشتري

(۱۲۴) اگر قاضی نے زرِ ثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک وہ اسکو زرِ ثمن نہ دے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونوں بمنزلہ بائع ومشتری کے ہیں۔

(۱۲۵) واذا كان المبيع في يد البائع لم يسمع البينة اي القاضي بينة الشفيع ولم يقض له بالشفعة حتى يحضر المشتري لان للبائع يدًا وللمشتري ملكا فلابد من اجتماعهما ولو قضى بها قبل حضوره يكون قضاء على الغائب وانه لا يجوز۔

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ میں ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک کہ مشتری موجود نہو کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اس لیے دونوں کا اجتماع ضروری ہے اور اگر مشتری کے حاضر ہونے سے پہلے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو وہ قضاء علی الغائب ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

(۱۲۶) بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم الى المشتري فصار البائع اجنبيا فيفسخ البيع بحضرته اي بحضرة المشتري ويقضى بها اي بالشفعة۔

(۱۲۶) مشتری کا قبضہ ہو جانے کے بعد بائع کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ قبضہ سے بیع تمام ہو چکی اور بائع اجنبی ہو گیا پس صرف مشتری کے موجودگی میں بیع فسخ ہو جاوے گی اور شفعہ کا حکم دے دیا جاوے گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ويجعل العهدة اي ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع اذا اخذ الشفيع الدار من يده لانه اذا اخذها منه يفسخ العقد الذي جرى بين البائع والمشتري فيكون متملكا على البائع فكانه اشتري

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ میں سے لیا تھا اور اب اوسمیں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے زرِ ثمن کا ضامن ہوگا اس لئے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لے لیا ہے تو بائع اور مشتری کے مابین جو عقد ہوا تھا فسخ ہو جاوے گا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہو گی اور یہ سمجھا جاوے گا کہ اوسنے بائع سے اس مکان کو خریدا ہے لہٰذا وہی ذمہ دار ہوگا

منه فيكون العهدة عليه لا على المشتري

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا۔

(١٢٨) اي قال الشافعي العهدة على المشتري سواء اخذها من البائع او المشتري لان العقد لا ينفسخ ويكون متملكا على المشتري فيكون العهدة عليه كما لو اخذها منه۔

(١٢٨) امام شافعیؒ کے نزدیک ہر صورت مشتری زرثمن کا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اس لئے کہ بائع اور مشتری میں جو عقد ہوا ہے وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت ہر حال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

(١٢٩) ويرد الشفيع الدار المشفوعة بخيار الرؤية والعيب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال م شرط المشتري البراءة عن خيار العيب في عقده لان الخيار حق للشفيع فلا يسقط باسقاط المشتري

(١٢٩) اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونے کی قید لگا دی ہو اوس وقت میں بھی شفیع کو اختیار ہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کر دے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہے مشتری کے ساقط کر دینے سے وہ ساقط نہیں ہوتا۔

(١٣٠) ومن اشترى لغيره كان خصما للشفيع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه الى الوكيل لانه هو العاقد۔

(١٣٠) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا مدمقابل سمجھا جاوے گا اس لئے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہے پس جس نے عقد کیا ہے اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

(١٣١) الا بالتسليم الى الموكل يعني اذا سلم الوكيل المبيع الى الموكل يخرج عن كونه خصما لانه لا يد له ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل۔

(١٣١) اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کر کے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہو گا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہے نہ مالک۔

(١٣٢) ولو قال المشتري لوكيل الشفيع قد سلم موكلك الشفعة يامر ابو يوسف رح بتاخير القضاء حتى يحضر الموكل فيحلف على انه لم يسلمها لانه لو قضى بها في الحال ثم حضر الشفيع

(١٣٢) امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کر دیا ہے تو قاضی کو حکم دینے میں موکل کے حاضر ہونے اور اوس کے اس بات پر حلف کرنے تک کہ میں نے شفعہ کو ترک نہیں کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پھر موکل نے

ونکل عن الیمین لزم نقض القضاء فیجب تاخیره صیانة له عن النقض۔

عدم تسلیم شفعہ پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے پہلے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس سہلت سے اوسکو دیر کرنی چاہئے۔

(١٣٣) وامر به ای محمد بقضاء الشفعة للحال لان الحق لما ثبت عند القاضی وجب علیه الحکم بما ظهر عنده فلا یؤخر لامر موهوم فان الشفیع یحتمل ان لا یحضر اصلا فان حضر ونکل رد الدار علی المشتری۔

(١٣٣) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہئے لیکہ فی الفور حکم دینا چاہئے اس لئے کہ جب عند القاضی ایکا حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہوگیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کرسکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر ہی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کرادیگا۔

(١٣٤) ولو باع او وهب یعنی من اشتری دارا فباعها من غیره او وهبها له ثم غاب فادعی الشفیع علی الحاضر ای علی المشتری الثانی او علی الموهوب له فانکر الحاضر فاراد الشفیع اقامة البینة یجعله ای ابو یوسف الحاضر خصمًا فیقبل بینته۔

(١٣٤) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیچ یا ہبہ کردیا بعد ازان وہ غائب ہوگیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور ان دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہو گی۔

(١٣٥) وقالا لا یکون خصمًا۔

(١٣٥) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کرسکے گا۔

(١٣٦) له ان الموهوب له او المشتری الثانی ذو الید ومدع لرقبة الدار لنفسه فیکون خصما لمن ینازعه کما لو صدقه فی الدعوی لکن یوخذ منه کفیل للثمن او یوضع الثمن عند عدل تعطه ا

(١٣٦) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہے اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہے پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لامحالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہون گے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کے تصدیق کردے تو اس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر صورت مذکورہ مین ۱۱

الغائب ولهما ان القضاء على الغائب قصدا لا يجوز وفي جعله خصما ابطال حق الغائب قصدا فلا يجوز بخلاف ما اذا صدقه لان الاقرار حجة قاصرة فلا يتعدى عن نفسه واما البينة فحجة متعدية يظهر بها القضاء على الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہئے یا اوس سے زرثمن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکھدینا چاہئے تاکہ اوس غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ قصدًا غائب پر کوئی حکم دینا درست نہیں ہے اور مشتری ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹہیرایا گیا تو اسمین قصدًا غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اونکا مدمقابل ٹہیرنا جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کے کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر کی ذات سے تجاوز نہیں کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہے۔

۱۳۷، فصل فيما تبطل به الشفعة وما لا تبطل۔

(۱۳۷) فصل شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان کی صورتوں کے بیان میں۔

۱۳۸، ولو ترك الاشهاد على طلبه مع القدرة او صالح من شفعته على عوض او باع ما يشفع به بيعا باتا قبل القضاء بها اي بالشفعة مطلقا اي علم بشراء العقار او لم يعلم او ساوم المشتري اي طلب الشفيع ان يشتري منه او استاجر منه اي العقار من المشتري او اخذه اي العقار من المشتري مزارعة او معاملة اي مساقاة مع علمه بالشراء او مات اي الشفيع قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ کسیکو نہ کیا یا کچھ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہیں دیا تہا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تہا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹھیرا لی۔ یا مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو زمین کے فروخت ہونے کا علم تہا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہیں دیا تہا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتوں مین شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

۱۳۹، قيدنا البيع بالبات لانه لو باع ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته ما دام الخيار ثابتا لان

(۱۳۹) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے اندر قطعی کی قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی بلکہ بیع بالخیار کے توجبتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه حق الشفعة لانها لمبطل لا تعود الا بسبب جديد۔

(۱۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته لتاكيده بالقضاء۔

(۱۴۱) فالآن نشرع في بيان عللها على الترتيب اما بطلان الشفعة في المسئلة الاولى فلان تركه يدل على الاعراض واما في الثانية فلان الشفيع ليس له حق في المحل وانما الثابت له حق التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل شفعته لانه اسقطها واما في الثالثة فلزوال سبب الاستحقاق فلا يتوقف على العلم واما في سومه فلدلالته على الاعراض عن الشفعة وكذا في العقود الباقية وانما شرط فيها العلم بالشراء لان دلالتها على الاعراض ليست بصريحة بخلاف تسليم الشفعة حيث يسقط به مع الجهالة بالشراء لانه صريح في الاسقاط كالطلاق۔

...باطل نہوگا کیونکہ ابھی تک شفیع کے ملک زائل نہوگی۔ اوراگر بحکم قاضی بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جائداد واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل ہوچکا تو اب سبب جدید سے اُسکا اعادہ ہوسکتا ہی ورنہ نہیں ہوسکتا۔

(۱۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے مکانکو بعد از حکم قاضی بیع کیا ہو تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ قاضی کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے ہین مسئلہ اولے مین بطلان شفعہ کے یہ وجہ ہی کہ اُسکو ترک کردینا اعراض کے دلیل ہی مسئلہ ثانیہ مین یہ وجہ ہی کہ شفیع کو حق سے فی المحل نہین ہی صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا فعل ہی اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہین ہی تو اُسکا عوض دینا صحیح نہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو خود باطل کرچکا اور تیسری صورت مین اسلیے کہ وہ جبکہ اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم ہو یا نہو اور مشتری سے قیمت ٹھیرانے کی صورت مین اسلیے شفعہ باطل ہوجاتا ہی کہ قیمت ٹھیرانے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہین ہی۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس باقی صور مذکورہ مین۔ اور ان صورتون مین یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہوا ہو اسلیے لگائی ہی کہ ان صورتون مین صراحتہ اعراض نہین ثابت ہوتا بخلاف اُس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ باوجود لاعلمی کے شفعہ باطل ہوجاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے مین صراحتہ اُسکا اسقاط ہے جیسے طلاق مین۔

(١٤٢) ولا نورث حق الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء.

(١٤٢) ہمارے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم و بعد از بیع مر جائے تو اوسکے وارثوں کو حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

(١٤٣) وقال الشافعی یورث الشفعة عن الشفیع ویقسم بین ورثته علی عدد رؤسهم والذکر والانثی فیه سواء۔

(١٤٣) امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ میں توریث جاری ہوسکتی ہے اور بشمار ورثہ کے حق شفعہ اُن پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد وعورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

(١٤٤) قیدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبیع لازم لورثته اتفاقا کذا فی الحقائق.

(١٤٤) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اُس نے ہنوز زرثمن بائع کو نہیں دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثوں کو وہ بیع لازم ہوجاویگی۔

(١٤٥) له انه حق معتبر فی الشرع کالقصاص فیورث ولنا ان الشفعة هی ولایة التملك وهی لا تبقی بعد موت صاحبها فکیف یورث عنه بخلاف القصاص لان من علیه القصاص صار کالمملوك لمن له القصاص حتی صح الاعتیاض عنه والعین المملوکة تبقی بعد موت المالك۔

(١٤٥) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہے کہ شفعہ شرع میں ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے لہذا اُس میں توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فی الحقیقت ولایت تملک کا نام ہے اور ولی کے مرجانے کے بعد ولایت باقی نہیں رہتی جب باقی نہیں رہی تو اُس میں توریث کیونکر جاری ہوسکتی ہے بخلاف قصاص کے کہ اُس میں قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہوجاتا ہے اسی وجہ سے اُسکا عوض دینا صحیح ہے اور شے مملوک مالک کے مرجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(١٤٦) وفی المحیط لو باع حق الشفعة من انسان لا یکون تسلیما لها لان البیع لم یصادف محله۔

(١٤٦) محیط میں مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کردیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(١٤٧) ولو قال اجنبی للشفیع سلم حق الشفعة للمشتری فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعلیل

(١٤٧) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردے شفیع نے جواب دیا کہ میں نے تیرے لیے تسلیم کردیا تو استحسانا تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے میں نے

فكانه قال سلمتها لمن ملك۔

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دیا۔

(۱۴۸) وان مات المشتری لم تبطل الشفعة لان سبب الاستحقاق قائم حتى لا يباع فی دین المشتری لان حق الشفیع کان مقدما علی المشتری فکذا یکون مقدما علی من تلقی الحق من قبله۔

(۱۴۸) اگر مشتری مر گیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین میں مکان مشفوعہ کی بیع نہیں ہوسکتی کیونکہ شفیع کا حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کی طرف سے حق لینا چاہے گا اُس پر بھی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) ولو بیع فللشفیع نقضه وان باعه القاضی۔

(۱۴۹) اگر مشتری مر گیا اور اُسکے دین میں وہ مکان مشفوعہ بیچا گیا تو شفیع اوس بیع کے فسخ کرانیکا مجاز ہے اگرچہ وہ بیع خود قاضی نے کی۔

(۱۵۰) ولا شفعة لوکیل البائع ان کان شفیعا لان البائع لو کان شفیعا لم یکن له الاخذ بالشفعة لان البیع تملیك والاخذ بالشفعة تملك وبینهما منافاة فکذا الوکیل القائم مقامه۔

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اوس مکان کے بیع کے وکیل کیا تو پھر اس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ بیع میں اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو نہیں لیسکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اندر مالک کرنا اور شفعہ میں خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونوں میں منافات ہے اسلیے وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہیں۔

(۱۵۱) ولا لمن ضمن للدرك یعنی من ضمن للمشتری عن البائع الدرك وهو تبعة الاستحقاق ان کان شفیعا فلا شفعة لان ضمان الدرك تقریر للبیع فی ید المشتری فهی الاخذ بالشفعة ابطال ذلك فلم یصح۔

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے بیع کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع میں بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو میں اُس کا ذمہ دار ہوں تو اُس کو بھی حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ جب وہ بیع کا ضامن ہوگیا ہو تو گویا اُس نے بیع کو ثابت کر دیا اب اُس میں شفعہ کا دعوے کرنا اُس بیع کو باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) بخلاف وکیل المشتری حیث له الشفعة لان المشتری لو کان شفیعا لم تبطل شفعته فکان له

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلیے وکیل کیا تو اُس شخص کا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اُسکا شفعہ باطل نہوتا پس یہ شخص بھی شفعہ

ان یشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدرا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہوسکتا ہے اگر انکو اُس پر تقدم نہو بیلئے کہ جسطرح خریدنے مین مالک بننا مقصود ہوتا ہے اسیطرح شفعہ مین بھی مقصود ہوتا ہے پس خریدنے مین شفعہ بھی شامل ہوسکتا ہے اور شخص اُسکا وکیل ہے پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا

(۱۵۳) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(۱۵۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار حاصل تھا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت شرط کی تھی اور اُسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہے اور اس شخص کا شفعہ جاتا رہا

(۱۵۴) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(۱۵۴) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تھا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اس بیع کو منحصر کیا تھا اور اُس تیسرے نے اُسکو اجازت دیدی تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا

(۱۵۵) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الاخر فيه الشفعة فالبيع والشفعة باطلان عنده

(۱۵۵) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالت مین اپنے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا پھر ایک شخص نے اُسمین شفعہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونون باطل ہین—

(۱۵۶) وقالا بجواز بيعه وبصحة الشفعة منه۔

(۱۵۶) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کے بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونون صحیح ہین—

(۱۵۷) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(۱۵۷) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اُس شخص نے میت کے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے

(۱۵۸) لهما ان حق الورثة تعلق بمالية امواله لا باعيانها ولهذا جاز للمورث استبدالها بما يشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم يجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(۱۵۸) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وارثون کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتھ متعلق ہوا ہے عین مال کیساتھ متعلق نہین ہوا اسیطرح مورث جیتے جی اُنکو بدل سکتا تھا اور اس بیع سے مال کی مالیت مین نقصان نہین آتا پس اس تصرف کو وارثونکے حق سے کچھ علاقہ نہوا اور امام ابوحنیفہ رح کے یہ دلیل ہے کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہین ہے اسیلئے کہ اسمین بعض وارثونکی بعض پر

علی الباقین فیؤدی ذلک الی العداوة عرفا والبیع من الوارث کالوصیة له لان عین بعض المال قد یکون اولی من مالیته فاذا لم یصح البیع لم یصح الشفعة لبنائها علیه۔

ترجیح لازم آتی ہے اور عرفاً یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہو جاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہو جیسا کہ اُسکے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شے کی ذات اسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہے پس جبکہ بیع صحیح نہیں ہوئی شفعہ بھی صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان یجیزه بقیة الورثة لانهم رضوا بسقوط حقهم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ میں اگر باقی ورثہ نے بھی اُسکی اجازت دیدی تو بیع صحیح ہو جاویگی کیونکہ خود انہوں نے اپنا حق ساقط کیا۔

(۱۶۰) او باقل یعنی لو باع المریض من وارثه دارا باقل من قیمتها مثلا لو باع داره بالفین وقیمتها ثلثة آلاف ثم مات والاجنبی شفیعها ولا مال له غیرها فلا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہیں اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازاں وہ مرگیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہے اور میت نے بجز اس مکان کے کچھ اور نہیں چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہ ہوگا۔

(۱۶۱) ذکر فی المحیط فی هذه المسئلة لا شفعة للاجنبی عند ح وله الشفعة بثلثة آلاف عندهما بناء علی ما مر من ان بیعه لوارثه لا یجوز عنده ویجوز عندهما سواء کان للمریض مال غیرها او لا فانظر کیف اورد المصنف الخلافیة علی صیغة الوفاق وقید بقید لا احتیاج الیه۔

(۱۶۱) محیط میں اس مسئلہ کی اندر مذکور ہے کہ اجنبی کو امام ح کے نزدیک اپنا شفعہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کر سکتا ہے بشرطیکہ مکان کی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیگا اسکی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے خواہ مریض کے پاس بجز اس مکان کے اور مال ہو یا نہو دیکھو کہ مصنف رح نے یہاں اختلافی مسئلہ کو کس طرح بیان کیا ہے کہ اسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسی قید لگائی ہے کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعها ای المریض داره من اجنبی بالمثل ای بمثل القیمة او باکثر ووارثه شفیعها فشفعة الوارث باطلة عند ح لان تلک الصفقة تنتقل الی الوارث بالشفعة

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اجنبی کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اُسکا وارث اُسمیں شفیع ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اُسمیں شفعہ باطل ہے کیونکہ شفعہ کے سبب سے یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہو جاویگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اس نے اپنے

فيصير كانه باعها من وارثه وهذا غير
جائز وقالا له الشفعة لان هذا
البيع جائز عندهما۔
(۱۶۳) او باقل يعني لو باع المريض
داره من اجنبي باقل من قيمتها فلا
شفعة له اي للشفيع الوارث اتفاقا
(۱۶۴) وفي المحيط مريض باع داره
من اجنبي بالفين وقيمتها ثلثة
الاف ولا مال له غيرها ثم مات
وابنه شفيعها لا شفعة له اتفاقا۔
(۱۶۵) وفي رواية الاصل قالا ياخذها
بقيمتها لان المريض صار بائعا للدار
من الشفيع حكما فصار كما لو باع
منه حقيقة بالفين وقيمته ثلثة
الاف كان للوارث ان ياخذها
بثلثة الاف عندهما۔
(۱۶۶) في الاصح احترز به عما قيل
يجوز له الاخذ عندهما بمثل
القيمة وانما احترز عنه لان الشفعة
انما شرعت بالثمن وتمام القيمة
لم يكن منه فلا يجوز الاخذ به ولا
بالثمن لان فيه محاباة للوارث ولا
يعمل اجازة الوارث لانه لا يعمل
في حق المشتري لان المحاباة يخرج
من الثلث وههنا لا مال له غيرها

وارث کے ہاتھ بیع کی اور یہ جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ
فرماتے ہیں وارث شفعہ کر سکتا ہے کیونکہ اُنکی نزدیک یہ بیع
درست ہے ۔
(۱۶۳) اگر ایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھ
کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے
بالاتفاق شفعہ نہیں ہے ۔
(۱۶۴) محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے مرض الموت کی
حالت میں اپنے مکان کو جسکی قیمت تین ہزار ہے کسی اجنبی
کے ہاتھ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اُسکے پاس نہ تھا
پھر وہ مر گیا اور اُسکا بیٹا اُس مکان کا شفیع ہے تو بالاتفاق اُسکو شفعہ نہیں ہے
(۱۶۵) مبسوط میں ایک روایت ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک
اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہے
کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھ مکان کی بیع کی ہے تو اُسکا
حال ایسا ہوا کہ حقیقۃً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی
اور اُسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت
میں وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہے ۔
(۱۶۶) قول صحیح یہی ہے کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا
وارث بھی ہے حق شفعہ نہیں رہتا اور بعضوں نے یہ جو بیان کیا ہے کہ صاحبین
کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہے تو یہ قول غیر معتبر ہے
اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے اور باقی قیمت ثمن میں داخل نہیں
ہے اس لئے نہ برابر قیمت سے لے سکتا ہے نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے
دینا وارث کو کچھ مال چھوڑ دینا ہے اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے
تو اوسکی اجازت دینے کا کچھ اثر نہ ہوگا کیونکہ مشتری کے حق میں اوسکا
کچھ اثر نہیں ہے اس لئے کہ ثلث مال سے درگذر ہو سکتی ہے اور یہاں
سوائے اوس کے مورث کا کچھ مال نہیں ہے دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازة الوارث يتضمن ابطال ملك المشتري لانها متى صحت اخذها الشفيع فيبطل ملكه۔

ملک مشتری کا باطل کرنا ہو کیونکہ اگر اجازت صحیح ہو جاویگی شفیع فوراً اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی مالکیت باطل ہو جاویگی۔

(۱۷۷) ولو كان له مال غيرها فاجازت الورثة فله الشفعة اتفاقا انظر كيف ترك المصنف هذا القيد مع انه مقيد۔

(۱۷۷) جس صورت مین علاوہ اُس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہو جاوے گا دیکھو مصنف رحمۃ اللہ نے اس قید کو کسطرح ترک کر دیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے۔

(۱۷۸) واذا اخبر انها اى الشفيع بان الدار بيعت بالف او ان المشتري فلان فسلم الشفيع اى الشفيع الشراء ثم علم انه غيره اى ان المشتري غير فلان او ان البيع باقل من الالف او بمكيل اى علم ان البيع كان بمكيل او موزون قيمته الف او اكثر لم تبطل شفعته لان تسليمه مين سمع الالف كان لاستكثاره واذا ظهر ان الثمن اقل منه فله الاخذ۔

(۱۷۸) جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہو گیا یا فلان شخص نے خریدا ہی اوسوقت مین تو شفیع نے شرا کو تسلیم کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہی یا ہزار سے کم فروخت ہوا ہی یا یہ معلوم ہوا کہ کسی مکیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تھا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے۔

(۱۷۹) وفى المحيط هذا اذا كان التفاوت فى الثمن ولو كان فى المبيع فقط كما اذا سمع انه بيع كل الدار بالف فسلم ثم علم انه بيع بعضها بالف بطلت شفعته لان من رغب عن شرى الكل وليس فيه عيب الشركة كان ارغب عن شراء النصف وفيه عيب الشركة ولو كان بالعكس لا يبطل لان الرغبة

(۱۷۹) محیط مین مذکور ہی یہ جب ہو کہ ثمن کے اندر تفاوت ہو اور اگر صرف بیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے یہ سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی شرا کو تسلیم کر لیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی تو شفعہ باطل ہو جائے گا کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہو اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولی اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہ ہو گا کیونکہ

عن شرى النصف المعيب لايكون رغبة عن الكل السليم وكذا تسليمه حين سمع ان المشترى فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذرا عن اضراره وكذا تسليمه فى الف يجوز ان يكون لعجزه عن ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس اخر مما يثبت فى الذمة كمكيل وموزون وعددى متقارب فله ان يرغب فى اخذها لقدرته على ذلك-

نصف کے نہ لینے سے جو عیبدار ہے اعراض کرنا کل سالم سے اعراض کی دلیل نہین ہوسکتا۔ اسیطرح اس بات کو سنکر کہ فلان شخص نے خریدا ہے اوس [illegible] کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تہا کہ وہ اوس مشتری کے جوار پر خوش تہا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہے تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تھے تو ہوسکتا ہے اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تہا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوئی ہے جو کسی کے ذمہ ثابت ہوسکتی ہے مثل ان چیزون کے جو ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے بکتی ہین جنمین بہت فرق نہین ہوتا ہے تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہے اسلیئے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے۔

(۱۷۰) او بمائة قيمتها الف يعنى لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلنا اى حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا-

(۱۷۰) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوسوقت اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سواشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہے اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہے۔

(۱۷۱) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته-

(۱۷۱) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بہی یہی چاہتا ہے کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۲) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا-

(۱۷۲) دینارون کیلئے اونکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اوسکی قیمت ہوگی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۳) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالاخر كان مختارا

(۱۷۳) امام زفر رح فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین۔ اس لئے کہ اگر ان دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلا يكون التسليم في احدهما تسليما في الآخر ولنا انهما كالجنس في الثمنية ولهذا يضم في الزكوة وكلامنا في الثمن فيكون الاختلاف راجعا الى القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک میں تسلیم کر دینا دوسرے میں تسلیم کر دینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ ثمنیت کے اندر وہ دونوں جنس واحد کے مانند ہیں اور ثمن میں ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار میں سمجھا جاویگا نہ جنس میں۔

(۱۷۴) او بعرض غير مثلي يعني لو اخبر انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت بعرض غير مثلي قيمته الف بطلت شفعته وصح تسليمه لان الواجب في القيمي القيمة فلم يظهر فيه اختلاف الجنس

(۱۷۴) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوئی ہے یعنے جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوئی ہے تو مان گیا بعد ازاں اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے بیع ہوئی تو شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اوسکا تسلیم کر دینا صحیح ہوگا کیونکہ غیر مثلی میں قیمت واجب ہوتی ہے اور اوس میں اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(۱۷۵) قيد بقوله غير مثلي لانه لو كان مثليا كالمكيل والموزون والعددي المتقارب قيمته الف لم تبطل شفعته لما مر۔

(۱۷۵) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑھائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہیں اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہوگا جسکی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔

(۱۷۶) او اقل يعني لو كان قيمة العرض اقل من الالف لم تبطل شفعته لان تسليمه لم يكن لاستكثار الالف۔

(۱۷۶) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہے تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کر دینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے تھا۔

(۱۷۷) ولا يجعل قوله اخذ نصفها تسليما اي اذا قال الشفيع اخذ نصف الدار لا يكون تسليما للنصف الآخر عند ابي يوسف رح لان طلب بعض الحق لا يكون رضا بسقوط الباقي عرفا وعادة۔

(۱۷۷) شفیع کا یہ کہہ دینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی میں تسلیم کر دینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہو جانے سے رضامندی ثابت نہیں ہوتی نہ عرفاً نہ عادةً۔

(۱۷۸) وخالفه اي محمد لانه

(۱۷۸) امام محمد رح کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ

لما سلم فی النصف الآخر صار مسلما فی الكل لانه غیر متجزی۔

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیچ کو تسلیم کرلیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کرلیا کیونکہ وہ متجزی نہین ہے۔

(۱۷۹) وفی المحیط الاصح قول ابی یوسف

(۱۷۹) محیط مین مذکور ہے ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح ہے

(۱۸۰) والبطل ای محمد تسلیم الاب و الوصی شفعة الصبی فیما اذا بیعت بمثل القیمة فله ان یاخذها بعد البلوغ۔

(۱۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جائے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کردے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہے اور بعد بلوغ کے نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہے۔

(۱۸۱) وقالا صح تسلیمها فلا یاخذها الصبی بعده۔

(۱۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کردینا صحیح ہے اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۱۸۲) وعلی هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار الصبی فلم یطلبا۔

(۱۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہے کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لی اور انھون نے شفعہ کے طلب نہ کی

(۱۸۳) قید بالتسلیم لانه لو لم یکن له ولی توقف علی بلوغه اتفاقا لقوله علیه السلام ینتظر للشفیع اذا کان غائبا وکذلک اذا کان عاجزا کذا فی المحیط۔

(۱۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہے تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۱۸۴) له انه حق ثابت فلا یملکان ابطاله کالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تاتی بالثمن فصار فی معنی البیع وهما یملکان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا یملکانه۔

(۱۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک حق ثابت ہے اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہے صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہے اور وہ حقیقت مین بیع ہے اور وہ دونون بیع کے ترک کردینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہے اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۱۸۵) وفی المحیط یثبت الشفعة للحمل بدار الّتی ورثها من ابیه

(۱۸۵) محیط مین مذکور ہے حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اپنے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے لیکن

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البيع فله الشفعة۔

ایسی صورت میں اگر ایک عورت وقت بیع سے چھ ماہ سے کم میں بچا جنے تو وہ شفیع ہو جاے گا۔

(۱۸۵)، ولو بيعت اى الدار التى شفيعها الصبى بثمن يسير اى باقل من قيمتها بمحاباة فتسليمه اى تسليم كل من الاب والوصى صحيح عنده لانه امتناع عن ادخاله فى ملك الصغير لا ازالة عن ملكه۔

(۱۸۵)، اگر ایک مکان جسکا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے تو اوسکے باپ اور وصی کا تسلیم کر دینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ شفعہ کا تسلیم کر دینا اوس مبیع کو نابالغ کے ملک میں داخل کرنے سے باز رکھنا ہے اوس کے ملک سے مبیع کا دور کرنا نہیں ہے۔

(۱۸۶)، وابطله محمد لما فيه من ترك النظر للصغير۔

(۱۸۶)، اور امام محمد رح نے اوس تسلیم کو باطل سمجھا ہے کیونکہ اوسکے چھوڑ دینے میں نابالغ کے نفع کی رعایت کا ترک کر دینا ہے۔

(۱۸۸)، قيد بقوله بيسير لانها لو بيعت باكثر من قيمتها مما لا يتغابن الناس فى مثله جاز التسليم اتفاقا والاصح انه لا يجوز اتفاقا لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبى۔

(۱۸۸)، کم قیمت کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ کوئی شخص اتنا نقصان نہیں گوارا کر سکتا تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہوگا مگر اصح یہ ہے کہ بالاتفاق تسلیم کر دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اوس کا حال اجنبی کا سا ہے جب لینے کا مالک نہیں ہے تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو کیا اختیار ہے۔

(۱۸۹)، ولو اشتراها اى الاب دارا لابنه الصغير اجزنا له اخذها اى جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا يجوز۔

(۱۸۹)، اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لئے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو مکان کا شفعہ میں لے لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہیں جائز نہیں ہے۔

(۱۹۰)، انما قيد بانه لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(۱۹۰)، قبل بلوغ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ بعد از بلوغ تو بالاتفاق شفعہ جائز ہے۔

(۱۹۱)، وقيد بالاشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه ليس له الشفعة لابنه الصغير لان البائع

(۱۹۱)، اور خریدنے کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لئے اوسکا شفعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہیں ہے

لاشفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لئے بالاتفاق جب وہ بالغ ہو جائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔

(١٩٢) وقيد بالاب لان الوصي لا يملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولا يجوز للوصي ان يشتري مال اليتيم لنفسه بمثل القيمة۔

(١٩٢) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہیں ہے۔

(١٩٣) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشترى الاب لنفسه والصبي شفيعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(١٩٣) اور بیٹے کے لئے خریدنیکی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اوس میں حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کرسکتا ہے اتفاقا۔

(١٩٤) له ان كون الشخص الواحد مطالبا ومطالبا ممتنع ولنا ان ولاية الاب قامت مقام شخصين و لهذا اجاز له ان يشتري من مال الصغير شيئا بمثل القيمة۔

(١٩٤) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا مطالب اور مطالَب ہونا غیر ممکن ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کی ولایت دو شخصوں کے قائم مقام ہے اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہے کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے۔

(١٩٥) ومنعنا من اخذ الدارين بيعتا في مصرين اي سواء كانتا متلاصقين او متفرقين بصفقة واحدة اي اذا كان شفيعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان ارضين او قريتين۔

(١٩٥) جس صورت میں دو مکان جو دو شہروں کے اندر ہیں ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائیں خواہ وہ دونوں شہر ملے ہوئے ہوں یا دور دور ہوں اور ایک ہی شخص دونوں مکانوں میں شفیع ہو تو وہ شفیع اون مکانوں میں شفعہ نہیں کرسکتا اور امام زفر رح فرماتے ہیں شفعہ کرسکتا ہے یہی اختلاف دو زمینوں اور دو گانوں میں ہے۔

(١٩٦) قيد مصرين لانه لو بيعت داران في مصر احد فقوله كقولنا كذا في الحقائق

(١٩٦) دو شہروں کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر ایک شہر میں ہوں تو امام زفر رح کا بھی اوس میں وہی قول ہے جو ہمارا قول ہے۔

(١٩٧) وذكر في المصفى والايضاح ان التقييد بالمصرين وقع اتفاقا۔

(١٩٧) ایضاح اور مصفی میں مذکور ہے کہ دو شہروں کی قید اتفاقی ہے۔

(١٩٨) قيد بصفقة واحدة لانهما لو بيعتا بصفقتين كان له ان ياخذ

(١٩٨) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق اون دونوں میں سے جس کو

ایهما شاء اتفاقا۔

(۱۹۹) وقیدنا بقولنا اذا کان شفیعهما واحدا لانه ان کان شفیعا لاحدهما دون الاخری یاخذ التی هو شفیعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت علی ما تثبت فیه الشفعة وعلی ما لا تثبت الشفعة فیه فاختص الشفعة بالدار المجاورة کذا فی المصفی

(۲۰۰) له ان تفرق المکان کتفرق الصفقة ولا ضرر علی المشتری فی اخذ احدهما فقط فیجوز ولنا ان فی اخذ احدهما دون الاخری تفریق الصفقة علی المشتری فلا یجوز۔

(۲۰۱) ولو اشتری رجل دارا من اثنین نمنعه ای الشفیع من اخذ نصیب احدهما۔

(۲۰۲) وقال الشافعی یجوز ذلک۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنین جاز ای للشفیع ان یاخذ نصیب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا فی حق المشتری۔

(۲۰۴) له قیاس المسئلة الاولی علی هذه المسئلة ولنا ان الجار فی الاولی واحد فرضاؤه بجوار المشتری فی نصیب احدهما یکون رضا فی الاخر لان الجار الواحد لا یتجزی واما فی الثانیه فالجار اثنان فله ان یرضی باحدهما دون

چاہیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع اون مین ایک ہی شخص ہو اسلئے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک مین شفیع ہوا اور دوسرے مین نہوا تو بالاتفاق جس مین وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہو کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہو مگر دو مکانون پر مشتمل ہو جن مین سے ایک مین شفعہ ثابت ہو اور ایک مین نہین اس لئے اوس مکان مین جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہوگا۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہو اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے مین کچھ نقصان نہین ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہین ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے مین مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہو اور یہ جائز نہین ہے۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونون مین سے ایک کا حصہ نہین لے سکتا۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہین یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصون سے فروخت کیا تو شفیع دونون مین سے ایک کا بالاتفاق حصہ لیسکتا ہو کیونکہ مشتری کے حق مین تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین پہلے مسئلہ مین جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ مین مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ مین بھی راضی ہونا ہو کیونکہ جار واحد تجزی چیز نہین ہے اور مسئلہ ثانیہ مین جار دو شخص ہین اور ہوسکتا ہو کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الاخرفا فترقا۔

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(٢٠٥) فصل فی البناء والغرس فی الارض المشفوعة.

(٢٠٥) فصل مشفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(٢٠٦) وبناء المشتری واتخاذہ مسجدا قاطع لحق البائع فی الفسخ یعنی من اشتری دارا اشراء فاسدا وقبضها وبنیٰ او اتخذها مسجدا ینقطع عنها حق البائع فی الفسخ عند ابی حنیفة وعلی المشتری قیمتها۔

(٢٠٦) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دیدینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کر دیتا ہے یعنے جس شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہوگیا اور اوسمین اوس نے اور مکان بنالیا یا اوسکو مسجد کر دیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تھا امام صاحب رح کے نزدیک وہ حق منقطع ہوجاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہو جاویگی۔

(٢٠٧) وللشفیع الاخذ بالقیمة فی الاول ای فی البناء عندہ۔

(٢٠٧) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رح کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(٢٠٨) وقالا لا ینقطع عنها حق البائع فی المسئلتین فلیس له الاخذ۔

(٢٠٨) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(٢٠٩) قید بقوله فی الاول لان فی اتخاذہ مسجدا لیس له الاخذ اتفاقا اما عندهما فلعدم انقطاع حق البائع عنها واما عندہ فلصحة کونها مسجدا والمسجد لا یملك۔

(٢٠٩) صورت اول کی اس لئے قید لگائی ہے کہ مسجد کر لینے کی حالتمین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رح کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوس سے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رح کے نزدیک اس وجہ سے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہے اور مسجد مملوک نہین ہو سکتی

(٢١٠) وذکر فی مبسوط شیخ الاسلام الخلاف فیما اذا جعله علی هیئة المسجد ولم یؤذن للناس بان یصلوا فیه حتی یکون رقبة الارض

(٢١٠) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہے اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کر دے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقية على ملكه اما اذا اذن للناس بان يصلوا فيه ينقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تعليل المصنف فى شرحه بان المسجد لا يملك غير صحيح لانه ان اراد ما هو مسجد حقيقة فليس هو محل الخلاف وان اراد ما هو فى هيئة المسجد فانه يصح ان يملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائے گا پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مصنف رح کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہے کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقۃً مسجد مراد لی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہیں اور اوس نے شبیہ مسجد مراد لی ہے کہ جو بصورت مسجد ہو تو وہ مملوک ہو سکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشترى بنيته ان يجعله مسجدا اتوجه ان يكون حقا لله ومثله لا يملك عادة فلو اخذه الشفيع عنه يلزم ان يكون مملوكا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بناوے قریب ہے کہ خدائے تعالے کا حق اوس کے ساتھ متعلق ہو جاوے اور عادۃً ایسی شئے غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اوسکو لے لیگا تو وہ لامحالہ مملوک ہو جائیگی۔

۲۱۲) اعلم ان قيد البناء اتفاقى لان الخلاف كذا لو اخرجها عن ملكه بالهبة او بجعلها مهرًا او بالبيع فللشفيع ان ينقض تصرفه ويأخذها بالقيمة عنده فان اخذها بالبيع الثانى اخذها بالثمن لان البيع الثانى صحيح۔

(۲۱۲) جاننا چاہئے کہ بنا رکی قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شئے کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کر دے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کر دینے اور مبیع کو قیمت دیکر لے لینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لا يسقط حق البائع كما لا يسقط حق المالك اذا وجدا فى المغصوب وكذا اتخاذه مسجدا لا يسقط حقه لان الله لا يقبله لكون الغير واجبا عليه فاذا لم ينقطع حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہ ہوگا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شئ مغصوب مین پائی جائیں تو مالک کا حق ساقط نہین ہو جاتا اسیطرح اوسکا مسجد بنا لینا بائع کے حق کو ساقط نہین کر سکتا کیونکہ خدائے تعالی کے نزدیک غیر مقبول

لا يبطل حق الشفعة لان حقه اقوى من حق الشفيع ولهذا لا يسقط حقه بالتاخير دون حق البائع وله ان البناء حق المشتري وحق الفسخ في الفاسد حق الشرع وحق العبد مقدم عليه وباتخاذها مسجدا اتم قبض المشتري وزال ملكه فيها الى الله فانقطع حق البائع كما لو كان المشتري عبدا فقبضه فاعتقه۔

مقبول ہے اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہے پس جب بائع کا حق اوس سے منقطع نہوا تو شفعہ ثابت نہو گا کیونکہ بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط ہو جاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ بنا مشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنالیا تو مشتری کا قبضہ مکان میں پورا ہو گیا اور اوسکی ملکیت مکان سے جاتی رہی اور خدائے تعالی کے ملک میں داخل ہو گیا پس بائع کا حق بھی اوس سے منقطع ہو گیا۔ جس طرح ایسے ہی بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کر لینے کے اوس کو آزاد کر دیتا۔

* * * * * *

(۲۱۴) واذا ابتنى المشتري بالشراء الصحيح او غرس ثم قضى بها اى بالشفعة للشفيع اخذه الشفيع بالثمن وقيمتها اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما مقلوعا او كلفه اى الشفيع المشتري قلعهما اى قلع بنائه وغرسه۔

(۲۱۴) اگر ایک شخص بشراء صحیح ایک زمین خرید کر کے اوس میں مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی اوس میں شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے جو گراد ینے کے بعد ہوتی ہو لے سکتا ہے یا مشتری سے کہ سکتا ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرالے۔

(۲۱۵) وخيره اى ابو يوسف الشفيع بين الاخذ بذلك اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما قائمين او الترك اى ترك الاخذ ولا يكلفه بالقلع كما لو بنى الموهوب له في الارض الموهوبة ليس للواهب ان يقلع بناءه ويرجع في الارض لانه

(۲۱۵) امام ابو یوسف رح شفیع کو اس بات میں اختیار دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو وہ قیمت دیکر جو کھڑی رہنے کی حالت میں ہوتی ہے لیلے یا چھوڑ دے اور اوس سے اونکی گرانے کی نسبت نہین کہ سکتا ہے جس طرح موہوب لہ ایک زمین موہوبہ میں کچھ مکان بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہے کہ اوس مکان کو ڈہوا دے اور زمین واپس کر لے کیونکہ اپنے ملک میں

بناه فی ملکه۔

اوسکو بنا یا ہے۔

(٢١٦) ولهما ان هذا التصرف وقع فی حق الغیر من غیر تسلیط من جهته فله ان ینقضه کالراهن اذا بنی فی المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فیه حصل بتسلیط من جهة من له الحق۔

(٢١٦) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہے جسطرح راہن شئ مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو استشہاد کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(٢١٧) ولو بنی الشفیع او غرس ای فی الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفیع بالثمن علی من رده من البائع او المشتری اتفاقا لانه تبین انه اخذه بغیر حق لا بقیمتها ای لا یرجع بقیمة البناء و الغرس علی من اخذ منه الدار یعنی اذا بنی الشفیع فی الدار المشفوعة او غرس فاستحق الشفیع لا یرجع بقیمتهما۔

(٢١٧) اگر شفیع نے مکان مشفوعہ مین کچھ مکان بنا لیا یا کوئی درخت لگا لیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہو بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر نبار کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان مشفوعہ مین شفیع درخت لگا لے یا کچھ بنا لے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرا دے تو شفیع اونکی قیمت نہین لے سکتا۔

(٢١٨) ویفتی به ای ابو یوسف برجوع القیمة فیهما ای فی البناء و الغرس لان الشفیع معه من اخذ منه صار کالمشتری المغرور من جهة البائع۔

(٢١٨) امام ابو یوسف رح نے درخت اور نبار کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہو ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جس کو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(٢١٩) ولهما الفرق بان المشتری کان مغرورا من جهة البائع و مسلطا علی التصرف فی المبیع و الشفیع غیر مغرور لانه متملک علی صاحب الید۔

(٢١٩) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہے اور مبیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہے اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبرًا بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوس پر متملک ہوتا ہے

جبراً من غير اختيار فلا يرجع على احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہیں لے سکتا۔

(۲۲۰) ويتخير الشفيع بين الاخذ اى اخذ العرصة بجميع الثمن او الترك اذا اصابت المبيع آفة سماوية كما اذا كان دار فانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتى تدخل فى بيعها من غير ذكر فالثمن لا يقابل الاتباع ما لم تكن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت میں بیع کو کوئی آفت سماوی پہونچ جائے تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے یا ترک کر دے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیواریں گر جائیں کیونکہ بنا زمین کے تابع ہے حتی کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرنے کے بنا بیع کے اندر داخل ہوجاتی ہے پس جبتک کہ تابع ایک شئی کے مقصود مستقل طور پر نہوں ثمن اون کے مقابل نہیں ہوتا۔

(۲۲۱) وفى التبيين هذا اذا انهدم البناء بالكلية ولم يبق له نقض لانه لو بقى منه شئ واخذه المشترى بانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعاً للارض فلا بد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقى محتبساً عند المشترى فيكون له حصة من الثمن فينقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین میں ہے یہ جب ہو کہ بنا بالکل منہدم ہو جائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نہ رہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین میں سے اوٹھا کر لے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ میں ضرور ساقط ہو جانا چاہئے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس محتبس رہا ہے تو لامحالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ میں ہی ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹوں وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها اى الدار المشترى يخير الشفيع بين اخذ العرصة بالحصة اى بحصتها من الثمن والترك لان التابع صار مقصودا بالاتلاف فقابله شئ من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کر دینے سے تابع بھی مقصود ہوگیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہو جائے گا۔

(۲۲۳) ولا ياخذ الشفيع النقض بكسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیاء کو جو مکان کے منہدم ہو جانے سے نکلے ہیں شفیع نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک علٰحدہ

ولم یبق التبعیة ولاشفعة فی المنقول ویاخذ الشفیع ثمر النخل مع الارض اذا ذکر الثمر فی البیع۔

(۲۲۴) انما قیدنا به لان الثمر لا یدخل فی بیع النخل من غیر ذکر وهذا استحسانا وکان القیاس ان لا یاخذ الشفیع لانه لیس بتابع فصار کالمتاع الموضوع فی الارض وجه الاستحسان انه باتصال خلقة صار تبعا للنخیل من وجه الا ان اتصاله لما کان للقطع لا للبقاء صار کالزرع لم یدخل فی البیع الا بالذکر۔

(۲۲۵) وان حدث عند المشتری ای الثمر ولم یکن علی النخل حین البیع ان هذه للوصل یعنی یاخذ الشفیع الثمر فی هذه الصورة ایضا لانه بیع تبعا للنخل۔

(۲۲۶) فلو جذها ای قطع المشتری الثمر سقط حصتها ای حصة الثمر من الثمن فی غیر الحادثة ای فی الثمر التی کانت عند البائع وقت البیع ولم یکن حادثة عند المشتری لان شیئا من الثمن قابلها لکونها مبیعة۔

(۲۲۷) قیدنا به لان الثمر لو کانت حادثة

شئ ہو گئی اور تبعیت باقی نہیں رہی اور منقول کے اندر شفعہ نہیں ہے اور زمین کے ساتھ درختوں کا پھل بھی شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بھی ذکر ہوا ہو

(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہے کہ نخل کے بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پھل داخل نہ ہوگا اور یہ استحسانا ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے کیونکہ وہ تابع میں شمار نہیں کیا جاتا اور ایسا ہے کہ زمین میں کچھ اسباب رکھا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ اوسکا اتصال بقاء کے لئے نہیں ہے بلکہ توڑنے کے لئے ہے اس لئے اوسکا حال کھیتی کا سا ہے کہ کھیتی بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع میں داخل نہیں ہوا

(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختوں پر پھل نہ تھا اب مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آگیا ہو یعنے اس صورت میں بھی شفیع پھل لے سکتا ہے کیونکہ درختوں کی تبعیت میں پھل بھی بیع کے اندر داخل ہو گیا۔

(۲۲۶) اگر مشتری نے پھل کو کاٹ لیا بقدر پھل کے حصہ کے ثمن میں سے اوس صورت میں کم کر لیا جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پھل پیدا نہوا ہو یعنے اوس پھل میں ثمن کم کر لیا جائے گا کہ بیع کے وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہوگا اور مشتری کے پاس آکر پیدا نہوا ہوگا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے کچھ ثمن اوس کے مقابلہ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر مشتری کے پاس

عند المشتری وبهذا لا يسقط حصتها من الثمن لانها لم تكن موجودة عند العقد فيأخذ الارض والنخل بجميع الثمن۔

پهل پیدا ہوا ہو اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائے گا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تہا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لے لیگا۔

(۲۲۸)، ولو انهدم علو فبيع السفل لا يوجبها اى ابو يوسف الشفعة للعالى اى لصاحب العلو بل يكون الشفعة لمن يجاور السفل۔

(۲۲۸)، اور اگر بالا خانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والیکا شفعہ اس مکان مین نہو گا بلکہ وہ شخص شفیع ہو گا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔

(۲۲۹)، وخالفه اى قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔

(۲۲۹)، بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہو گا۔

(۲۳۰)، ولو بيعت الى جانبها دار العباس والجبور حال اى بيعت دار منضمة الى جانب عرصة السفل فطلبا ها اى صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ يعينها اى ابو يوسف الشفعة للسافل اى صاحب السفل۔

(۲۳۰)، اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین یعنے نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تہا فروخت ہوا اور دونون مکان والونے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہے۔

(۲۳۱)، لا لهما يعنى قال محمد الشفعة لهما۔

(۲۳۱)، امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہون گے۔

(۲۳۲)، لابی يوسف فى المسئلتين ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنى صاحب السفل وله ان يرفع الامر الى القاضى ليأمره ببناء السفل فيبنى عليه علوه واذا كان حقه قائما استحق الشفعة فى السفل

(۲۳۲)، دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہو گیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار ہے حاصل ہے اگر نیچے والا مکان بنا وے اور اوسکو یہ بہی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہونچا وے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفي الدار المجاورة لهما وفي المحيط لو بنى السفل صاحب العلو لا يكون متبرعاً فلصاحب السفل أن يعطيه قيمته لأنه كان مضطراً في البناء لإحياء حقه فصار مأذوناً شرعاً۔

حاکم کرے اور پھر وہ اپنا اوپر کا مکان بنالے۔ پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بھی حق شفعہ ہوگا اور اوس مکان مین بھی جو ان دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوادیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجھا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیاء حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہوا اور شرعاً اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(۲۳۳) ولو بنى احد الشريكين حماماً متهدماً لم يرجع على شريكه بشيء لأنه غير مضطر في البناء فإنه يمكنه أن يرفع الأمر إلى القاضي حتى يقسم الساحة۔

(۲۳۳) اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچھ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کر دے۔

(۲۳۴) **فصل** في الاختلاف وما يؤخذ به المشفوع۔

(۲۳۴) **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیان مین جسکے بدلے مین مشفوع لیا جاتا ہے یعنے ثمن۔

(۲۳۵) ولو قال المشتري اشتريت البناء والأرض في صفقتين يعني قال اشتريت البناء أولاً ثم اشتريت الأرض بدون البناء ثانياً وقال الشفيع بل اشتريتهما معاً في صفقة واحدة والدار لي ببنائها ولم يكن لهما بينة كان القول للشفيع اتفاقاً لأن حق الشفيع قائم والمشتري يدعي ابطاله بادعاء الصفقتين والشفيع ينكره فيكون القول له مع

(۲۳۵) اگر مشتری نے کہا مین نے بنار اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اولاً بنار کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بنار کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا مع بناء کے مین مالک ہون اور کسیکے پاس بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقدون مین خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا۔

يمينه على العلم لانه حلف على فعل الغير۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف لے لیا جائیگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہے۔

(۲۳۵) فان برهنا اى اقام كل منهما البينة على ما ادعاه ولا تاريخ يرجح ابو يوسف بينة المشترى لانها يثبت امرا زائدا على الشراء وهو تفريق الصفقة فكانت اولى۔

(۲۳۵) اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کر دیا اور دونوں بینے کسی کی تقدیم تاخر کی تاریخ نہین معلوم تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہین کیونکہ اوسکی بینہ شراء کے اوپر ایک امر زائد کے ثبت ہو یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہوگی۔

(۲۳۶) لا الشفيع اى قال محمد يقضى ببينة الشفيع لان البينة للاثبات وبينة الشفيع مثبتة للاستحقاق فكانت اولى۔

(۲۳۶) امام محمد رح فرماتے ہین شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہے اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

(۲۳۸) ولو اختلفا اى المشترى والشفيع فى الثمن كان القول للمشترى مع اليمين لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل والمشترى ينكره۔

(۲۳۸) اگر مشتری اور شفیع مین ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ مین کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہون اور مشتری اسبات سے منکر ہے

(۲۳۹) فان برهنا يقدمه اى ابو يوسف برهان المشترى لانه اكثر اثباتا۔

(۲۳۹) اگر دونوں نے بینہ پیش کر دی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کرتی ہے۔

(۲۴۰) وقدما بينة الشفيع لانه مدعى كما ذكرنا فكان بينته اولى على بينة المدعى عليه۔

(۲۴۰) صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

(۲۴۱) وفى المحيط لو تصادق المتبايعان بعد طلب الشفيع ان البيع كان تلجئة لا يصدقان على الشفيع الا اذا كان الحال يدل عليه بان كان المنزل كثير القيمة وبيع بثمن قليل فلا شفعة۔

(۲۴۱) محیط مین مذکور ہو اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبرًا ہوی ہو تو شفیع کے حق مین وہ صادق نہ سمجھی جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو ایسے اوسکا شفعہ نہو گا۔

(۲۴۲)، ولو ادعی المشتری ثمناً وادعی البائع اقل منه ولم یقبض البائع الثمن اخذ الشفیع بقول البائع وجعل ای قول البائع حطاً عن المشتری من الثمن۔

(۲۴۲)، اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعویٰ کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع بیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۳)، فان قبض البائع الثمن فبقول المشتری ای یاخذ الشفیع بقول المشتری لان البائع صار کالاجنبی ولا یلتفت الی قوله فبقی الخلاف بین المشتری والشفیع وقد سبق بیانه۔

(۲۴۳)، اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع بیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہوگا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴)، ولو حط البائع عن المشتری بعض الثمن تسقط عن الشفیع۔

(۲۴۴)، اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کر دی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۵)، وقال الشافعی لا یسقط بل علی الشفیع الثمن المسمی۔

(۲۴۵)، امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاوے گا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہوجائیگا

(۲۴۶)، وهذا الخلاف فرع الخلاف فی ان الحط لا یلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخری للمشتری وعندنا یلتحق مرت المسئلة فی کتاب البیوع۔

(۲۴۶)، اس اختلاف کی بناء اس امر پر ہے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہے اور ہمارے نزدیک ملایا جائے گا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہے۔

(۲۴۷)، اما الکل ای لو حط البائع کل الثمن لم یسقط ولا یلتحق ذلك باصل العقد اتفاقاً لانه لو التحق صار بیعاً بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷)، اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہوگا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جاوے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸)، او زاد فیه ای فی الثمن المشتری لم یلزم الشفیع فیاخذه

(۲۴۸)، مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کر دی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان فی اعتبار الزیادة اضرار للشفیع۔

وہ بیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

۲۴۹، وان کان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقیمة ای بقیمة الثمن۔

(۲۴۹)، اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

۲۵۰، وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معیبا فرضی به یاخذ الشفیع بقیمته سلیما۔

(۲۵۰)، اگر بائع نے اوس شیٔ کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیگا جو اوس شیٔ کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

۲۵۱، اومکیلا او موزونا فبالمثل ای یاخذ بمثله کما فی الاتلاف۔

(۲۵۱)، اگر کیل یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

۲۵۲، اومؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا ان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم اخذها وهذا الانتظار لیس فی طلب الشفعة لانه علی الفور فی اخذها والا ای وان لم یشا الشفیع الصبر اخذها بثمن حال

(۲۵۲)، اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہیئے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہے۔

۲۵۳، لکن البائع لم یرجع علی المشتری بالثمن المؤجل لان شرط التاجیل بینهما لم یبطل۔

(۲۵۳)، اگر صبر نہ کرسکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرسکے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوئی تھی وہ باطل نہین ہوئی ہے۔

۲۵۴، وفی المحیط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفیع الشفعة ینظر ان کان اخذها بالقضاء یرد الشفعة علی البائع لانه تبین انه لم یکن له حق الشفعة لکون الشراء فاسدا فلا ینفذ قضاؤه بالملك

(۲۵۴)، محیط مین مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اسے دیکھا جائیگا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شفعہ بائع پر رد کردیا جائیگا کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شراء فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائےگا کیونکہ

(۲۴۲) ولو ادعی المشتری ثمناً و البائع اقل منه و لم یقبض البائع الثمن اخذ الشفیع بقول البائع وجعل ای قول البائع حطاً عن المشتری من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع بیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فبقول المشتری ای یاخذ الشفیع بقول المشتری لان البائع صار کالاجنبی ولا یلتفت الی قوله فبقی الخلاف بین المشتری والشفیع وقد سبق بیانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع بیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اوس وقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہوگا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتری بعض الثمن تسقط عن الشفیع۔

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کردی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعی لا یسقط بل علی الشفیع الثمن المستمر۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاوے گا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہوجایگا

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف فی ان الحط لا یلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخری للمشتری وعندنا یلتحق مرت المسئلة فی کتاب البیوع۔

(۲۴۶) اس اختلاف کی بنا اس امر پر ہے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ کم کردینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہے اور ہمارے نزدیک ملایا جائیگا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہے۔

(۲۴۷) اما الکل ای لو حط البائع کل الثمن لم یسقط ولا یلتحق ذلک باصل العقد اتفاقاً لانه لو التحق صار بیعاً بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہوگا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائیگا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلاثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فیه ای فی الثمن المشتری لم یلزم الشفیع فیاخذ با

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کردی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور اول ثمن سے

الثمن الاول لان فی اعتبار الزیادة ضرار الشفیع۔

وہ بیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق میں اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

۲۴ وان کان الثمن عرضا او عقارا خذ بالقیمة ای بقیمة الثمن۔

(۲۴۹) اگر ثمن کچھ اسباب یا زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

۲۵ وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معیبا فرضی ... یاخذ الشفیع بقیمته سلیما۔

(۲۵۰) اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیلیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت میں ہوتی ہوگی۔

۲۶ او مکیلا او موزونا فبالمثل ... یاخذ بمثله کما فی الاتلاف۔

(۲۵۱) اگر کیل یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت میں مثل دینا آتا ہے۔

۲۵ او مؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا ان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم اخذها وهذا الانتظار لیس فی طلب الشفعة لانه علی الفور بل فی اخذها والا ای ان لم یشأ الشفیع الصبر اخذها بثمن

(۲۵۲) اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازاں شفعہ کرسکتا ہے اور یہ انتظار طلب شفعہ میں نہیں ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہئے بلکہ اوسکے لینے میں انتظار ہے۔

۲۵ لکن البائع لم یرجع علی المشتری بالثمن مؤجل لان شرط التاجیل بینهما بطل۔

(۲۵۳) اگر صبر نہ کرسکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوئی تھی وہ باطل نہیں ہوئی ہے۔

۲۵ وفی المحیط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفیع الشفعة ینظر ان کان اخذها بالقضاء یرد الشفعة علی البائع لانه تبین انه لم یکن له حق الشفعة لکون الشراء فاسدا فلا ینفذ قضاؤه بالملک

(۲۵۴) محیط میں مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن میں جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اسو دیکھا جائیگا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شے مشفوعہ بائع پر رد کردیجائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شراء فاسد تھی اور قاضی کا حکم با لملک نافذ نہ سمجھا جائیگا کیونکہ

لوقوعه خطاءً وان كان اخذها بغير قضاء لايردها بل يرد قيمتها للبائع لانه وحين القاضى بالتملك والتمليك فجعل بيعا مستانفا۔

وہ بطور خطا کے اوس سے واقع ہوا ہے۔ اور اگر بدون حکم قاضی کے شفیع نے مبیع کو لیا ہے تو اصل مبیع کو واپس نہ کریگا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک اور تملیک کے ساتھ دونوں کی رضا مندی ثابت ہوگئی ہے اسلئے از سر نو ایک دوسری بیع شمار کیجائیگی۔

(۲۵۵) ومنعوه منه اى من الاخذ مع التاجيل اى لا ياخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۵) ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورت میں ثمن مؤجل سے شفیع نہیں لے سکتا۔

(۲۵۶) وقال مالك ياخذ به لان الاجل وصف للثمن فياخذه به كما فى الزيوف ولنا ان الاجل ليس بوصف للثمن ولهذا لا يثبت بلاشرط۔

(۲۵۶) امام مالک رح فرماتے ہیں لے سکتا ہے کیونکہ اجل بھی ایک ثمن کا وصف ہے اور اس سے شفیع برابر لیگا جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی کھوٹے ہی سے لے سکتا تھا ہم کہتے ہیں اجل ثمن کا وصف نہیں ہے اسی واسطے بدون شرط کئے ہوئے اجل ثابت نہیں ہوتی۔

(۲۵۷) او خمرا او خنزيرا اى اذا كان الثمن خمرا او خنزيرا وهما اى البائع والمشترى ذميان فبالمثل فيهما اى ياخذ الشفيع بالمثل فى الخمر لانها من ذوات الامثال وبالقيمة فيها اى فى الخنزير لانه من القيمي

(۲۵۷) اگر شراب یا خنزیر ثمن قرار پایا ہے اور بائع اور مشتری دونوں ذمی ہیں تو شراب کا مثل اور خنزیر کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہے کیونکہ شراب ذوات الامثال سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸) او الشفيع مسلم وهو معطوف على المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع ذمى فبالقيمة فيهما اى ان كان الشفيع مسلما يأخذ بالقيمة فى الخمر والخنزير لان تسليم عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت فى حقه بغير المثلى حتى لا يتملك عين الخمر ولان الخمر مثلى والمثلى فى المثليات قيمته لا يكون قائما مقام العين۔ والله اعلم

(۲۵۸) بائع اور مشتری ذمی ہیں اور شفیع مسلمان ہے تو دونوں میں اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہے تو اوسکے حق میں شراب بھی غیر مثلی ہے شمار کیجائیگی حتّے کہ مسلمان شراب کا مالک نہیں ہو سکتا اور ذمی کو اس لئے شراب دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال ہیں اونمیں کسی کی قیمت اوس کے عین کے قائم مقام نہیں ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظرا لمن كان شريكا او جارا عند البيع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہے جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) تثبت فى العقار بالبيع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمیں شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۳) وتتاكد بالطلب وتملك بالقضاء او بالتسليم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہوجاتا ہے، اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری مبیع کو شفیع کے قبضہ میں دیدے۔

* * * * *

(۴) اما البيع الذى يثبت بالشفعة هو الجائز الذى يزيل ملك البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے جو شرعاً صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہوجائے۔

(۵) فان كان فى البيع خيار فان كان الخيار للمشترى كان فيه الشفعة وان كان الخيار للبائع او لهما جميعا فلا شفعة فيه ما لم يسقط الخيار

(۵) اگر بیع کے اندر مشتری کو اختیار حاصل ہے تو اوسمیں حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونوں کو اختیار ہے تو شفعہ نہیں ہے جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہ ہوجائے۔

(۶) وخيار الرؤية والعيب لا يمنع ثبوت الشفعة

(۶) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعہ کا مانع نہیں ہے۔

(۷) ولا شفعة في البيع الفاسد فان اتصل به القبض لم يبطل حق البائع في الاسترداد۔

(۷) بیع فاسد میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اگرچہ مبیع مشتری کے قبضہ میں پہونچ جائی جبتک کہ بائع کا حق باطل نہو۔

(۸) ولا شفعة فيما يملك بغير بدل او ببدل ليس بمال نحو الميراث والهبة والنكاح والاجارة بان جعل الدار اجرا وبدل الخلع بان اختلعت المرأة من زوجها على دار۔

(۸) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہیں ہے ایک شخص کو ملے تو شفعہ ثابت نہوگا مثلا اگر ورثہ میں یا بذریعہ ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ میں ایک مکان ٹھیرالیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہرحال ایسے مکان میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔

(۹) ولا شفعة في عقار ملك بالصلح عن القصاص في النفس او فيما دون النفس۔

(۹) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوس میں بھی شفعہ نہیں ہے۔

(۱۰) ولو وهب دارا بشرط العوض فلا شفعة فيها ما لم يتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعة فيأخذ الشفيع الدار بمثل العوض ان كان العوض مثليا وان لم يكن فبقيمته۔

(۱۰) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہیں کیا ہو تو اوس وقت تک اوس مکان میں شفعہ نہیں ہوسکتا البتہ قبضہ کر لینے کے بعد شفعہ جاری ہوگا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(۱۱) فان كان الهبة بغير شرط العوض ثم عوضه بعد الهبة فلا شفعة فيها۔

(۱۱) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ میں عوض لینا شرط نہیں کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلے میں کچھ مال دیدیا تو مکان میں شفعہ نہیں ہوسکے گا۔

(۱۲) ولو بيعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفيع ان يأخذ الدار

(۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

فی الحال بالثمن المؤجل لم یکن له ذلك ویکون له الخیار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء ینتظر حلول الاجل فاذا حل یاخذها بالثمن الحال وان اراد الانتظار الی حلول الاجل وقد کان طلب طلب المواثبة فانه یطلب بطلب الاشهاد فان لم یطلب وانتظر حلول الاجل بطلت شفعته وکذا لو بیعت الدار علی ان المشتری بالخیار ولم یطلب الشفیع طلب الاشهاد بطلت شفعته

چاہے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے او قیمت اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہو بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہو کہ یا تو اوسیوقت قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہو اور وہ طلب مواثبت کرچکا ہو تو اوسپر اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بہی ضروری ہو اگر طلب اشہاد اوسنے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع اندر مشتری کو اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا

(۱۳) والمسلم والکافر والکبیر والصغیر والذکر والانثی فی الشفعة لهم وعلیهم سواء وکذا العبد الماذون والمکاتب ومعتق البعض

(۱۳) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان و کافر بالغ و نابالغ مرد و عورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر جو آزاد کا حال ہو وہی اوس غلام کا حال ہو جس کا کچہ حصہ آزاد کردیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔

(۱۴) والخصم عن الصبیان فی الشفعة لهم وعلیهم اباءهم واوصیاء الاباء عند عدمهم والاجد اومن قبل الاب عند عدمهم فان لم تکن فاوصیاء الاجداد فان لم تکن فالامام والحاکم یقیم لهم من ینوب عنهم فی الخصومة والطلب۔

(۱۴) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ نہ باپ کا وصی وصی بہی نہ ہو تو دادا۔ دادا بہی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ نابالغ کی طرف سے امام پیرو کار ہوگا اور قاضی امام کی طرف سے کسی کو قائم مقام کردے گا جو اوس کا پیروکار ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو ولایت عامہ ہو۔

(۱۵) فالشفعة علی عدد الرؤس عندنا قلت الانصباء او کثرت

(۱۵) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر ہون یا کم و بیش ہون۔

(۱۶) ومن باع دارا وهو شفیعها

(۱۶) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخرى فلا شفعة له فيها باعها لنفسه او كان وكيلا فى البيع او قيما او وصيا۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہے تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ نہیں کرسکتا۔

(۱۷) ولو اشترى الاب دارا لولده الصغير وهو شفيعها كان له ان ياخذها لنفسه عندنا۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمیں خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۸) ولو اشترى الوصى لليتيم دارا لا يملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۸) اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے جسکو اوسکا باپ وصیت کرگیا ہے ایک مکان خریدا جسمیں اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہو جاویگا۔

(۱۹) ولو اشترى الاب دارا لنفسه وولده الصغير شفيعها ليس للصبى اذا بلغ ان ياخذها بالشفعة۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اوس مکان میں حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان میں شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا

(۲۰) ولو باع الاب داره وولده الصغير شفيعها كان للصبى ان ياخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۰) ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان میں حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کرکے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۱) ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفيعها لا شفعة له فيها ولو باع المضارب دار الغير المضاربة كان لرب المال ان ياخذها بالشفعة بدار من المضاربة ويكون له خاصة

(۲۱) اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہیں ایک کا مال اور ایک کی محنت قرار پائی ہے اور اس تجارت میں دوسرے شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اب شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا اور اگر اس تجارت سے علیحدہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہے حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۲) ولو باع رب المال دارا له خاصة والمضارب شفيعها بدار من المضاربة فان كان فيها ربح فله ان ياخذها لنفسه بالشفعة وان لم يكن فيها ربح فلا ياخذ۔

(۲۲) اور اگر پہلے شریک نے (یعنے جسکا مال ہے) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ مکان نفع سے ملتا ہے تب تو وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا اور اگر اوسکے لینے میں نقصان ہے تو نہیں لے سکتا

(۲۳) واذا بیعت الدار بجنب دار مشترکۃ بین رجلین کان لکل واحد من الشریکین فیہا الشفعۃ وتسلیم احدہما الشفعۃ یصح فی حق نفسہ دون صاحبہ۔

(۲۳) ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونوں میں سے ہر شخص کو حق شفعہ ہے اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسیکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبدہ الماذون شفیعہا فان کان علی العبد دین فلہ الشفعۃ وان لم یکن فلا شفعۃ لہ۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اسکے غلام ماذون کو شفعہ تھا تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہے تب تو شفعہ کر سکتا ہے ورنہ نہین کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد الماذون دارا والمولی شفیعہا فان لم یکن علی العبد دین فلا شفعۃ للمولی وان کان علیہ دین فلمولاہ الشفعۃ۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جمین اوسکے مالک کا شفعہ ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام مقروض نہین ہے تو مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کسیکا قرض ہو رہا ہے تو اوسکے مالک کو شفعہ ہے۔

(۲۶) فلو باع المولی دارا ومکاتبہ شفیعہا کان لہ الشفعۃ وان باع المکاتب ومولاہ شفیعہا کان لہ الشفعۃ ایضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمین غلام مکاتب کا شفعہ ہے تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمین شفعہ ہے تو مالک بھی دعوی کر سکتا ہے۔

(۲۷) ولو مات الشفیع لایکون لورثتہ الشفعۃ

(۲۷) شفیع کے مر جانیکے بعد اوسکے وارثون کو حق شفعہ نہین ہوتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتری والشفیع حی کان لہ الشفعۃ۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائین تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے

طلب شفعہ کا بیان

(۲۹) طلب الشفعۃ ثلثۃ طلب المواثبۃ وطلب الاشہاد وطلب التملک

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمین ہین طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انمین سے اپنے اپنے موقع پر اگر ایک طلب بھی نہ ہوگی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبۃ فوقتہ فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہین جو بیع کا

الشفیع بالبیع۔

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیا وے۔

(۳۱) ان اخبرہ بالبیع رجلان او رجل وامرأتان او رجل عدل فسکت هنیة ولم یطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(۳۱) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے اور یہ سنکر کچھ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۲) وان اخبرہ بالبیع رجل واحد غیر عدل او امرأة او عبد او صبی ولم یطلب الشفعة لا یبطل شفعته فی قول ابی حنیفة رح وفی قول صاحبیه رح تبطل لان الشرط هو الطلب فور العلم بالبیع وعندهما الاعلام یحصل بخبر الواحد عدلا کان او لم یکن حرا کان او عبدا صبیا کان او بالغا وعند ابی حنیفة رح یشترط للعلم احد شطری الشهادة وهو العدد او العدالة وقد مر هذا فی البکر اذا زوجت واخبرت بالنکاح وسکتت۔

(۳۲) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہے یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہے پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک علم کے لیے شہادت کی دو شرطون میں سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقاً اوس صورت مین بیان ہو چکا ہے کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچھ جواب نہ دیا۔

(۳۳) وروی هشام عن محمد رح انه یشترط الطلب فی مجلس العلم فان طلب فی المجلس صح وان قام عن مجلسه قبل الطلب بطلت شفعته وبه اخذ الکرخی رح قال وهذا مهلة لاختیار المخیرة والامر بالید وقبول البیع وذلک یبقی الی ان یوجد الاعراض

(۳۳) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک بھی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بھی کچھ حرج نہین ہے اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تھا کہ اوس جلسہ سے علیحدہ ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

* * * * *

* * * * *

طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے مانند ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہین جب تک اعراض نپایا جاوے

٣٤، وفي ظاهر الرواية يشترط الطلب
ور العلم۔

(٣٤) امام صاحب رحہ نے ظاہر روایت یہی ہی کہ بیع کی خبر ملتی ہے فوراً طلب شفعہ کرنا ضروری ہے۔

٣٥، واختلفوا في لفظ هذا الطلب
ال بعضهم يقول طلبت الشفعة
وانا طالبها وقال بعضهم يطلب بلفظ
الماضي او المستقبل ولا يجمع بينهما
قال بعضهم يقول اطلب الشفعة
واخذها ولا يقول طلبت الشفعة
واخذتها فان قال ذلك بطلت
شفعته لان ذلك كذب محض وقال
بعضهم لا يقول اطلب الشفعة واخذها
ان ذلك عدة قال ويقول
طلبت الشفعة واخذتها
يذكر للحال عرفا كقوله
ت واشتريت۔

(٣٥) اس بات مین اختلاف ہی کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہیے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرچکا ہون اور اوسکا طالب ہون اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرونگا اور شفعہ کو لونگا یہ نکہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کر لیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جھوٹ ہے بعض کہتے ہین شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کی درخواست کرونگا اور شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہی اور انہین بعض نے بیان کیا ہی کہ (مین نے شفعہ کے طلب کرلے اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت مین بائع مشتری کا یہ کہنا کہ مین نے خریدا اور مین نے فروخت کیا۔

* * * * *

* * * * *

٣٦، والصحيح انه اذا طلب
ي لفظ طلب بالماضي او المستقبل
و طلبه وهو اختيار ابي جعفر الفقيه ابي الليث
الشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رحمه۔

(٣٦) صحیح قول یہ ہی کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث او شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحہ نے اسی قول کو پسند کیا ہی۔

٣٧، وحكي عن الشيخ الامام ابي بكر محمد بن
فضل رحمه لو ان قرويا قال شفعة

(٣٧) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحہ سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعہ شفعہ

شفعة کان طالبا وکذا لو قال
(شفعة مرا است بخواستم
ویافتم۔

(۳۸) وقال بعضهم لو قال الشفیع
الشفعة لی اطلبها وآخذها بطلت
شفعته لان قوله لی لغو لا یحتاج
الیه۔

(۳۹) وعن بعض المشائخ رح اذا قال الشفیع
للمشتری حین لقیه انا شفیعك آخذ منك
الدار بالشفعة تبطل شفعته کما لو قال
للمشتری حین لقیه کیف اصبحت او کیف
امسیت۔

(۴۰) وذکر الناطقی رح اذا علم الشفیع
بالبیع فقال الحمد لله قد ادعیت شفعتها
او قال سبحان الله لا تبطل شفعته وکذا
لو قال للمشتری حین لقیه السلام علیك
ورحمة الله وبرکاته طلبت الشفعة
او قال کیف اصبحت او کیف امسیت او
قال الله اکبر او عطس صاحبه فشمته ثم
طلب الشفعة صح طلبه ولو ساله شیئا من
الحوائج ثم طلب تبطل شفعته وقال الناطقی رح
علی قیاس قوله سبحان الله او کیف اصبحت
او کیف امسیت اذا قال للمشتری حین لقیه او قال
اطال الله بقاءك ثم طلب الشفعة لا تبطل شفعته
وعن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح جلد

کہنے لگا تو شرعا وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص
کہے کہ (شفعہ مرا است بخواستم ویافتم) تو یہ شخص بھی طالب
سمجھا جائے گا۔

(۳۸) بعض کا قول ہے اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہے میں اسکو
طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ میرا کا
لفظ اس موقع پر بیکار ہے گویا اوسنے طلب کرنے سے
پہلے دوسرا کلام کیا۔

(۳۹) بعض مشائخ سے مروی ہے اگر شفیع نے ملاقات کیوقت مشتری سے
یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہوں بذریعہ شفعہ کے تجھسے مکان کو
لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات
کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہے یا آپ کا
مزاج کیسا ہے شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۴۰) ناطقی رح نے بیان کیا ہے۔ اگر شفیع کو بیع کا حال
معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اسمیں شفعہ کا
دعوی کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل
نہوگا اسی طرح اگر مشتری سے ملاقات کیوقت کہا السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہے یا اوس کے
مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا!
یا کسیکے چھینک کے جواب میں یرحمکم اللہ کہکر شفعہ کو طلب
کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کے
وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازاں شفعہ کو
طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ناطقی رح نے
انہیں الفاظ پر قیاس کرکے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع
ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالی
تیری عمر دراز کرے بعد ازاں شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

شترى دارا فلقيه شفيعها والمشترى واقف مع ابنه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشترى لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشترى فكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

باطل نہیں ہوگا شیخ امام ابوبکر بن فضل رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوئی اوسوقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہ ہوگا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہے لہٰذا گفتگو سے پیشتر سلام بھی ضروری ہے کیونکہ سلام علیک سے پہلے اوز...

٤١، ولو قال الشفيع للمشترى استشفاعت نواهم، قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة.

(٤١)، اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفاعت چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہے شفعہ کی طلب نہین ہے۔

٤٢، رجلان ورثا عن ابيهما اجمة احد الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة ثم علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة فى الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر لا يبقى له الشفعة.

(٤٢)، اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر ان دونون مین سے صرف ایک شخص اس بات سے لاعلم ہے کہ میرا اسمین حصہ ہے یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوئی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعویٰ نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہے پھر اوسنے شفعہ کا دعویٰ کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لئے شرط ہے اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی پس اسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہوگا۔

* * * * * *

٤٣، شفيع ظن ان مشترى الدار فلان فسكت ولم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشترى غير فلان كان له الشفعة.

(٤٣)، ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہے اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہے تو شفیع بدستور شفعہ کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

(۴۴) وقال بعضهم اذا توهم الشفيع ان المشترى فلان فسكت ثم علم ان المشترى غيره فطلب لا يصح طلبه۔

(۴۴) بعض کا قول ہے اگر شفیع کو شبہہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو رہا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہے پھر اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح نہو گا۔

(۴۵) ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتراها او قال بكم اشتراها فلما اخبر بذالك قال طلبت الشفعة صح طلبه۔

(۴۵) اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کس نے خریدا ہے یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام اور قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۶) وكذا لو قيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة۔

(۴۶) شفیع نے کسی سے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہو گیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۷) دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار داري وانا ادعي رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتي منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة۔

(۴۷) ایک شخص کے مکان کے متصل کسیکا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہے کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہے اور اوسکو خوف ہے کہ اگر مین نفس اس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہے کیونکہ مالک شفیع نہین ہو سکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کر سکتا تو ایسے رنگ مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہار کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجھکو ملجاوے تب تو فبہا ورنہ مین اوسمین شفیع ہون کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہے پس طلب شفعہ سے سکوت نہ پایا گیا۔

* * * * * * *

(٤٨) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي او قالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين لي الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(٤٨) ایک نابالغ لڑکی کو سن بلوغ پہنچا اور اوسکو خیار بلوغ اور شفعہ کا اختیار ثابت ہوا اور اوسکی تین صورتیں ہیں اگر اوسنے کہا کہ میں نے شفعہ کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعہ ثابت ہوگا اور اگر کہا میں نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعہ کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر یہ کہا کہ میں نے دونوں حق طلب کئے میرا شفعہ بھی اور جانکا اختیار بھی ہے تو دونوں حق ثابت ہوجائینگے

(٤٩) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته مالم يعلم المشتري الثمن كالبكر اذا استؤمرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(٤٩) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہوگیا ہے اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا جبتک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہے اور قیمت کیا ہے اسطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے میں مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہوگئی بعدہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے میرا نکاح کیا ہے اور اوسنے نکاح کو رد کر دیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(٥٠) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة او سكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابو حنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(٥٠) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا میں نے اپنے لیے یہ مکان خریدا ہے اسپر شفیع نے شفعہ کا دعوی نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کسی اور شخص کے لئے یہ مکان خریدا ہے تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجاوے گا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک باطل نہوگا اور فتوی اسی قول پر ہے۔

(٥١) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فتمها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(٥١) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کرکے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا میں اوسکو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجائے دو رکعت ... دو رکعت اور اسمیں ملا دی تو امام ... رح ...

ستا بطلت شفعته ولو كان فى الاربع قبل الظهر فاخبر بالبيع فاتمها اربعا لا تبطل شفعته وذكر الناطفى رح اذا علم بالبيع وهو فى التطوع فجعلها اربعا او ستا لا تبطل شفعته والصحيح انه اذا جعلها اربعا لا تبطل ولو جعلها ستا تبطل ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لا تبطل شفعته وان صلى اكثر من اربع بطلت شفعته وكذا لو افتتح الركعتين بعد الظهر لا تبطل شفعته۔

ہشام کے مروی ہے کہ اسکا شفعہ باطل ہوگا اور اگر اون دونوں میں چار رکعت ادر ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہوجاویگا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑہ رہا تہا اور بیع کی خبر سنکر چار رکعت اوسنے پوری کرلین تو شفعہ باطل نہوگا اور ناطفی رح نے بیان کیا ہے اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اسنے چار یا چہہ رکعت پوری کرلین تو شفعہ باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہے کہ چار پوری کرنے سے باطل نہوگا اور چہہ پورے کرنے سے باطل ہوجاوے گا اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کردی ہین تو انکے پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ پڑہنے سے باطل ہوجاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(۵۲) ولو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد تبطل شفعته

(۵۲) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کردی تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۵۳) وبعد ما طلب الشفعه طلب المواثبة فور علمه بالبيع يحتاج الى طلب الاشهاد وانما يسمى الثانى طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل لتمكنه اثبات الطلب عند جحود الخصم۔

(۵۳) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب اشہاد ضروری ہے اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے نہین ہے کہ اسمین شہادت شرط ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ مخاصمت کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کرسکتا ہے

(۵۴) فان كان الشفيع حاضرا فى مجلس البيع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشترى كفاه ذلك عن الطلب الثانى۔

(۵۴) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تہا اور بائع مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہے۔

(۵۵) وان لم يكن كذلك فذهب الى البائع او الى الدار لطلب الاشهاد فالمسئلة على وجوه۔

(۵۵) اگر خرید فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تہا تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین

(۵۶) ان کان البائع والمشتری والشفیع والدار فی مصر واحد والدار فی ید البائع فالی ایهم ذهب الشفیع وطلب الشفعة صح طلبه ولا یعتبر فیه الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف کمکان واحد الا ان یجتاز علی الاقرب ولم یطلب الشفعة فحینئذ تبطل شفعته۔

(۵۶) اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چارون ایک ہی شہر مین ہین اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو ایسی صورت مین شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینون مین سے کسی کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ تینون مین سے کون قریب اور کون بعید ہو اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت مین بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہوا اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۵۷) وان کان البائع والمشتری والدار فی مصر واحد والشفیع فی بلدة اخری فالی ایهم ذهب الشفیع الی البائع والدار فی ید البائع او الی المشتری او الی الدار وطلب الشفعة صح طلبه۔

(۵۷) اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر مین ہین تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو اوسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے۔

(۵۸) وان کان الشفیع فی موضع الدار والبائع والمشتری فی السواد او کان الشفیع مع احد المتبایعین فی مصر واحد والمتبایعین والدار فی غیر المصر فقصد الشفیع الابعد لطلب الشفعة وترك الاقرب الیه بطلت شفعته۔

(۵۸) اگر شفیع اوسی شہر مین ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہین یا بائع اور مشتری مین سے ایک شخص ایک شہر مین شفیع کے ساتھ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتھ ہو اس حالت مین شفیع اگر قریب کو چھوڑ کر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

(۵۹) وان کان البائع سلم الدار الی المشتری فان طلب الشفیع من المشتری واشهد صح طلبه وکذا ولو لم یکن الدار فی ید المشتری وطلب الشفیع من المشتری صح طلبه۔

(۵۹) اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کردیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسیطرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہین ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بھی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

(۶۰) وان طالب من البائع واشهد ان كانت الدار في يد البائع صح طلبه والا فلا ويصير كانه لم يطلب

(۶۰) اگر شفیع نے بایع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کر دیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح نہوگا اور کالعدم سمجھا جائیگا۔

* * * * *

(۶۱) وصورة طلب الاشهاد ان يقول الشفيع للمشتري حين يلقيه اطلب منك الشفعة في دار اشتريتها من فلان التي احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا وانا شفيعها بالجوار بدار احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا فسلمها الي ولابد ان يبين انه شفيع بالشركة او بالجوار او في الحقوق ويبين الحدود لتصير الدار معلومة۔

(۶۱) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلاً مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہی کہ تو نے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خرید اہے اوسمین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسائگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجھکو دیدے اور اس بات کا بیان کرنا اوسپر ضروری ہے کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسائگی کے۔ اور حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

(۶۲) اذا اخبر الشفيع بالبيع في جوف الليل فلم يقدر على ان يخرج للاشهاد فان اشهد حين اصبح صح طلبه لانه اخر الاشهاد بعذر۔

(۶۲) اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجاسکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچھ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعاً وہ معذور سمجھا جائیگا۔

(۶۳) واليهود اذا اخبر بالبيع يوم السبت فلم يطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غير معذور في التاخير وكذا لو كان الشفيع في عسكر اهل الخوارج او اهل البغي فخاف على نفسه ان يدخل في عسكر اهل العدل فلم يطلب بطلت شفعته لانه غير معذور۔

(۶۳) اگر ہفتہ کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع خوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نکی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(٦٤) ولو كانت الشفعة بالجوار وخاف الشفيع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا يرى الشفعة بالجوار يبطل شفعته فلم يطلب كان على شفعته۔

(٦٤) شفعہ بالجوار کی صورت میں اگر شفیع کو خوف ہے کہ میں نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہیں کرتا [illegible] اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٦٥) ولو علم الشفيع بالبيع وهو في طريق مكة فطلب طلب المواثبة ولم يقدر على طلب الاشهاد فان لم يكن البائع والمشتري في الرفقة فانه يوكل وكيلا ليطلب الشفعة فان لم يوكل ومضى في الطريق فان وجد من يوكله بالطلب ولم يوكل تبطل شفعته وان لم يجد وكيلا ووجد فتى يكتب كتابا على يديه ويوكل بالكتاب وكيلا فان لم يفعل بطلت شفعته وان لم يجد وكيلا ولا فتى لا تبطل شفعته حتى يجد لانه معذور۔

(٦٥) اگر مکہ معظمہ کے راستہ میں شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نہ کر سکا اگر بائع اور مشتری سفر میں اسکے ساتھ نہیں ہیں تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہیں کیا تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نہ کیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہ ہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کرلے اگر ایسا نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بھی میسر نہوا اور خط لکھنے والا بھی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہوگا جب تک ان دونوں میں سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہے۔

(٦٦) دار بيعت لها شفيعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة وقضى له القاضي ثم حضر الشفيع الآخر فان الشفيع الثاني يطلب الشفعة من الشفيع الذي قضى له القاضي لان الذي قضى له القاضي قام مقام المشتري هذا اذا طلب الاول جميع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(٦٦) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اوسکے شفیع ہیں جنمیں سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کر دیا بعد ازاں دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے کیونکہ شفیع اول اسوقت میں بمنزلہ مشتری کے ہے گرچہ [illegible]

نصف الدار ظنا منه انه لا یستحق الا النصف بطلت شفعته وکذا لو کانا حاضرین فطلب کل واحد منهما الشفعة فی نصف الدار بطلت شفعتهما لان السکوت عن النصف الباقی تسلیم للشفعة فی النصف المسکوت فیبطل شفعته فی النصف المسکوت واذا بطلت فی النصف تبطل فی الکل کذا ذکر فی الکتاب۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۶۷) وذکر الناطقی رح رجل اذا اشتری دارا فی جنب الشفیع فجاء الشفیع وقال سلم لی نصفها بالشفعة فابی المشتری لا تبطل شفعته وهو الصحیح لان طلب تسلیم النصف لا یکون تسلیما للباقی وکذا لو قال الشفیع انا شفیع هذه الدار فسلم لی نصفها بالشفعة فاسلم لك النصف الباقی فابی المشتری لا تبطل شفعته

(۶۸) الوکیل بشراء الدار اذا اشتری وقبض فجاء الشفیع وطلب الشفعة من الوکیل قبل ان یسلم الوکیل الدار الی الموکل قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح یصح طلبه وان کان ذلك بعد ما سلم الوکیل الدار الی الموکل لا یصح طلبه ولو ان

ہے کہ شفیع اول پورے مکان مین شفعہ کا دعوی کر اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ مین نصف مکان مستحق ہون نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونون شفیع ہون اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کر تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف دعوی نکرنا اوس باقی مین شفعہ کا ترک کرنا ہو اوس نصف مین تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف مین باطل ہوتا ہو تو کل مین باطل ہو جاتا ہے۔

(۶۷) ناطقی رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے شفیع مکان سے ملا ہوا ایک مکان خرید ا بعد ازان شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہوگا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کر دینا نہین ہو اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا میں اس مکان کا شفیع ہون اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دیدے تو مین باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا لیکن مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

(۶۸) اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضے مین لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضے مین وہ مکان نہین دیا تھا کہ شفیع نے وکیل پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کر دیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفيع سلم الشفعة للوكيل صح تسليمه سواء كانت الدار في يده او لم تكن.

(٦٩) الوكيل بطلب الشفعة اذا سلم الشفعة للمشتري جاز عند ابي حنيفة وابي يوسف رح وهو بمنزلة تسليم الاب والجد شفعة الصغير

(٧٠) رجل له شفعة عند القاضي فانه يقدم القاضي الى السلطان وان كانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضي عن احضاره كان الشفيع على شفعته لانه ترك الطلب بعذر.

(٧١) رجل اشترى لابنه الصغير دارا والاب شفيعها كان للاب ان ياخذها بالشفعة لان الاب لو اشترى مال ولده الصغير لنفسه جاز واذا اراد ان ياخذ ويطلب يقول اشتريت واخذت بالشفعة فتصير الدار له ولا يحتاج الى القضاء ولو كان مكان الاب وصي فالجواب فيه كالجواب في شراء الوصي مال اليتيم لنفسه على قول من يملك ذلك يكون الوصي بمنزلة الاب وعلى قول من لا يملك ذلك فله الشفعة ايضا لكن يقول اشتريت وطلبت الشفعة ثم يرفع الامر الى القاضي حتى ينصب القاضي

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوسوقت وکیل کے قبضے میں ہو یا نہو۔

(٦٩) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اوسنے مشتری کے لیئے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے جسطرح باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(٧٠) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہو تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہو اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے میں معذور ہے۔

(٧١) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوسمین شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہوگی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وصی کے مانند ہے کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے جن لوگونکے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہے اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہین ہے اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہے مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا ہے پھر اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصیا عن الصبی فیاخذ الوصی منه بالشفعة ویسلم الوصی الثمن الی القیم ثم بعد ذلك یسلم القیم الی الوصی

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرسے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرسے بعد ازان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۷۲) الشفیع بالجوار اذا باع الدار التی یستحق بها الشفعة الا شقصا منها لا تبطل شفعته لان ما بقی یکفی للشفعة ابتداء فیکفی لبقائها۔

(۷۲) اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعے وہ شفعہ کا مستحق ہے فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتداءً شفعہ کے لیے کافی ہے پس اوسکے بقا کے لیے بھی کافی ہوگا۔

(۷۳) الشفیع اذا باع الشفعة بعد ما وجبت له الشفعة لانسان او وهبها لا تبطل شفعته لان حق الشفعة لا یحتمل التملیك بلفظ الهبة والبیع لانها لم تصادف محلها۔

(۷۳) اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیچ یا ہبہ کر دیا تو شفعہ باطل نہوگا اس لیے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

\+ + + + + + +

(۷۴) الشفیع اذا ادعی رقبة الدار المشفوعة انها له لا بالشفعة تبطل شفعته وان طلب الشفعة ثم ادعی رقبة الدار المشفوعة انها له لا یسمع دعواه لان طلب الشفعة او لا اقرار منه بعدم الملك فلا یسمع دعواه ولو تصرف المشتری فی الارض المشفوعة قبل ان یاخذها الشفیع بان وهبها من انسان وسلم او تصدق بها او آجرها او جعلها مسجدا وصلی فیها او جعلها مقبرة ودفن فیها او وقفها وقفا مستقلا تبطل

(۷۴) اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہے شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہوگا اسلیے کہ اولاً شفعہ کا طلب کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ یہ مکان میری ملک نہین ہے لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کرکے قبضہ کرا دیا یا صدقہ کر دیا یا کرایہ پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑھنی شروع کر دی یا مقبرہ بنا کر دفن کرنا شروع کر دیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کر دیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنے کا اختیا

شفعة الشفيع وله ان ينقض تصرف المشترى وان باعها المشترى من غيره كان الشفيع بالخيار ان شاء اخذها بالبيع الاول وان شاء اخذها بالبيع الثانى ولو غرس المشترى فيها كرما او شجرا او بنى فيها بناء او غرس رطبة كان للشفيع ان يقلع وياخذ الارض بالشفعة وان زرع المشترى فيها زرعًا فى القياس له ان يقلع وياخذ الارض بالشفعة كما فى الشجر وفى الاستحسان يتوقف الى ان يستحصد الزرع ثم ياخذ بالشفعة۔

رہوگا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ کو اس عرصہ مین بیع کر دیا تو شفیع کو اختیار رہوگا کہ خواہ بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور اگر مشتری نے اوس زمین مین انگور کی ٹٹیان یا اور قسم کے درخت لگائے یا ایک مکان بنالیا یا ترکاری وغیرہ اوسمین بودی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے کا اختیار رہوگا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر مشتری نے صورت مذکورۂ بالامین کھیت بودیا تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار دیا جاوے جسطرح بڑے درختون کے اکھاڑ ڈالنے کا اوس کو اختیار ہے مگر استحسانا کھیت کے کاٹنے تک توقف کیا جائے گا بعد ازان شفعہ سے اوس زمین کو لے سکیگا۔

(۷۵) ولو اشترى الرجل دارا وزخرفها بالنقوش بشئ كثير كان للشفيع الخيار ان شاء اخذ واعطا مازاد وان شاء ترك

(۷۵) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ لاگت لگا کر نقش و نگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو اختیار رہوگا کہ خواہ اوس مکان کو زر ثمن کے ساتھ اسقدر لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کر دے۔

(۷۶) وان حط البائع شيئا من الثمن كان للشفيع ان ياخذ بما وراء المحطوط ولو زاد المشترى للبائع فى الثمن كان للشفيع ان ياخذها بدون الزيادة۔

(۷۶) اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کر دی تو شفیع کو بھی اختیار رہوگا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کر دی تو شفیع کو بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار رہوگا

(۷۷) ولو تقايل البائع والمشترى لاتبطل الشفعة وكذلك لو انفسخ البيع بينهما بخيار شرط او روية

(۷۷) اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو واپس کر دیا تو شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر خیار شرط یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

او الرد بالعيب بعد القبض بقضاء القاضي ولو كانت الشفعة بالجوار فباع الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة بطلت شفعته۔

(٧٨) ولو اجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضي المدة والمستاجر شفيعها قال ابو نصير رحمه الله يجوز البيع بين البائع والمشتري ولا يقدر البائع على تسليم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة كان طلبه اجازة للبيع فيبطل الاجارة وله الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفيع الدرك للمشتري او ضمن الثمن للبائع فانه لا يكون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البيع بضمانه فصار الشفيع بمنزلة البائع فلا يكون له الشفعة اما ههنا بيع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔

(٧٩) واذا طلب الشفيع طلب المواثبة والاشهاد وابى المشتري ان يسلم اليه الدار فانه يرفع الامر الى القاضي ويطلب منه التمليك ولا يملكها الشفيع الا بقضاء

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جانے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیع کر دے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(٧٨) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کر دیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تہا تو ابو نصیر کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہو جائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کے لیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہو جاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہو جاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نرہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہو گا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہو گا

(٧٩) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچا دے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہو گا۔

اورضاء حتى لو بيعت دار اخرى بجنب الدار المشفوعة ثم قضى القاضي للشفيع بالشفعة ثم دفعها اليه لا يكون لهذا الشفيع ان ياخذ الدار الثانية بالشفعة لان الشفيع لم يكن جار الدار الثانية قبل قضاء القاضي وكذا الرجل الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة مسجدا او وقفها وقفا مستقلا او جعلها مقبرة ثم قضى له بالشفعة فانه لا يكون شفيعا للدار الثانية لان قيام الملك له فيما يستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد الوقف المستقل بمنزلة الزائل عن ملكه

اور اگر قاضی حکم دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیئے حتیٰ کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور مکان فروخت ہوا اور پہر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلا دیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا ہمسایہ نہین ہے اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنا دیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا یا اوسکو مقبرہ کر دیا بعدازان قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا تو یہ شفیع دوسرے مکان میں شفیع نہ ہوگا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہے اوس وقت وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہوگیا۔

(۸۰) ولو ان الشفيع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم يرفع الامر الى القاضي ان لم يتمكن من الرفع بمرض او حبس او منع مانع ولم يجد من يوكل بالخصومة لا تبطل شفعته وان لم يكن يرفع مع التمكن من المرافعة ذكر في الكتاب انه على شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابي حنيفة رح واختلفت الروايات عن محمد رح في رواية اذا مضى شهر

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی مانع پیش آگیا جسکی وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یون ہے اور امام محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم یرفع مع التمکن بطلت
شفعته وفی روایة
اذا مضی شهر وثلثة ایام وفی روایة
اذا مضت ثلثة ایام ولم یرفع بطلت
شفعته واختلفت الروایات فیه عن
ابی یوسف رح ایضا والفتوی علی
انه مقدر بشهر -

(۱۸) واذا رفع الامر الی القاضی
فان القاضی لا یسمع دعواه الا بحضرة
الخصم فان کانت الدار فی ید البائع
یشترط سماع الدعوی حضرة البائع
والمشتری لان الشفیع یطلب
القضاء بالملك والید جمیعا والملك
للمشتری والید للبائع فیشترط حضرتهما
وان کانت الدار فی ید المشتری
کفاه حضرة المشتری فان احضر
الخصم وجاء اوان الدعوی یقول
ان هذا اشتری دارا بکذا وانا
شفیعها ویقول له القاضی این الدار
التی ترید شفعتها بین لی موضعها
وحدودها لان القاضی لا یتمکن
من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم
تکن بحضرتهما لا تصیر معلومة
الا ببیان الحدود فاذا بین الحدود
یقول له القاضی بای سبب

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے تو اوس کا
شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت میں ایک
مہینا تین روز اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تین روز بھی
گذر جائیں اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے
توشفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی
اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہ ہے کہ ایک مہینہ تک
چارہ جوئی نکرے گا توشفعہ باطل ہو جائیگا -

(۱۸) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ
لیجاے تو جبتک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہو گا قاضی
اوسکے دعوے کی سماعت نکرے گا اور اگر مکان ہنوز
بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیے
دونون بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے
اس لیے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا
حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی
ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا
شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے
توصرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت
مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنے کا
وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کرکے
قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے
خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے
کہ جس مکان مین توشفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا و نشان
اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول چیز کا
حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے
سامنے موجود نہین ہے بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم "

تطلب الشفعة لان اسباب الشفعة مختلفة بعضها مقدم على البعض فلابد من بيان السبب۔

نہین ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود وغیرہ بیان کر دے تو قاضی کو اوس سے یہ کہنا چاہیے کو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اس لیے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہین اور بعض بعض پر مقدم ہوتے ہین لہذا سبب کا بیان کرنا شفیع کو ضروری ہے

فصل فی ترتیب الشفعاء

ترتیب شفعہ کا بیان

٨٢، قال فی الكتاب الخليط وهو الشريك فی نفس البقعة احق من الشريك اراد بالشريك هو الشريك فی حقوق الدار والشريك احق من الجار والجار احق من غيره وصورة هذا الترتيب منزل بين رجلين فی دار مشتركة بين احد هذين الرجلين وبين رجل اخر سواها وهذه الدار فی سكة غير نافذة وعلى ظهر هذا المنزل دار لرجل اخر باب تلك الدار فی سكة اخرى باع احد الشريكين المنزل فی الدار نصيبه من المنزل كان الشريك فی المنزل اولى بالشفعة من غيره لانه شريك فی نفس البقعة المبيعة فان سلم هو الشفعة كان الشريك فی الدار اولى بالشفعة من الشركاء فی السكة لانه شريك فی الطريق الخاص وهو الطريق فی الدار فان سلم هو فاهل السكة احق بالشفعة

(٨٢) کتاب مین بیان کیا ہے کہ خلیط (یعنے نفس مکان مین شریک) شریک پر مقدم ہو دوسرے شریک سے وہ شخص مراد لیا ہے جو مکان کے حقوق مین شریک ہو اور شریک جار پر مقدم ہے اور جار اور لوگون پر مقدم ہے اور اس ترتیب کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے مین زید اور عمرو شریک ہین اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان مین واقع ہوا ہے جسمین عمرو اور خالد شریک ہین اور یہ مکان کوچہ سربستہ مین واقع ہے اور اوس کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اس صورت مین زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرہ مین تھا فروخت کیا تو سب شفیعون پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے کہ وہ خاص اوس کمرہ مین شریک ہے اور جس وقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کر دے گا تو خالد کو اور شفیعون پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہے یعنے اوس راستہ مین جو اوس کے مکان مین پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ کو چھوڑ دے گا تو کوچے والون کو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ راستے مین شریک ہین اگر کوچہ والے بھی شفعہ چھوڑ دین گے تو اوس وقت جار ملاصق

لانهم شركاء فی الطريق فان سلم اهل السكة كانت الشفعة للجار الملاصق وهو الذی علی ظهر المنزل

پہلے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اس کمرہ کی پشت پر واقع ہے۔

* * * * * * * * *

(۸۳) ولا شفعة فی الوقف لا للقيم ولا للموقوف عليه۔

(۸۳) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوس میں شفعہ نہیں ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے۔

(۸۴) ولا شفعة فی بيع الكردار وهی التی تكون فی الارض علی نهر الموالی لان الكردار نقلی ولا شفعة فی المنقولات۔

(۸۴) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگوں کو دی گئی ہو اور کاشتکاروں نے مکانات وغیرہ بنالیے ہیں اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائیں تو اوس میں شفعہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ منقول ہیں اور منقولات میں شفعہ نہیں ہوتا۔

(۸۵) ولا شفعة فی الاراضی التی حازها الامام لبيت المال وكذا الاراضی الميان دیهية وهی التی يزرعها الاكرة لا يجوز بيعها۔

(۸۵) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکھا ہے اون میں بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہیں ہوسکتا اور اسیطرح میان دیہی اراضیات میں شفعہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہیں ہے۔

(۸۶) ولا شفعة فيما كبس المزارع منها التراب۔

(۸۶) کاشتکار نے سلطان کی زمین میں جو بھراؤ ڈالا ہے اوسمیں شفعہ نہیں ہوتا۔

(۸۷) ويجوز بيع الكردار اذا كان معلوما ولا شفعة فيها لما قلنا۔

(۸۷) عملے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوس میں شفعہ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(۸۸) رجل اوصی بغلة داره لرجل وبرقبتها للآخر فبيعت دار بجنب هذه الدار كانت الشفعة للموصی له بالرقبة۔

(۸۸) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ اسکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پھر اس مکان کے پہلو میں کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمیں حق شفعہ ہوگا زید کو نہوگا۔

(۸۹) رجل اخذ ارضا مزارعة فزرع فيها فلما صار الزرع بقلا اشتری المزارع الارض مع نصيب

(۸۹) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمیں کھیت بویا جب یہ کھیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کھیتی میں

ري الارض من الزرع ثم جاء الشفيع فله الشفعة في الارض وفي نصف الزرع الا انه لا ياخذ بالشفعة حتى يدرك الزرع لان نصف الارض مشغول بنصيب المزارع

تھا خرید لیا بعد ازان شفیع آکر موجود ہوا تو اوسکو زمین میں اور زمیندار کے حصہ میں اوسکا شفعہ ہے مگر جب تک کھیتی پک کر تیار نہو جائیگی شفیع اوسکو نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کاشتکار کے حصہ میں رکی ہوئی ہے۔

(٩٠) دار فيها ثلث بيوت بيت في اول الدار ثم البيت الثاني بجنب هذا البيت ثم البيت الثالث بجنب الثاني كل بيت لرجل واحد باع واحد منهم بيته ان كان طريق البيوت في الدار كانت الشفعة للباقين بحكم الشركة في الطريق وان كان ابواب البيوت في سكة واحدة نافذة لا في الدار فان بيع البيت الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلى والاسفل هما سواء لانهما جاران ملازقان احدهما على اليمين والاخر على اليسار وان بيع البيت الاعلى كانت الشفعة لصاحب الاوسط لا غير لانه جاره وان بيع بيت الاسفل كانت الشفعة لصاحب الاوسط لانه جار ملازق۔

(٩٠) ایک احاطہ میں تین مکان ہیں جنمیں سے ایک مکان احاطہ کے شروع میں اور دوسرا اس مکان کے پہلو میں اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو میں واقع ہے اور یہ تینوں مکان تین شخصوں کے ہیں جنمیں سے ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو اون مکانات کو دیکھا جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ میں ہے تب تو شرکت راستے کے سبب سے دو باقی مکان والوںکا شفعہ ہوگا اور اگر ان مکانات کے دروازے احاطہ میں نہیں ہیں بلکہ ایک کوچہ میں نکلتے ہیں جو سربستہ نہیں ہے اگر ان تینوں مکانات میں سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے اور بائیں والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں جار ملازق ہیں ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے اور اگر آخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والے کو شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہی اوسکا جار متصل ہے۔

(٩١) سكة غير نافذة فيها سكة اخرى غير نافذة بيعت في السكة

(٩١) ایک کوچہ سربستہ میں دوسرا کوچہ سربستہ واقع ہے اور اس پہلے کوچہ میں ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلی دار کانت الشفعة لاهل السکة السفلی لان لهم شرکة فی الطریق الخاص وهی السکة السفلی ولو بیعت فی السکة العلیا دار کانت الشفعة لاصحاب السکتین جمیعا لاستوائهم فی الشرکة فی الطریق۔

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کوچہ کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر شرکت ہے۔

✽ ✽ ✽ ✽

(۹۲) وکذلک نهر خاص شق منه نهر اخر فبیع ارض علی النهر الصغری کانت الشفعة لاصحاب النهر الصغری ولو بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاصحاب النهرین جمیعا۔

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری اور چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ ہوگا۔

(۹۳) دار بیعت ولها بابان فی سکتین فانکانت هذه الدار فی القدیم دارین باب احدهما فی سکة غیر نافذة وباب الاخری فی السکة الاخری مثلها فاشتراها رجل ورفع الحائط بین الدارین حتی صارتا دارا واحدة فلاهل کل سکة ان یاخذ الجانب الذی کان بابه فی تلک السکة وانکانت هذه الدار المبیعة فی الاصل واحدة ولها بابان کانت الشفعة لاهل السکتین فی جمیع الدار بالسویة انما یعتبر فی هذه القدیم

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مکان ہمیشہ سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گرا کر اوسکو ایک مکان کرلیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس کوچہ مین ہے صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہرحال مکان کی اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

لحاظ کیا جائیگا۔

(۹۴) وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة في القديم ولهم ان يسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان يسدوا ويجعلوها كما كانت۔

(۹۴) اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تہی گرا دیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو ا[illegible] کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہے مگر قدیم سے وہ سربستہ تہا اور اب بہی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوس کو شارع عام کر دیا اوسوقت بہی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اسلیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کر سکتے ہین۔

* * * * * * *

(۹۵) سكة في اقصاها دار طريق هذه الدار في سكة نافذة بيع هذه الدار فان كان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وان كان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول في سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك ان كانت في الخطة النافذة لا شفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

(۹۵) ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہے اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آنے جانے ہین اور کوچہ والونکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہے تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہے بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہے اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہے اور کوچہ والونکو بہی یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہے۔

* * * * * *

٩٦، سكة غير نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الى الطريق الاعظم فهى سكة نافذة وان كانت جوانب المسجد كلها بيوت الناس كانت الشفعة لاهل السكة وهذا اذا كان المسجد خطة فان لم يكن خطة وانما احدثه اهل السكة وجبت لهم الشفعة وكذلك حكم السكك التى فى اقصاها الوادى بخارا فهى سكة نافذة لانهم يخرجون الى الوادى والوادى بمنزلة الطريق -

٩٦، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوئی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہو تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب مین لوگونکی گھر ہین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنالی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے ان کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجھا جائے گا اور یہ کوچہ سربستہ نہین ہین -

* * * * * * *

٩٧، علو لرجل وسفل لآخر وطريق العلو فى السكة العليا لا فى السفلى باع صاحب السفل سفله كان لصاحب العلو ان يأخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جارين ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان يأخذ او كان العلو منهدما حين بيع السفل كان لصاحب العلو ان يأخذ السفل بالشفعة فى قول محمد رح لان له حق التعلى على العلو فيأخذ بذلك وقال ابو يوسف رح اذا انهدم العلو لاشفعة له -

٩٧، ایک دو منزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا اور اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکانمین نہین ہے بلکہ شارع عام کیطرف ہے اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہے اسلیے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ سے اتصال ہے لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہے اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو نملا تھا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہے اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تھا امام محمد رح کے نزدیک اس صورتمین بھی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہے اس لیئے کہ اوسکو اوپر بنانیکا حق حاصل ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پھر اوسکو شفعہ نہین ہوتا -

* * * * * * *

(۹۸) وصاحب السفل بشفعة العلو احق من الجار في قول ابي حنيفة رح اذا لم يكن للجار شركة في الطريق۔

(۹۸) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ مین جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ مین شرکت نہو۔

(۹۹) والشركة بالخشبة التي تكون على حائط الغير وله حق وضع الخشبة لا غير يكون جارا ولا يكون شريكا۔

(۹۹) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکھی ہوئی ہو اور اوسے دیوار مین بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھ سکے کوئی اوسکا حق نہین ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(۱۰۰) سكة مستطيلة غير نافذة ينشعب منها زائغة مستطيلة غير نافذة فبيعت دار من الزائغة كانت الشفعة لاهل الزائغة لشركتهم في طريق خاص۔

(۱۰۰) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس مین ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اسمین خم مین اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والون کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہین۔

(۱۰۱) وان بيعت دار من السكة العليا كانت الشفعة لاهل السكة والزائغة جميعا لاستوائهم في المرور في السكة العليا۔

(۱۰۱) اگر صورت مذکورہ بالا مین اوس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگون کو اوسمین شفعہ ہوگا کہ کوچہ والون کو بھی اور خم والون کو بھی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے مین برابر ہین۔

(۱۰۲) وكذلك نهر لقوم تنشعب منه ساقية لقوم باع رجل من اهل الساقية ارضا شربه من الساقية كانت الشفعة لاهل الساقية۔

(۱۰۲) اسیطرح اگر کچھ لوگون کی ایک نہر ہو جسمین ایک پتلی نہر دوسرے لوگونکے لیئے نکلی ہوئی ہو اور چھوٹی نہر والون مین سے ایک شخص نے اپنا کھیت فروخت کیا جسکی آبپاشی چھوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چھوٹی نہر والون کو اوسمین شفعہ ہوگا

(۱۰۳) وان بيع ارض على النهر الاول كانت الشفعة لاهل النهر والساقية جميعا۔

(۱۰۳) اگر صورت مذکورہ بالا مین بڑی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والون کو اور نیز چھوٹی نہر والون کو شفعہ ہوگا۔

(۱۰۴) قراح في وسط ساقية جارية شرب القراح من الساقية من

(۱۰۴) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط مین ایک باغ واقع ہے جسکی آبپاشی دونون طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہے

الجانبين فبيع القر
لهذا القراح احد
الساقية والاخر على
كانت الشفعة لهما
من القراح وكانت
فكل واحد منهما بكـ
(١٠٥) رجل لدار في
منها مقصورة مع
معلومة وللدار جا
منهما كان لهذا الـ
وان لم يكن جارًا
ولا لتلك الط
لان المبيع من جملة ا
الدار جار المبيع ولو ا
شفعته ثم ان المشتـ
لم يكن لجار الدار شفـ
اذا لم يكن هو جار الـ
لان المقصورة بعد ا
اجزاء الدار
(١٠٦) وكان لك الرجل
بيتا من دار والدار
واحد كان لجار الد
البيت وان لم يكن ه
البيت فلو ان الشفيع
باع مشتري البيت ا

فجاء شفيعان — اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک
ا على يمين — نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونوںکا
ال الساقية — شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے
ـلان الساقية — اور باغ کا جز ہے لہذا اون دونون مین سے ہر شخص باغکا
ن اجزاء القراح — جار ہوگا۔
ـجار للقراح — * * * * * *

مقاصير باع — (۱۰۵) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین
احد طائفة — جنہین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک خاص قطعہ اوسنے فروخت کیا
ـجانب واحد — اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہے تو اس جار کا شفعہ ہوگا
الشفعة — اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہو اسلیے
ـث المقصورة — کہ یہان پر مبیع اوس احاطہ کا جزو ہے پس جو شخص احاطہ کا
ـئفة — جار ہے مبیع کا بھی جار ہے اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا
ار فكان جار — پھر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ
الشفيع سلم — کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہوگا جبکہ وہ اوس کوٹھری
باع تلك المقصورة — کا جار نہو اسلیے کہ فروخت ہوجانے کے بعد وہ کوٹھری
في المقصورة — احاطہ مین شامل نہ رہی۔
ـا المقصورة — * * * * * *
ـا لم تبق من — * * * * * *

* * * * * *

ـا الشترى — (۱۰۶) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک
ـا الرجل — کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک
ـشفعة في — ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ
ـجار الذلك — اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا بعد ازان
الشفعة ثم — کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت
ـث البيت — کر ڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین ...

یکن لجار الدار شفعة فی البیت۔

شفعہ نہوگا۔

(۱۰۷) ولو ان رجلا اشتری دارا فی سکة غیر نافذة ثم اشتری دارا اخری فی تلک السکة کان لاهل السکة ان یاخذ والدار الاولی بالشفعة لان المشتری لم یکن شفیعا وقت الشراء الاول ثم صار هو شفیعا مع اهل السکة فی الدار لان المشتری وقت شراء الدار الثانیة هو من اهل السکة وکذلک دار بین ثلثة نفر اشتری رجل نصیب احدهم فلجار الدار ان یاخذ الثلث الاول اذا لم یاخذ الشریکان ذلک الثلث ثم لاشفعة له فی الثلثین الاخرین لان المشتری شریک فی الدار وقت شراء الثلث الثانی والثالث فیکون هو مقدما علی الجار۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہوگا اس لیے کہ جسوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہے اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تہا مگر خریدنے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہوگیا اسواسطے کہ جسوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بہی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔ اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک شخص نے اون تینون مین سے ایک کا حصہ خریدلیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چھوڑ دین بعد ازان باقی دو حصونمین جار کا شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ مشتری نے جسوقت باقی حصون کو خریدا ہے اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تہا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہوگا۔

(۱۰۸) ولو کانت لاربعة نفر فاشتری رجل نصیب الثلاثة واحدا بعد واحد والشریک الرابع غائب ثم حضر فله ان یاخذ نصیب الاول وهو فی نصیب الاخرین شفیع مع المشتری۔

(۱۰۸) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اونمین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک وہان موجود نہ تہا بعد ازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہوا اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(۱۰۹) ولو اشتری احد الاربعة

(۱۰۹) اگر ایک مکانمین چار شخص شریک تھے نہین

نصيب الاثنين واحدا بعد واحد ثم حضر الرابع كان شفيعا مع المشتري في النصيبين جميعا لان في هذه الصورة كان المشتري شريكا وقت شراء النصيبين جميعا

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعد ازاں وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونوں حصوں میں شفیع ہے کیونکہ اس صورت میں خریدنے والا دونوں حصوں کے خریدنے کے وقت شریک ہے۔

(۱۱۰) رجل له خمس منازل في سكة غير نافذة فباع هذه المنازل فطلب الشفيع الشفعة في منزل واحد منها ان طلب الشفعة بحق الشركة في الطريق لم يكن له ان ياخذ البعض لما فيه من تفريق الصفقة من غير ضرورة وان طلب الشفعة بالجوار وجواره في هذا المنزل لا غير كان له ذلك لانه جار لهذا الواحد خاصة وجنس هذه المسئلة ياتي بعد هذا في فصل علىحدة۔

(۱۱۰) کوچہ سربستہ میں ایک شخص کے پانچ مکان ہیں اوس شخص نے ان مکانوں کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکان میں شفعہ طلب کیا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہیں لے سکتا اسلیے کہ بلا ضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہے تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ جار ہے اسی کے مثل علیحدہ فصل میں ایک اور مسئلہ مذکور ہوگا۔

(۱۱۱) رجل له خان فيه مسجد افرزه صاحب الخان واذن للناس بالتاذين وصلوة الجماعة فيه ففعلوا حتى صار مسجدا ثم باع صاحب الخان كل حجرة في الخان من رجل حتى صار دربا ثم بيع منها حجرة قال محمد رح الشفعة لجميعهم لاشتراكهم في طريق الخان وقد كان الطريق

(۱۱۱) ایک سرا میں سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگوں کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اور لوگوں نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑھنا شروع کر دیا حتے کہ وہ مسجد ہوگئی پھر مالک سرا نے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالے یہاں تک کہ وہ ایک محلہ ہوگیا اب اگر اوسمیں کوئی مکان فروخت ہوا امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمیں شفیع ہونگے اسلیے

مملوكا۔

کہ سب لوگ سرا کے راستہ میں شریک ہیں جس وقت کہ سرا کا راستہ مملوک تھا۔

(۱۱۲) دار بيعت ولها شفيعان بالجوار فطلبا الشفعة من المشتري ورفع احدهما المشتري الى حاكم لا يرى الشفعة بالجوار فقال له الحاكم لا شفعة لك ثم عزل الحاكم عن القضاء وولي آخر يرى الشفعة بالجوار فجاء الشفيع الآخر فقضى هذا القاضي للثاني بالشفعة لم يكن للاول ان يشاركه في الشفعة لان القاضي الاول قد ابطل شفعته۔

(۱۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمیں شفیع ہیں ان دونوں [illegible] نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کر دیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہیں کرتا ہے اس حاکم نے اوس سے کہا تیرا شفعہ نہیں ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہو گیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہے اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہو گا اس لیے کہ قاضی اول اوسکے شفعہ کو باطل کر چکا ہے۔

(۱۱۳) رجلان اشتريا دارا احدهما شفيعها فلا شفعة للشفيع فيما صار للاجنبي لان شراء الاجنبي لا يتم الا بقبول الشفيع البيع لنفسه۔

(۱۱۳) دو شخصوں نے ایک مکان خریدا انہیں سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہے تو اس دوسرے کے حصہ میں شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا جبتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

(۱۱۴) نهر فيه شرب لقوم وارض النهر لغيرهم فباع رجل ارضه والماء منقطع في النهر فلهم الشفعة في قول محمد رح۔

(۱۱۴) ایک نہر سے کچھ لوگ آب پاشی کرتے ہیں مگر نہر کی زمین اور لوگوں کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت میں فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہو گیا تھا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگوں کا اوسمیں شفعہ ہے۔

(۱۱۵) وفي قياس قول ابي حنيفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا كان الماء منقطعا كما في العلو المنهدم

(۱۱۵) امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ میں اگر نہر میں پانی اوسوقت موجود نہو تو آب پاشی کے حق سے اونکا شفعہ نہیں ہے جسطرح اوپر کا مکان گر جانے سے شفعہ جاتا رہتا ہے۔

(۱۱۶) رجل باع دارا وابنه الصغير شفيعها ليس للوالد ان يطلب الشفعة لولده لانه باع على الصغير

(۱۱۶) ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور مکان کا نابالغ بیٹا مکان میں شفیع ہے تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ خود اوسنے فروخت کیا ہے اور اگر ایک شخص نے

على شفعته اذا بلغ - [illegible]

(۷۱) اذا ثبت ان الشفعة تثبت
باسباب وبعضها اقدم من البعض
فاذا طلب الشفيع القضاء بالشفعة
لابد من بيان السبب حتى يعلم
القاضي انه باى سبب يقضى فان
بين المدعى السبب وقال بدارلى
بلازق المبيع تم دعواه ويطالب
المدعى عليه بالجواب فان قال
المدعى عليه ماله قبلى شفعة جوابا
تاما ثم يقول للمدعى قد انكر ما ادعيت
فان قال المدعى حلفه لى حلفه
القاضي ثم قال فى الكتاب يحلفه
بالله ما لهذا المدعى قبلك شفعة
فى هذه الدار التى ادعاها المدعى
فان حلف انقطعت الخصومة بينهما
الا ان يقيم المدعى البينة على ما ادعى
وان نكل المدعى عليه لزمته الشفعة
(۸۱) وان قال المدعى عليه فى الجواب
انى قد اشتريت هذه الدار التى
بين المدعى حدودها الا ان
الدار التى فى يد المدعى يطلب بها
الشفعة ليست له كلف المدعى اقامة
البينة على ان تلك الدار التى فى يده
له فان اقام البينة على الملك يستحق

مکان فروخت کیا اور اُسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد بھی ا
(۷۱) جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفعہ چند اسباب سے
ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہو پس
جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے
تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے
حکم کا سبب معلوم ہو جاوے پس اگر شفیع نے سبب بیان
کر دیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا
دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہے تو شفیع کا دعوی
تام ہو جائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے
جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہے تو اوسکا جواب پورا
ہوگیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے
دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے
اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر
کتاب مین بیان کیا ہے کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم
جس مکان مین مدعی دعوی کرتا ہے میرے اوپر اوس مکان مین مدعی کا
شفعہ نہین ہے اگر مدعا علیہ نے حلف کر لیا تو اون کا قضیہ رفع ہو جائیگا
مگر جس صورت مین مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کر دے اور اگر مدعا علیہ
نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔
(۸۱) اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین
کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے مین بلاشبہ اوسکو
مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہے اور جسکے ذریعہ
وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہے تو اوسوقت مدعی سے
کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کرے تو شفعہ کا مستحق ہوگا
اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا
کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہے کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على
الملك ولكن قال ان المشتري يعلم
انها لي حلف المدعى عليه بالله ما تعلم
ان الدار التي في يد المدعي بجنب الدار التي
اشتريتها له فان حلف لا سبيل له
عليه الا ان يقيم المدعي البينة على
الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

۱۱۹، وان قال المشتري اني قد
اشتريت هذا الدار التي يريد ان يأخذها
بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي
بشرائي ولم يطلب الشفعة يقول
القاضي للمدعي متى اشتري هو
هذه الدار فان قال المدعي طلبت
الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه
ذلك فان قال المشتري ما طلبت
حين علمت كان القول قول الشفيع
وان قال الشفيع علمت منذ سنة
وطلبت وقال المشتري لم تطلب
كان القول قول المشتري وهو
كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت
فاختصما الى القاضي فقال الزوج
حين بلغها الخبر سكتت وقالت
رددت حين علمت كان القول قولها
وان قالت علمت يوم كذا ورددت
لا يقبل قولها۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم
مدعی کے قبضہ میں میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان
واقع ہے میں نہیں جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہے اگر مدعا علیہ نے
یہ حلف کرلیا تو مدعی کا اسپر دعوی نہ رہیگا مگر جسوقت کہ
مدعی ملکیت کے گواہ پیش کردے اور اگر مدعا علیہ نے حلف
کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم
ہو جائیگا۔

۱۱۹، اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعۂ شفعہ
کے لینا چاہتا ہے اسکو مین نے ایک برس سے خرید رکھا ہے
اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ
طلب نہین کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان
کب خریدا ہے اگر مدعی نے کہا جسوقت مجکو خریدنے کا حال
معلوم ہوا اوسی وقت مین نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا
یہ کہنا صحیح ہوگا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا اسپر اگر
مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجکو علم ہوا ہے اوسوقت
تو نے شفعہ نہین طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہوگا اور
مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی
ایک برس ہوا جو مجکو بیع کا حال معلوم ہوا تھا اور شفعہ کو مین نے طلب کیا تھا
اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہین کیا تو مشتری کا قول
معتبر ہوگا جسطرح ایک شخص نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو
اپنی نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کردیا اور یہ دونون خاوند بیوی قاضی کے
پاس اپنا مقدمہ لے گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی ہے یہ
خاموش ہو رہی اور اوسنے کہا جسوقت مجکو معلوم ہوا ہے اوسیوقت مین نے منع کردیا ہے
تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان روز مجکو نکاح
کا حال معلوم ہوا اور مین نے منع کردیا تو اوسکا قول معتبر نہوگا۔

(١٢٠) ولو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله وعلى المشتري البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب۔

(١٢٠) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجھکو اسیوقت خریدنے کا علم ہوا ہے تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہے مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(١٢١) ولو قال المشتري انه لم يطلب الشفعة حتى لقيني وقال الشفيع طلبت كان القول قول المشتري ويحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(١٢١) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت یہ مجھے ملا ہے اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا اور شفیع نے کہا مین نے طلب کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور مشتری سے اسبات کا حلف لیا جائیگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(١٢٢) ولو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او في يومي قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(١٢٢) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اوسنے کہا کل یا آج اس گھنٹہ سے پہلے تو بغیر گواہ ہونے کے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

\+ + + + + +

(١٢٣) ولو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار وقبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه وقال لا شفعة له كان القول قوله ويحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار ولا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة في هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعي۔

(١٢٣) اگر مدعی حنفی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہو اور مدعاعلیہ شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعاعلیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہے تو مدعاعلیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جائیگا کہ ہمکا نین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہے یہ حلف نلیا جائیگا کہ اس مکان مین اسکا شفعہ نہین ہے اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جائیگا تو اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جائیگا۔

\+ + + + + +

\+ + + + + +

(١٢٤) ولو ان دارين متلازقتين لرجلين فتصدق صاحب احدى

(١٢٤) اگر دو شخصون کے دو مکان ملے ہوے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارين بالحائط الذي يلي جاره على رجل بما تحته من الارض وقبضه المتصدق عليه ثم باع المتصدق داره من المتصدق عليه ذكر الناطق رح انه لا يبقى الجار شفيعا فان طلب الجار يمين المشتري بالله ما فعل صاحب الدار ذلك ضرارا او فرارا من الشفعة على وجه التلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمه ويحلف فان حلف لا شفعة له وان نكل كان له الشفعة لانه اقر انه جار ملازق۔

ملی ہوئی ہے مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو تصدق دیدی پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کر دیا تو ناطقی رح نے ذکر کیا ہے کہ اس صورت میں وہ جار شفیع نرہیگا اب وہ جار مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہے کہ مالک مکان نے عداوت یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کرنیکے طریقہ پر یہ کارروائی نہین کی ہے تو یہ مشتری اسبات کی قسم کھا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم ہوجائے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف کرلیا تو جار کا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جاے گا اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار پایا گیا۔

(۱۲۵) رجل اشترى من رجل عشر ارض او دار بثمن كثير ثم اشترى تسعة اعشارها بثمن قليل كان للجار الشفعة في البيع الاول دون الثاني لانه بالبيع الاول صار شريكا في نفس البقعة فيكون هو اولى من الجار في البيع الثاني فان اراد الشفيع ان يحلفه بالله ما اردت بذلك ابطال شفعتي قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح لا يحلفه على هذا الوجه لانه لو اقر به لا يلزمه شئ لكن لو اراد ان يحلف المشتري يحلفه

(۱۲۵) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسواں حصہ زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی قیمت سے خرید لیے تو اس صورت مین جار کو بیع اول مین شفعہ ہوگا بیع ثانی مین نہوگا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے اوس مکان یا زمین مین شریک ہوگیا لہذا بیع ثانی مین جار سے اوسکو تقدم ہوگا پھر اس صورت مین اگر شفیع کو مشتری سے اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہین تھا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ اوس سے باین طریق حلف نہین لے سکتا اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کرلیا تو اوسپر کچھ لازم نہین آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہے کہ بیع اول مجبور کرنے کے لیے نہ تھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا مدعی ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به يلزمه كان له ان يحلفه على هذا الوجه قال وما ذكر في الاصل ان الشفيع اذا اراد استحلافه انه لم يرد به ابطال الشفعة كان له ذلك لانه ادعى ان البيع كان تلجئة ـ

شیخ امام ابو بکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط مین جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود نہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہو اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر مجبور کرنیکا مدعی ہو۔

(۲۲۶) رجلان تبايعا بيعا فطلب الشفيع الشفعة بحضرة البائع والمشتري فقال كان البيع بيننا بيع معاملة وصدقه المشتري في ذلك قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح فهما لا يصدقان على الشفيع الا ان يكون البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بذلك الثمن لقلته فح يكون البيع بيع معاملة ولا يكون للشفيع فيه الشفعة الا ترى انه لو جرى هذا الاختلاف بين البائع والمشتري فقال البائع بعته معاملة وقال المشتري لا بل كان البيع بيع رغبة ان كان البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بمثل ذلك الثمن لقلته كان القول قول البائع وان لم يكن كذلك كان القول

(۲۲۶) دو شخصون نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے مین اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت مین کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہو سکے اس صورت مین یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمین شفعہ نہوگا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری مین واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ مین نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہین بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوئی ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہے کہ وہ شئی کسی حالت مین اوسقدر ثمن سے فروخت نہین ہو سکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہین ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر ان دونون اور شفیع کے مابین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتري وكذلك اذا وقع الاختلاف بينهما وبين الشفيع۔

(١٢٧) وقال القاضي الامام علي السغدي رح وان باع بما لا يباع مثله لا يصدقان على الشفيع ايضاً لان هذا قول العوام ان الثمن اذا كان بحيث لا يباع به مثله لا يجوز۔

(١٢٨) رجل اشترى دارا لابنه الصغير فاراد اب الشفيع ان ياخذ الشفعة واختلفا مع الشفيع في الثمن كان القول قول الاب لانه ينكر حق التمليك بما ادعى من الثمن ولا يمين على الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعى الشفيع لا يصح اقراره على الصغير

(١٢٩) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب يجحد ملك المغصوب منه فبيعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفيع الدار المبيعة والمشتري يجحد الشفعة ويجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح يطلب المغصوب منه شفعة الدار المبيعة ثم يخاصم المشتري والغاصب الى القاضي ويقول هذا الرجل اشترى هذه

* * * * * *
* * * * * *

(١٢٧) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہو اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس شئی کی بیع اسقدر ثمن سے نہین ہوسکتی تو بہی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق نکیجائیگی اس لیے کہ یہ قول عوام کا ہو کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جایز نہین ہوتی ہے۔

(١٢٨) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا اور دوسرے شخص کا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو اس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہو اور ان دونون نے شفیع کے ساتھ ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہو اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فائدہ اقرار ہو اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہو گا۔

(١٢٩) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہو اگر اس مکان کے پہلو مین کوئی مکان فروخت ہو اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہو اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ مکان اسکا نہین ہو تو ابن مقاتل کا قول ہو کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اوسکو مخاصمت کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خریدا ہو مین نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور میرا شفعہ بذریعہ فلان مکان کے ہو جسکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة
ولی شفعتها بهذه الدار التی غصبنی
هذا الغاصب فان اقام البينة ان
الدار المغصوبة له فقضى القاضى
له بالدار المغصوبة وبالشفعة ايضًا
وان لم يكن له بينة حلف الغاصب
والمشترى فان نكل الغاصب عن
اليمين وحلفه المشترى قضى القاضى
له بالدار المغصوبة على الغاصب
ولا يقضى له بالشفعة لان نكول الغاصب
يكون حجة على الغاصب دون المشترى
وان حلف الغاصب ونكل المشترى
قضى القاضى له بالشفعة ولا يقضى له
بالدار المغصوبة لان نكول احدهما
يكون حجة عليه دون الاخر

شخص نے غصب کر لیا ہے آپ اگر یہ مالک مکان اس بات پر
گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان
ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی
حکم دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہین ہین تو غاصب اور
مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا
اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک
مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب
کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہو گا مشتری
پر حجت نہوگا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے
اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا
لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلوائے گا
اس لیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا
ہے اوس کا انکار اوسی پر حجت
ہوگا۔

* * * * * *

(١٣٠) واذا توجه القضاء بالشفعة
فان القاضى لا يقضى بالشفعة حتى
يحضر الشفيع الثمن فان قال الشفيع
اقض لى بالشفعة ودعها على حالها
ولا تسلمها حتى اتيك بالثمن قال محمد رح
لا يجيبه القاضى الى ذلك فان قال
الشفيع ان لم اجئ بالثمن الى ثلثة
ايام فانا برئ من الشفعة فلم يجئ
بالثمن الى ذلك الوقت ذكر ابن رستم
عن محمد رح انه يبطل شفعته لان التسليم

(١٣٠) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم
ہو جائے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لاکر
موجود نکر دے اوسوقت تک حکم مین تاخیر کرنی چاہیے اور
اگر اس صورت مین شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے
لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تا وقتیکہ
ثمن تیرے روبرو لاکر پیش نکر دون اوسوقت تک مجھکو
مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات
منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر مین تین روز تک
ثمن حاضر نکرون تو مین شفعہ سے دست بردار ہون اور پھر
تین روز تک اوسنے ثمن لاکر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد رح

الشفعة اسقاط محض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة متى ثبتت بطلب المواثبة والاشهاد وتأكدت لا تبطل ما لم يسلم بلسانه۔

روایت کیا ہے کہ اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کردینا ہے پس وہ معلق بالشرط ہو سکتا ہے اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہے اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا اور قول صحیح یہی ہے اسلیے کہ شفعہ جسوقت طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے ثابت ہوگیا اور پختہ و مستحکم ہوگیا ہے تو جبتک اپنی زبان سے ترک نکرے اوسوقت تک باطل نہوگا

(۱۳۲۱) وكذا لو قال المشتري للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امكنه احضار الدراهم في ثلثة ايام ولم يحضر بطلت شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لا تبطل۔

(۱۳۲۱) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لاؤ اور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لا سکتا تھا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیاں لاکر دیدین تو اوسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۳۲۲) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من الموكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لا يحتاج الى الطلب قالوا وقيل ان الوكيل يقوم مقام الموكل في هذا حتى لا يحتاج الى الطلب لا يبعد والاول اعجب۔

(۱۳۲۲) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا اور وہ اوس مکان مین شفیع بھی ہے تو فقہار کے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدار بھی ہو اور شفیع بھی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہین ہے اور فقہار کا قول ہے اگر یہ بات کہی جاے کہ وکیل کا فعل موکل کے اس صورت مین قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بھی طلب کی حاجت نرہے تو کچھ بعید نہین ہے لیکن پہلا قول پسندیدہ ہے۔

(۱۳۲۳) الوكيل بالشراء اذا اشترى فجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى الموكل لا يصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لا يبقى خصما بعد التسليم الى الموكل وان كان

(۱۳۲۳) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورت مین بعض کا قول یہ ہے کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہے تو شفیع وکیل سے طلب نہین کر سکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہے اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیگا تو اب اوس سے

الوکیل لم یسلم الی الموکل یصح الطلب منه و هو خصم وقال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رحہ والقاضی الامام علی السغدی رحہ صح الطلب منه سلم او لم یسلم لانه فی حکم الحقوق عاقد لنفسه فکان بمنزلة المشتری یکون خصما فی طلب الشفعة کانت الدار فی یده او لم تکن۔

کچھ دعوی نہین ہوسکتا ہی اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے قبضہ مین ہو تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہوسکتا ہی اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحہ اور قاضی امام سغدی رحہ کا قول ہی کہ بہر صورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کرسکتا ہی خواہ وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا ہو یا ہنوز اسی کے پاس ہو اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا سمجھا جاتا ہو لہذا مشتری کیطرح بہر صورت اوس سے شفعہ کا دعوی ہوسکتا ہی خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) رجل اشتری دارا بالکوفة بکر حنطة بغیر عینه فخاصمه الشفیع الی القاضی بمرو والدار بالکوفة او بمرو وقضی القاضی له بالشفعة ذکر فی النوادر ان کانت قیمة الکر فی الموضعین سواء اعطاه الشفیع الکر حیث قضی له بالشفعة و ان کانت القیمة متفاضلة فان کان الکر فی الموضع الذی یرید الشفیع ان یعطی اعلی قیمة فذالك الی الشفیع یعطیه حیث شاء وان کان ارخص و رضی المشتری بذلك فکذلك یعطیه الشفیع حیث شاء وان لم یرض المشتری بذلك اعطاه الشفیع فی الموضع الذی یکون قیمة الکر فیه مثل قیمته فی موضع الشراء۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من گیہون سے بلاتعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع سے قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو مین ہی اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور ہی اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہی تو جس جگہ قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہی اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت ہو تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا ہی اگر وہان نرخ کی گرانی ہی تو اوسوقت شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی ہی اور مشتری بھی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہی تو بھی شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا کرے اور اگر مشتری اسبات سے راضی نہین ہی تو شفیع کو اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہین جہان کا نرخ اوس شہر کے نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خریدا گیا ہے۔

(۱۳۵) رجل اشتری ارضا بمائة

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین سو درم کو خریدی اور

درهم ورفع منها التراب وباع التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح ياخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضي الامام علي السغدي رح لا يطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشتري كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابو بكر رح يقال للمشتري ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین میں سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کھود ڈالنے کے بعد پھر بھراؤ ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابو بکر رح کا قول ہے اوسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تو نے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھا لی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

١٣٦، المشتري اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه في الحال كان له ذلك۔

(۱۳۶)، اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہے

١٣٧، المشتري مع الشفيع اذا اختلفا في الثمن كان القول قول المشتري مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى قضى ببينة الشفيع في قول ابي حنيفة رح

(۱۳۷)، اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنادے تو امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جاے گا

وعند محمد رح وقال ابو یوسف رح البینة بینة المشتری۔

اور ابو یوسف رح کہتے ہیں مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عهدته علی البائع وان اخذها من المشتری کانت عهدته علی المشتری وللشفیع خیار رؤیة وله ان یرد بالعیب وهو بمنزلة المشتری فی ذلک وان کان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بریٔ من کل عیب بها او کان بها عیب علم المشتری بذلک ورضی کان للشفیع ان لا یرضی بالعیب ویرده

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رؤیت حاصل ہوتا ہے اور عیب کی وجہ سے بیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہے اور اگر مشتری نے مکان کے خریدنے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچھ عیب ظاہر ہو تو بائع اوس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع اس بات کا مجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعة وبنی فیها ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منه الدار ولا یرجع بقیمة البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمة البناء ایضا۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکان مین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہے جس سے مکان لیا ہے اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جسوقت بائع سے ثمن لے سکتا ہے عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہے۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعة جاز توکیله فان قال المشتری بعد ما اثبت الوکیل الشفعة انا ارید یمین الشفیع انه لم یسلم یقال له سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفه وهو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہے اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر پھر موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا ٦

الدين اذا ادعى المدعى المديون
ان الموكل ابرأه عن الدين فانه
يوم بدفع الدين الى الوكيل ويقال
له اتبع الموكل وحلفه على ماتدعى
(۱۴۱) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد
الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع
ياخذ بالجياد لانه اشتراه بالجياد
(۱۴۲) رجل اشترى ارضا بمائة
درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب
الشفعة وسلمها اليه المشترى بمائة
درهم ثم ان المشترى نقد الثمن للبائع
فوهب له البائع منها خمسة بعد ما
اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس
له ان يسترد شيئا من المشترى
من الثمن ولو ان البائع وهب من
المشترى خمسة من الثمن قبل
قبض الثمن والمسئلة بحالها كان للشفيع
ان يسترد من المشترى ما وهب
له من البائع لان هبة شئ من الثمن
قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق
باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد
من المشترى قدر ما حط عنه
البائع اما بعد قبض الثمن هبة
البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ
كانه وهب له مالا آخر

حکم ہو جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جائے اور قرضدار
اسبات کا دعوی کرے کہ میرے موکل یعنے قرض خواہ نے مجکو
قرض چھوڑ دیا ہے تو اس قرضدار کہا جائے گا کہ جو کچھ قرض ہے
اس وکیل کو دیدے بعد ازان موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اوس سے حلف لے۔
(۱۴۱) ایک شخص نے کھرے روپیون سے ایک مکان خرید اگر ادا کرتے وقت بائع کو
ناقص روپیہ دیدیا اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیہ سے نہین لے سکتا
بلکہ اوسکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اس لیے کہ وہ مکان کھرے روپیون سے خریدا گیا ہے۔
(۱۴۲) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسپر اپنا
قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا مشتری نے
شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازان مشتری نے
بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پاکر پانچ روپیہ
اس مشتری کو ہبہ کر دیئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع
مشتری سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اس صورت مین
بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دے
تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے
اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن مین سے کچھ ہبہ کر دینا فی
الحقیقت ثمن مین کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل
عقد مین داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے
اوسیقدر کمی کو واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن
کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت مین ثمن کا کم کر دینا
نہین ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک ہے گویا دوسرا
مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

(١٤٣) الوكيل بالبيع اذا باع الدار بالف ثم ان الوكيل حط عن المشتري مائة من الثمن صح ويضمن قدر المحطوط للآمر ويبرأ المشتري عن المائة ويأخذ الشفيع الدار بجميع الثمن لان حط الوكيل لا يلتحق باصل العقد۔

(١٤٣) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کر دے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہے اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دینا لازم ہونگی اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہو جائیگا اور شفیع پورا ثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کر دینا اصل عقد مین معتبر نہو گا۔

(١٤٤) رجل اشترى نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشتري قاسم البائع وحضر الشفيع فان كانت القسمة بقضاء القاضي فان الشفيع يأخذ من المشتري ما صار له بعد القسمة وليس له ان يبطل القسمة رواية واحدة وان كانت القسمة بغير قضاء هل له ان يبطل القسمة فيه روايتان والصحيح انه لا يبطل وله ان يأخذ بالشفعة ما صار للمشتري۔

(١٤٤) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک جزو غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کر لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوی ہے تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کر سکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہے جو مشتری کے حصہ مین آیا ہے اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہے کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کر سکتا ہے یا نہین مگر صحیح یہ ہے کہ باطل نہین کر سکتا اور اوسی جزو کو لے سکتا ہے جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہے۔

(١٤٥) ولو ان رجلين اشتريا دارا وهما شفيعان ولهما شفيع ثالث ايضا فاقتسم المشتريان ثم حضر الشفيع الثالث كان له ان يبطل القسمة كانت القسمة بقضاء او بغير قضاء۔

(١٤٥) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوسمین شفیع ہے ان دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کر لیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کر سکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

(۱۴۶) رجل اشترى دارا ولها شفيعان احدهما غائب فطلب الحاضر الشفعة فقضى له القاضى ثم جاء الشفيع الثانى فان الثانى يطلب الشفعة من الشفيع الحاضر الذى قضى له القاضى لا من المشترى لان الشفيع الاول قام مقام المشترى هذا اذا طلب الشفيع الحاضر جميع الدار بالشفعة فان طلب النصف على ظن انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(۱۴۶) ایک شخص نے ایک مکان خرید اجسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکان مین طلب شفعہ کرے اور اگر اس گمان سے کہ میرا فقط نصف مکان مین حق ہے نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴۷) وكذا لو كان حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة فى النصف بطلت شفعتهما لان كل واحد منهما لما لم يطلب الكل بطلت شفعته فى النصف الذى لم يطلب واذا بطلت شفعته فى النصف يبطل فى الكل

(۱۴۷) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(۱۴۸) رجل باع دارا وهى فى اجارة رجل والمستاجر شفيعها جاز البيع فى حق البائع والمشترى يتوقف فى حق المستاجر فان اجاز المستاجر البيع نفذ البيع لزوال ما يوجب التوقف يكون للمستاجر ان ياخذ الدار بالشفعة

(۱۴۸) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تہا فروخت کیا اور وہ کرایہ دار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہوگی مگر کرایہ دار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایہ دار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اسلیے کہ توقف کا سبب زائل ہوگیا اور یہ کرایہ دار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(۱۴۹) وهو بخلاف ما لو باع دارا على ان يكفل فلان بالثمن او بالدرك

(۱۴۹) اگر ایک مکان بایں شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

وفلان شفیع الدار فکفل الشفیع بطلت شفعته لان الکفالة اذا شرطت فی البیع [illegible] تمام البیع بالکفالة فیصیر الکفیل بمنزلة البائع اما ههنا البیع کان تاما جائزا بین البائع والمشتری فلا یصیر المستاجر بالاجارة بمنزلة البائع فلا یبطل شفعته۔

مکان میں شفیع ہو اگر اس شخص نے کفالت کو منظور کر لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر کفالت کی شرط لگائی گئی تو بیع کا تمام ہونا کفالت پر منحصر رہا اور یہ کفیل بمنزلہ بائع کے ہو جائیگا بخلاف صورت مذکورۂ بالا کے کہ وہاں بائع اور مشتری کے مابین بیع جائز ہو گئی ہے اور وہ کرایہ دار بمنزلہ بائع کے نہیں ہے لہذا اوس کا شفعہ باطل نہ ہوگا۔

* * * * * *

(۱۵۰) ولو ان المستاجر لم یجز البیع ولکنه طلب الشفعة کان طلب الشفعة فسخا للاجارة۔

(۱۵۰) اگر صورت مذکورۂ بالا میں کرایہ دار نے بیع کی اجازت نہ دی لیکن شفعہ کو طلب کیا تو شفعہ طلب کرنے کی وجہ سے اوسکا کرایہ نامہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۵۱) رجل اشتری دارا فحضر الشفیع واراد ان یاخذ الدار فقال المشتری احدثت فیها هذا البناء وقال الشفیع لا بل اشتریتها مبنیة کما هی کان القول قول المشتری وان اقاما البینة کانت بینة الشفیع اولی۔

(۱۵۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور شفیع نے آکر اوس مکان کو لینا چاہا تو مشتری نے کہا یہ عمارت میری بنائی ہوئی ہے اور شفیع نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ تو نے اسیطرح اسکو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ سنا دیے تو شفیع کے گواہوں کو ترجیح ہوگی۔

* * * * * *

* * * * * *

(۱۵۲) وکذا لو اشتری ارضا فحضر الشفیع فاراد ان یاخذ الدار وفیها اشجار واختلفا علی هذا الوجه وانما یکون القول قول المشتری اذا لم یکن مکذبا [illegible] احدثت فیها الاشجار الآن لا یقبل قول المشتری وان قال اشتریت

(۱۵۲) اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور شفیع نے آکر اسیوقت اوسکا لینا چاہا تو اوس زمین میں درخت موجود تھے اور ان درختوں کے نسبت مشتری نے کہا یہ درخت میں نے لگائے ہیں اور شفیع نے کہا یہ بات غلط ہے بلکہ جسوقت تو نے زمین کو خریدا ہے یہ درخت اوس میں موجود تھے تو مشتری کا قول معتبر [illegible] بشرطیکہ ظاہر میں جھوٹ نہ معلوم ہوتا ہو اور اگر ظاہر میں جھوٹ معلوم ہوتا ہے مثلاً اوس نے یہ بات کہی کہ اسیوقت میں نے

منذ عشرين يوما واحدثت فيها الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا لايكذبه الظاهر.

١٥٣ وان قال المشتري اشتريت البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض بعد ذلك او قال اشتريت الارض بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء بعقد اخر فلا شفعة لك في البناء لانه نقلي صار مقصودا وقال الشفيع لا بل اشتريتهما معا في صفقة واحدة ففي القياس يكون القول قول المشتري وفي الاستحسان يكون القول قول الشفيع لان المشتري ينكر الشفعة في البناء لتفرق الصفقة بعد قيام سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول المشتري ولو قال المشتري وهب لي البناء اولا ثم اشتريت الارض كان القول قول المشتري وياخذ الشفيع الارض بدون البناء.

١٥٤ وكذا لو قال اشتريت النصف ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع اشتريت الكل بعقد واحد كان القول قول الشفيع استحسانا وان اقاما البينة كانت البينة بينة المشتري في قول ابي يوسف [illegible] لانه هو المثبت

یہ درخت لگائے ہین تو مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ کہا کہ اس مین کچھ درخت ہو بھی نہین تھے اور وقت ایسا بیان کیا کہ درخت نہ تھے لیکن بیچ یہ درخت لگائے ہین تو اسکا یہ قول معتبر ہوگا بشرطیکہ درخت لگانے کی اسقدر قلیل میعاد نہ بیان کرے کہ جس سے اسکا قول صریح کذب ہو

١٥٣) اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً مین نے اس مکان کی عمارت پانسو روپیہ کو خرید کر بعد ازان اوسکی زمین خریدی ہے یا یہ بات کہی کہ اولاً مین نے اسکی فقط زمین اور اوسکے بعد اسکی عمارت دوسری بیع سے خریدی ہے اس لیے عمارت کے اندر تیرا شفعہ نہین ہے اسلیے کہ وہ منقولات مین سے ہے اور یہان پر بیع سے مقصود بالذات ہے اور شفیع نے اسکے جواب مین کہا یہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونون کو ایک ہی مرتبہ مین ملا کر خریدا ہے قیاس چاہتا ہے اس صورت مین مشتری کا قول معتبر ہوگا استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بیع بیان کرکے عمارت مین شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر مین شفعہ کا سبب موجود ہے لہذا مشتری کا قول معتبر نہوگا اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً بذریعہ ہبہ کے یہ عمارت مجکو ملی ہے بعد ازان اوسکی زمین کو مین نے خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور یہ شفیع زمین کو بغیر عمارت کے لے سکیگا۔

١٥٤) اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ اول مین نے نصف مکان خریدا ہے اور نصف مکان دوسری مرتبہ خریدا ہے اور جار نے جو اس مکان کے اندر شفیع تھا یہ بات کہی کہ تو نے کل مکان ایک ہی بیع سے خریدا ہے تو استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ سنا دیے تو ابو یوسف رہ کے نزدیک مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہون کی ضرورت فقط مشتری کو ہے

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل من عقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اس بات کا دعوی کیا کہ مین نے تمام ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہی اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی ما بقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل شریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت الموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لا تظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور شفیع کو اگر منظور ہوگا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس صورت مین اصل مالک یعنے بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مین نے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کی بابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کی شرکت احاطہ مین ظاہر نہوگی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنا دے تو اوس وقت مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہوگا۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچھ حصہ گرا دیا ہو اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے

القول قول المشتری والبینة بینة الشفیع وان لم یوقت شهود صاحب الشفعة یقضی بالبیت بینهما نصفین لاستوائهما فی الحجة ویقضی ببقیة الدار للذی اقام البینة علی شراء کل الدار ولا شفعة لاحدهما علی الاخر لانه لم یثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر صاحب شفعہ کے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ حجت مین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان خرید نے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہوسکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

\+ + + + +

۱۵۷، ولو اختصما فی الدارین المتلازقین فاقام احدهما البینة انه اشتری هذه الدار بالف منذ شهر واقام الاخر البینة انه اشتری هذه الدار الاخری منذ شهرین یقضی للثانی بشری الدار الاخری منذ شهرین کما شهد شهوده ویقضی له ایضا بالشفعة فی الدار الاخری لان جواره سبق علی بیع الدار الثانیة ولو لم یوقت شهوده یقضی لکل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما وجعل کان البیعین کانا معا ولو وقت احدهما ولم یوقت الاخر یقضی لصاحب الوقت بالشفعة علی الاخر

۱۵۷، اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جو مین نے اس مکان کو ہزار روپیہ خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جو مین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہر تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کی بیع سے پہلے اسکو حق جوار ثابت ہوا اور اگر اوسکے گواہ نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلادیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا دو نو بیع ایک ہی وقت مین ہوی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعیین کرنے والا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

\+ + + + +

فصل فیما للشفیع ان یاخذ البعض اولا یاخذ

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہے یا نہین

(۱۵۸) رجل اشترى ارضا فآجرها من الجار بالشراء او دفعها مزارعة او كان فيها نخل فدفع النخيل معاملة او ساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه على هذه التصرفات بعد العلم بها رضًا منه بقرار ملك المشترى فيبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر اوٹھا دی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کیلیے وہ درخت کسیکو دیدیئے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ باوجود علم بالشراء کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت رہنے سے وہ راضی ہے لہذا

(۱۵۹) ولو اشترى نخلا ليقطع ثم اشترى الارض بعد ذلك قال لا شفعة للشفيع فى النخيل لانه نقلى وكذا لو اشترى الثمر ليجزها او البناء ليهدمه ثم اشترى الارض بعد ذلك كان للشفيع الشفعة فى الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خریدا بعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک ان درختوں میں شفیع کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ وہ منقولات میں داخل ہیں اسیطرح اگر درختوں کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین میں شفعہ ہو گا۔

(۱۶۰) ولو اشترى قرية فيها بيوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشترى بعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفيع كان له الارض وما لم يقطعه من الاشجار وما لم يهدمه من البناء وليس له ان ياخذ ما قطع ويطرح عن الشفيع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن۔

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گانون خریدا جسمیں بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہیں بعد ازان اوس شخص نے درختوں اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرا لئے تھے کہ اوس گانون میں شفیع پیدا ہو گیا تو اوس شفیع کو اسوقت میں صرف گانون کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہیں جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہیں گرایا ہو اور جنکو گرا دیا ہے وہ نہیں مل سکتی بلکہ اون گرے ہوؤں کی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی میں درخت اور مکانات مقصود بالذات ہیں لہذا ثمن اون پر تقسیم کیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشترى نهرا باصله ولرجل ارض فى اعلى النهر بجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارے پر شروع میں ایک شخص کے زمین ہو اور ایک شخص کی زمین

ولاخر ارض فی اسفل النهر الی جنبه
فلهما الشفعة جميعا فی اصل النهر من
اعلاه الی اسفله وكذا القناة والبير
والعين لانها من العقارات وتستحق
بالشفعة وكذا القناة مفتحها فی ارض
وظهر ماؤها فی ارض اخری فجيران
القناة من مفتحها الی مصبها شركاء
فی الشفعة ـ

اس نہر کے اخیر میں ہو تو یہ دونوں زمیندار اول سے
اخیر تک اس نہر میں شفیع ہیں اور نہر اور کنوئیں
اور چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات میں
داخل ہیں لہذا سب میں شفعہ ہو سکتا ہی اسیطرح وہ نہر
جسمیں ایک زمین سے پانی آتا ہی اور دوسری زمین میں جاتا
ہے تو اس نہر کے پاس رہنے والے لوگ اول سے
اخیر تک اس نہر میں شفعہ کے اندر شریک
ہیں ـ

(۱۶۲) رجل له نصيب فی نهر فهو احق
بالشفعة ممن يجری النهر فی ارضه
لان الذی يجری النهر فی ارضه
جار وصاحب النصيب فی النهر شريك
فی المبيع فكان مقدما علی الجار ـ

(۱۶۲) ایک شخص ایک نہر میں حصہ دار ہو اور ایک شخص
کی زمین میں نہر چلتی ہو تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے
شفعہ میں مقدم ہو گا اسواسطے کہ جسکی زمین میں نہر چلتی ہو
وہ اوس نہر کا جار ہی اور یہ حصہ دار نہر میں شریک ہی لہذا
اوسکو جار پر تقدم ہو گا ـ

(۱۶۳) رجل له ارض كثيرة المؤن
والخراج لا يشتريها احد فباعها
من انسان مع دار له قيمتها الف
وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار
شفيع ياخذ الدار بالشفعة
ولا ياخذ الارض قالوا ان كانت الارض
بحال يشتريها احد من اصحاب
السلطان قسم الثمن وهو الف
وخمسمائة علی الدار وعلی قيمة
الارض وهی القدر الذی يشتريها
احد من اصحاب السلطان فياخذ
الشفيع الدار بذلك ان رضی به

(۱۶۳) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہو جسمیں اوسکو
محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہو اور محصول بھی زیادہ دینا
پڑتا ہو اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہیں اسواسطے
اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل
کرکے جسکی قیمت ڈیڑھ ہزار ہی ڈیڑھ ہزار سے فروخت کیا
اور اس مکان میں ایک شخص شفیع ہے سوال یہ ہی کہ یہ شفیع
اوس زمین کو چھوڑ کر صرف مکان کو لے سکتا ہی یا نہیں
فقہا کہتے ہیں اگر یہ زمین ایسی ہو کہ اراکین سلطنت
میں سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہو تو یہ ڈیڑھ ہزار
اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا
اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جاویگی کہ اراکین سلطنت میں سے
کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتری وان كانت الارض بحال لا يشتريها احد من اصحاب السلطان ولكنه ينتفع بها ينظر الى قيمة الارض فى اخر الوقت الذى ذهبت رغبة الناس عنها ثم ينقسم الثمن على ذلك لانه اذا لم يكن لها قيمة فى الحال يعتبر قيمتها فى اخر الوقت الذى كانت متقومة وذهبت رغبة الناس عنها۔

حصہ میں پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے بشرطیکہ مشتری بھی راضی ہو جائے اور اگر ایسی زمین ہے کہ ارکین سلطنت میں سے کوئی اوسکو نہیں خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہیں تو دیکھا جائیگا کہ اخیر وقت میں جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہے اوسکی کیا قیمت تھی پھر وہ ثمن اوس مکان پر اور اس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچھ قیمت نہین ہے تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جبسے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(۱۶۴) رجل اشترى دارين فى موضعين مختلفين احدهما بالشام والاخرى بالعراق فى صفقة واحدة فانكان الشفيع شفيعا للدارين جميعا فانه ياخذ الدارين وليس له ان ياخذ احد الدارين۔

(۱۶۴) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہروں میں ایک ہی بیع سے خریدے مثلاً ایک مکان شام میں اور دوسرا عراق میں اور ایک شخص ان دونون مکانون میں شفیع ہے تو وہ دونوں مکانون کو سکا لے سکتا ہے اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

* * * * *

(۱۶۵) وان اشترى الدارين فى صفقتين فاراد الشفيع ان ياخذ احدى الدارين كان له ذلك وان كان هو شفيعا للدارين جميعا۔

(۱۶۵) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون میں وہ شفیع ہو۔

(۱۶۶) رجل اشترى خمس منازل من رجل واحد فى سكة غير نافذة بصفقة واحدة فاراد الشفيع ان ياخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعة بحكم الشركة فى الطريق لا ياخذ البعض لانه تفريق للصفقة من غير ضرورة وان اراد الشفعة بحكم الجوار وجواره

(۱۶۶) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ میں ایک بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہے یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہے۔ دوسری صورت میں ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت میں نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے الحاصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ یا دو باغ یا دو مکان مختلف واقع

فی هذا المنزل الذی یرید اخذه
لاغیر کان له ذلك فالحاصل انه
اذا اشتری عقارا فی موضعین او بستانین
او دارین فی مواضع متفرقة فان کانت
الصفقة متفرقة بان اشتری کل دار
بصفقة علی حدة والشفیع شفیع لهما
بدارین له او بدار واحدة فاراد
ان یاخذ بالشفعة احدهما کان له
ذلك وان اشتریهما
فی صفقة واحدة فان کان
الشفیع شفیعا لهما جمیعا لیس
له ان یاخذ بالشفعة احدهما ولکن
اخذهما او یدع۔
وان کان الشفیع شفیعا لاحدهما
والصفقة واحدة اختلف الروایات
به عن ابی حنیفة رح فی اخر الروایات
عنه وهو قول ابی یوسف ومحمد رح
انه یاخذ التی هو شفیعها خاصة
وهو کما لو اشتری دارا وعبدا صفقة
واحدة فان الشفیع یاخذ الدار
بالشفعة دون العبد۔

١٦٧، هذا اذا کان الشفیع شفیعا
لاحدهما فان کان شفیعا لهما جمیعا والصفقة
واحدة فانه یاخذهما او یدع۔

١٦٨، رجلان باعا دارا مشترکة بینهما

مین خریدی اور بیع بھی علٰحدہ علٰحدہ ہو کہ ہر مکان کو علٰحدہ
بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانون کے
دونون شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے
سکتا ہے اور اگر ان دونون کو ایک بیع سے خریدا ہو
تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع اُن دونون کے اندر
شفیع ہو تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ
اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے لے یا دونون کو چھوڑ دے
اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی
ہو تو ابوحنیفہ رح سے اس صورت مین مختلف قول مروی
ہین - مگر اخیر روایت اور نیز ابو یوسف اور محمد رح
کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے
فقط اوسکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص
ایک غلام اور ایک مکان کو معًا ایک
بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ
شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین
لے سکتا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

١٦٧، صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اُسوقت ہے کہ شفیع صرف
ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوئی تو شفیع
کو اختیار ہے کہ دونون کو لے لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے۔

١٦٨، دو شخصون نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم يكن للشفيع ان ياخذ البعض وان كان البائع واحدا والمشتري اثنين فللشفيع ان يأخذ حصة احدهما يعتبر جانب المشتري لا جانب البائع وروى الحسن عن ابي حنيفة رح ان البائع اذا كان اثنين والمشتري واحدا كان للشفيع ان ياخذ نصيب احد البائعين قبل القبض ولا ياخذ بعضه بعد القبض وهذا قول ابي حنيفة رح الاول اما في قوله الاخر يعتبر جانب المشتري على كل حال قبل القبض وبعده سواء كان المشتري اشتراه لنفسه او لغيره بالوكالة۔

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو نہین لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصون کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے غرض اس بارے مین مشتری کا لحاظ کیا جائیگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہین اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہین کر سکتا۔ یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہے مگر اخیر قول یہی ہے کہ ہر حال مین مشتری کا اعتبار کیا جائیگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہین اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالۃً خریدا ہو۔

* * * * *

(۱۶۹) رجل اشترى دارين لرجلين فليس للشفيع ان ياخذ نصيب احد الامرين۔

(۱۶۹) ایک شخص نے دو شخصون کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ ایک شخص کا حصہ لے سکے۔

(۱۷۰) وان اشترى رجلان دار الرجل كان للشفيع ان ياخذ النصف ولو كان البائع اثنين والمشتري واحدا فطلب الشفيع نصيب احد البائعين لا يبطل شفعته بذلك وله ان ياخذها كلها مقسومة كانت او غير مقسومة

(۱۷۰) اگر دو شخصون نے ایک مکان کسی شخص کے لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہے اور اگر دو شخصون سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ مین شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا مگر اوس کو کل مکان لینا پڑیگا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو۔

فصل في تسليم الشفعة والحيلة في ابطالها واسقاطها

شفعہ کے چھوڑدینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنیکے لیے حیلہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) رجل اشترى دارا بمائة

(۱۷۱) ایک شخص نے سو اشرفی کو ایک مکان خریدا

دينار وقال للشفيع اشتريت هذه الدار بمائة دينار فسلم لي نصفها وادفع نصفها اليك فقال الشفيع نعم ان قال فعلت ذلك يكون تسليما للشفيع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ مین نے اس مکان کو سو اشرفی سے خریدا ہی تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف مین تجکو دیدونگا شفیع نے کہا اچھا مین نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کر لینا سمجھا جائیگا۔

(١٧٢) وذكر هذه المسئلة في كتاب الشفعة وجعلها على ثلاثة اوجه اما ان سلم الشفعة بالدراهم او ببعض منها بعينها او ببعضها بغير عينها او قال سلمت لك نصف الشفعة بمائة درهم بطلت شفعته في الكل وان قال سلمت لك الشفعة في نصف الدار فيه روايتان في رواية تبطل الشفعة في الكل وفي رواية لا تبطل وذكر في الجامع ما يدل على ان تسليم الشفعة في البعض لا يبطل شفعته في الكل وان صالح الشفيع من الشفعة على دراهم بطلت شفعته ولا يجب المال۔

وان صالح على البعض المعين من الدار صح الصلح ويكون للشفيع نصف الدار ويبقى النصف للمشتري

(١٧٢) مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ مین ذکر کیا ہی اور اوسکی تین صورتین بیان کی ہین اگر بجائے اشرفیون کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے مین نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان مین تیرے سیلیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہو گا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے مین شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان مین شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھیرا کر مشتری سے صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھیرا کر فیصلہ کر لیا تو یہ فیصلہ صحیح ہو گا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے رہجائے گا۔

* * * * *

* * * * *

(١٧٣) ولو ان الشفيع قال للمشتري وقد اشترى الدار لغيره بالوكالة سلمت شفعتها او سلمت الشفعة

(١٧٣) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا مین نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

التى لايثبت الشفعة فى الهبة بشرط العوض
اما فى الروايات الظاهرة تثبت الشفعة
فى الهبة بشرط العوض فان
اراد ان لا يأخذ الشفيع فى
ظاهر الروايات ينبغى ان ياخذ الموهوب
له الدار الاجزأ منها وياخذ الواهب
كل العوض الا دانقا فلايثبت الشفعة
للشفيع فان فى الهبة بشرط العوض قالوا
انما يثبت الملك للموهوب له اذا قبض
الكل اما اذا لم يقبض الكل لايثبت له
الملك ولا ينقطع حق الواهب ويكون
للواهب ان يرجع من غير قضاء ولا
رضاء يروى ذلك عن محمد رحمه الله
نصا فيكون هذا كالبيع بشرط الخيار
للبائع وثم لايثبت الشفعة للشفيع بالبقى
حق البائع هذا اذا كان الموهوب شيئا
يحتمل القسمة فان كان
لايحتمل القسمة كالبيت الصغير
والحانوت اذا وهب منها جزءا
معلوما شائعا جاز عند الكل
ولا يكون للجارات ياخذ بالشفعة
(١٩٠) ومنها ان يشترى البناء اولا
فى صفقة ثم يشترى العرصة بثمن غال
فلايثبت الشفعة فى البناء لانه نقلى
ولا يرغب الشفيع فى اخذ العرصة بثمن

عوض میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا لیکن روایت
ظاہر یہی ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں شفعہ ثابت ہوجاتا ہے
پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے
بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ موہوب لہ
دینے جسکو ہبہ کیا ہے، کل مکان کو قبول کرلے مگر ایک بالشت
چھوڑ دے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرلے اور ایک
پیسہ چھوڑ دے کہ اسوقت میں شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے
فقہا رکے نزدیک ہبہ بشرط العوض میں موہوب لہ کی ملک
اوسوقت ثابت ہوتی ہے کہ جسوقت کل پر قبضہ کرلے
اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہوگی اور ہبہ کنندہ
کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی
باہمی کے اوسکو ہبہ کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ محمد رحمہ اللہ سے
یہ قول صراحتہً مروی ہے پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا حال
ہے جسمیں بائع کا اختیار بشرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا
حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت
ہے کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل
القسمت چیز ہے مثلاً چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمیں سے
نصف بلا التعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ
کا اختیار نہوگا۔

(١٩٠) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری اولاً ایک بیع سے
مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازاں مکان کی
زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات
میں داخل ہے اسلیے اوسمیں شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونے کی وجہ

غال فکان تزهیدا۔

شفیع خود نہ لیگا اس حیلہ سے شفیع شفعہ نکر سکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل ہوگا

(۱۹۱) وکذا لو وهب البناء باصله ثم یشتری العرصة بثمن غال وکذلک فی الکروم والاراضی۔

(۱۹۱) ایک حیلہ یہ ہو کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کرکے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات وآراضی میں بھی یہی حال ہو۔

(۱۹۲) وفی هذه الفصول اذا اراد الشفیع ان یحلف البائع او المشتری بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة ان اراد تحلیف البائع لیس له ذلک لان نکوله لا یکون حجة علی المشتری وان اراد تحلیف المشتری فکذلک لانه یدعی علیه شیئا لو اقر به لا یلزمه۔

(۱۹۲) حیلے کی ان صورتوں میں اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہیں کی گئی ہو تو بائع سے حلف نہیں لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہو اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہو جائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

* * * * *

(۱۹۳) ومن الحیلة ان یشتری سهما معلوما بثمن غال فی صفقة ثم یشتری الباقی بثمن یسیر فلا یرغب الشفیع فیما باع اولا لکثرة الثمن وبعد ذلک لا یملک اخذ الباقی لان المشتری یصیر شریکا فیکون مقدما علی الجار۔

(۱۹۳) ایک حیلہ یہ ہو کہ مشتری ایک بیع میں مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازان باقی کو ارزان قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع میں گرانی کی وجہ شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہو گی اور دوسری بیع میں وہ اسلیے شفعہ نکر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو جائیگا۔

* * * * *

(۱۹۴) ومنها ان یشتری الدار بثمن غال ثم یاخذ البائع بذلک الثمن بدلا اخر فلا یرغب الشفیع ان یاخذ الدار بالثمن لکثرته ولا یکون له ان یاخذها بالبدل الثانی لان الثانی بدل عن الثمن لا عن الدار۔

(۱۹۴) ایک حیلہ یہ ہو کہ مکان کو گران قیمت سے خریدلے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض میں کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہوگی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے میں وہ چیز دیکر بھی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا بدل ہے مکان کا بدل

-كذا [illegible]

فاسلم لك النصف الباقی فابی المشتری لا یبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(١٨٣) ولو ان البائع والمشتری قالا للشفیع ابرئنا عن كل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لا يعلم ثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فيما بينه وبين الله تعالى وهو كرجل قال لغيره اجعلنی فی حل ففعل ولم يعلم بما له قبله فی القضاء يبرأ عما له عليه ولا يبرأ فيما بينه وبين الله تعالى۔

(١٨٣) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کردے اور شفیع نے اونکو بری کردیا مگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور عند اللہ باطل نہوگا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہے مجھکو معاف کردے اور اُس شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہے اور اوسنے معاف کردیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہوجائیگا اور عند اللہ بری نہوگا

(١٨٤) ولو ان رجلا اوصی بداره لرجل فلم يعلم به الموصی له ومات الموصی فبيعت دار بجنب دار الوصية ثم قبل الموصی له الوصية فلا شفعة للموصی له فی الدار الثانية لانه لم يملك الوصية قبل القبول فلا يكون جار الدار الثانية۔

(١٨٤) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہے اوسکو وصیت کا علم نہین ہے اب وصیت کرنے والا مرگیا اور اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان مین اس شخص کا شفعہ نہوگا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تھا۔

(١٨٥) ولو ان الموصی له مات قبل ان يعلم بالوصية ثم بيعت الدار الثانية بجنبها فادعى ورثة الموصی له الشفعة فی الدار الثانية كان لهم ذلك لان موت الموصی له قبل القبول يكون قبولا للوصية فصارت الوصية ميراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار

(١٨٥) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دیدیا اور موصی لہ (یعنے جسکے لیے وصیت کی تھی) اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت مین مرگیا بعد ازان اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی لہ کے وارثون نے فروخت شدہ مکان مین شفعہ کا دعوی کیا تو اونکا دعوی صحیح ہے اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی لہ کا مرجانا وصیت قبول کرنے کے حکم مین ہے اور یہ وصیت کا مکان میراثی ہوکے وارثون کی ملک ہوجائیگا اور جب اونکی ملک ثابت ہوگیا تو شفعہ کا سبب یعنے جوار ثابت ہوگیا

(۱۸۶) واما الحيل في ابطال الشفعة ذكر الخصاف رحمه الله فيه منها ما يكون تزهيدا عن طلب الشفعة و منها ما يكون ابطالا اما ما يكون ابطالا فمنها ان يهب البائع الدار للمشتري ويشهد على الهبة والمشتري يهب الثمن للبائع و يشهد عليها فلا يثبت الشفعة اذا لم يكن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحيلة لا يملكها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا يملك التبرع كالاب والوصي وغيرهما۔

(۱۸۶) خصاف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے بعض حیلے ایسے ہیں جنسے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہیں رہتی اور بعض ایسے ہیں جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلوں کے ایک یہ حیلہ ہے کہ بائع اوس مکان کو اولا مشتری پر ہبہ کرکے لوگوں کو گواہ کر دے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کر دے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہے کہ ہر شخص اس حیلے کو نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات مین سے ہے اور بعض لوگوں کو تبرعات کا اختیار نہیں ہوتا مثلا نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

* * * * *

* * * * *

(۱۸۷) ومنها ان يتصدق بالدار على انسان ثم المشتري يتصدق بمثل الثمن على البائع فهي والهبة سواء الا ان في الهبة للاجنبي يملك الرجوع وفي الصدقة لا يملك۔

(۱۸۷) ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کر دے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کرے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونوں برابر ہین مگر اتنا فرق ہو کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے مین ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہو اور صدقہ مین رجوع نہین کرسکتا۔

(۱۸۸) ومنها ان يهب جزءا شائعا من الدار ثم يترافعان الى القاضي الذي يرى هبة المشاع فيما يحتمل القسمة فيحكم بجواز الهبة ثم يبيع لبقية الدار منه فيكون الموهوب له مقدما على الجار۔

(۱۸۸) ایک حیلہ یہ ہو کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کر دے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کرین جو محتمل القسمة چیزون مین ایک حصہ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہو تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورت مین مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(۱۸۹) ومنها ان يهب الدار بشرط العوض الا ان هذا على الرواية

(۱۸۹) ازانجملہ ایک یہ حیلہ ہو کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہو کہ ہبہ بشرط

لك او قال ذلك للبائع والدار في يد البائع كان تسليما للشفعة۔

۱۷۴، ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الى المشتري سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

۱۷۵، ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

۱۷۶، فان قال للوكيل بشراء بعد ما دفع الدار الى الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشترى دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبي للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبي ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبي سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال اعرضت عنها للموكل لاجلك وبشفاعتك صح تسليمه للامر وتبطل شفعته۔

۱۷۷، ولو صالح الاجنبي الشفيع من شفعته على دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتري من الشفعة على مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل بالنفس الطالب على مال لا يجب المال

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ میں تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۱۷۴، اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیے میں نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہو چکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۱۷۵، اگر صورت مذکورہ بالا میں شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے میں نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۱۷۶، اگر ایک وکیل نے مکان خرید کر اپنے موکل کو دیدیا بعد ازاں شفیع نے وکیل سے کہا میں نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسی صورت میں ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے میں نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے میں نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے میں نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے میں نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہوگا۔

۱۷۷، اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کر کے شفیع سے شفعہ کے بارے میں صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کر لے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہیں پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال ٹھہرا کر طالب سے صلح کر لے تو کفیل کو مال دینا نہیں پڑتا اور اسمیں اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہو جاتا ہے یا نہیں ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة فى رواية ابى حفص يبرأ ولا يبرأ فى رواية ابى سليمان

کے موافق بری ہو جاتا ہے اور ابوسلیمان کے روایت کے موافق بری نہیں ہوتا۔

(١٧٨) ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لى فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبى ولا يبطل شفعته۔

(١٧٨) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی بعوض اسقدر روپیہ کے اسبات پر مین تجھسے صلح کرتا ہوں کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٩) ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشترى سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

(١٧٩) اگر شفیع نے بائع سے کہا تیرے لیے مین نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٨٠) وان قال لاجنبى سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

(١٨٠) اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

(١٨١) وان قال الشفيع للمشترى سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشترى اشتراها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

(١٨١) اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیئے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہے اور مشتری نے کسی اور کے لیے اوسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایسے حق کا ساقط کرنا ہے جسمین شرط لگسکتی ہے اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

(١٨٢) ولو ان الشفيع قال للمشترى سلم لى نصف الدار بالشفعة فابى المشترى لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لى نصفها بالشفعة

(١٨٢) اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لہذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

۱۹۵، وذکر الخصاف رح حیلة لم یروها
عن محمد رح وهی ان یدعی ان الدار
لابن صغیر له فی ید هذا الرجل ثم
ان المدعی یصالح [illegible] فی یدیه الدار
علی ان یدفع الیه مائة دینار ولا یقول
انها من مال ابنه علی ان یسلم الذی
فی یدیه الدار فیجوز ولا شفعة فیها
لان الاب لا یاخذ الدار بطریق
المعاوضة فیقع الملك للابن دون الاب
الا ان هذا كذب فان اراد ابطال
الشفعة علی وجه لا یکون کاذبا یامر
الاب مملوکا له ان یشتری الدار من
صاحبها لابن صغیر لمولاه بالثمن الذی
اتفقا علیه فیشتری المملوك شراء ثم ان
المولی یدعی ان الدار لابنه الصغیر
ولا یدعی الشراء فیکون صادقا الا
ان هذا لا یخلو عن نوع شبهة لان
الملك انما یثبت للابن بالسبب
فاذا ادعی الاب ملکا مطلقا کان
مدعیا غیر ذلك الملك لان الملك
المطلق اقوی من الملك بالسبب
علی ما عرف ان القضاء بالملك
المطلق قضاء بالزوائد وفی القضاء
بالملك بسبب لا یدخل الزوائد
والشهود اذا احتملوا الشهادة علی الملك

۱۹۵، خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہی جسکی روایت
امام محمد رح سے نہین کی ہی وہ یہ ہی کہ ایک شخص مالک مکان
پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہی میرے
نابالغ لڑکے کا ہی بعد ازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر
اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کرلے اور یہ نہ کہے کہ میرے
لڑکے کا مال ہی تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہی
اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہی
لہذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوگا
مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہی کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہی
پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہوجاوے اور
جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہی کہ بالغ اپنے کسی
غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے
ثمن ٹھیرا کر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خرید لے
بعد ازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے
لڑکے کا ہی اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ
ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہی اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت
بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی
کرتا ہی پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہوا اس لیے
کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہی چنانچہ معلوم ہوچکا
ہی کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوتا
ہی اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم
ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا
علم تھا اور اپنے اظہار مین اونھون نے ملکیت مطلقہ
کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی
اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شهدوا بالملك المطلق كانت شهادتهم بالاصل والزيادة۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

* * * *

١٩٦، واختلف المشائخ رح ان الشاهد اذا تحمل الشهادة على الملك بسبب ثم ان البائع غصب المبيع من المشتري فجاء المشتري بالشهود وامرهم ان يشهدوا له بالملك المطلق قال بعضهم يجوز لهم ان يشهدوا بالملك المطلق وقال بعضهم لايجوز وكذا اذا تحملوا الشهادة على الدين بسبب هل يباح لهم ان يشهدوا على الدين مطلقا هو على هذا الخلاف ايضا والخصاف رح يقول بالجواز۔

(١٩٦) ١٩٦، اگر گواہوں کو ملکیت بالسبب کا علم ہے اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے گواہ پیش کیے اور اونسے ملک مطلق کی گواہی چاہی تو مشائخ رح کا اوسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ان گواہوں کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جائز ہے بعض کہتے ہیں جائز نہیں ہے اسیطرح اگر گواہوں کو کسی خاص سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ گواہی دینا جائز ہے۔

* * * * *

١٩٧، ومن جملة الحيل ان يقر البائع بجزء معلوم من الدار للمشتري ثم يبيع الباقي منه الا ان هذا يكون على الاختلاف ايضا لانهم اختلفوا ان الانسان اذا اقر لغيره بعين هل يثبت الملك للمقر له بالاقرار قال بعضهم لايثبت لان الاقرار ليس من اسباب الملك ولهذا لايصح من العبد الماذون ولو كان الاقرار من اسباب الملك كان الاقرار تمليكا بغير عوض والعبد الماذون لايملك ذلك۔

(١٩٧) ١٩٧، ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے ایک خاص حصہ کا اقرار کرلے بعد ازان باقی کو اوسکے ہاتھ فروخت کردے مگر اسمیں بھی اختلاف ہے اسلیے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے نزدیک اس اقرار سے دوسرے کے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہیں ہوتی اسلیے کہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہے لہذا وہ غلام جو آقا کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے اقرار کرلے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت کا سبب ہوتا تو اوسمیں تملیک بلا عوض پائی جاتی اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہیں تھا۔

* * * * *

(١٩٨) ومن الحيل ان يوكل المشتري رجلا بالشراء فيشتري الوكيل ويغيب ولا يكون الموكل خصما للشفيع الا ان هذا على قول محمد رح اما على قول ابي يوسف رح يكون الموكل خصما للشفيع ليطلب منه الشفعة فانه ذكر في الماذون اذا اشترى الرجل دارا وباع من اخر وغاب المشتري الاول ثم جاء الشفيع واراد ان ياخذ بالبيع الاول على قول محمد رح لا يملك ذلك وعلى قول ابي يوسف رح يملك ذلك۔

(١٩٨) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کرکے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہیں غائب ہو جائے اب وہ شفیع اس موکل سے دعوے نہیں کرسکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کے موافق ہو سکتا ہے اور ابو یوسف رح کے موافق نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک اس موکل سے شفیع دعوے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ماذون میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور مشتری اول غائب ہو جائے بعد ازاں شفیع بیع اول میں شفعہ کا دعوی کرے تو امام محمد رح کے نزدیک کر سکتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں کر سکتا ہے۔

(١٩٩) وعلى هذا الخلاف العبد الماذون المديون اذا باعه المولى بغير اذن الغرماء فغاب فخصموا الغرماء لاخصومة لهم مع المشتري في قول محمد رح وعلى قول ابي يوسف رح للغرماء ان يخاصموا المشتري۔

(١٩٩) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگوں کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے ان لوگوں کی بلا اجازت غلام کو فروخت کر دیا اور غلام کہیں غائب ہو گیا اب قرضخواہ امام محمد رح کے نزدیک مشتری سے نزاع نہیں کر سکتے اور ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کر سکتے ہیں۔

(٢٠٠) ومن الحيلة بالشفعة ان يواجر المشتري من البائع ثوبا ليلبس يوما الى الليل بجزء من مائة جزء من الدار فمضى اليوم ثم يبيع بقية الدار من صاحب الثوب فلا يكون الشفعة للشفيع اما في الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما في

(٢٠٠) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سے ایک کپڑا صبح سے شام تک پہننے کے واسطے لیوے اور اسکی اجرت یہ ٹھہرائے کہ اپنے مکان کے سو حصوں میں سے ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اس کپڑے کو پہن کر باقی مکان کپڑے والے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس سے شفیع شفعہ نہ کر سکیگا ایک حصہ میں تو اسواسطے کہ کپڑے والا بعوض منفعت کے اسکا

بقية الدار فان صاحب الثوب صار شريكا فی الدار فكان مقدما على صاحب الجار

(٢٠١) ومنها ان يستاجر صاحب الدار الذی يريد شراء الدار بعشر الدار على ان يسقيه فاذا سقاه فی ذلك المجلس او فی غيره يملك عشر الدار فلا يكون للشفيع حق الشفعة وهو اولى من الجار جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر وفی المبسوط جعل الاجرة بمنزلة المبيع فانه قال لو كانت الاجرة عبدا فباعه قبل القبض لا يجوز ولو استحق العبد الذی هو اجر الدار يبطل العقد والخصاف رح جعل الاجرة بمنزلة المهر

(٢٠٢) ومن الحيلة انه اذا اراد ان يبيع الدار بعشرة الاف درهم يبيعها بعشرين الفا ثم يقبض تسعة الاف وخمسمائة ويقبض بالباقی عشرة دنانير او اقل او اكثر لو اراد الشفيع ان ياخذها بعشرين الفا فلا يرغب فی الشفعة ولو استحقت الدار على المشتری لا يرجع المشتری بعشرين الفا وانما يرجع

مالک ہوا ہے بعوض مال کے نہین ہوا اور مکان کے ننانوے (۹۹) حصو مین اسواسطے شفعہ نہین کر سکتا کہ کپڑے والا اب اُس مکان مین شریک ہے اور جار پر اسکو تقدم ہے

(٢٠١) ایک حیلہ یہ ہے کہ مالک مکان اوس شخص سے جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو مجھکو پانی پلادے اور اسکی اُجرت مین مجھسے اس مکان کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ مین یا اسکے بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہوجائیگا اور بوجہ شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہوگا۔ اور یہہ اجرت بمنزلہ مہر کے ہے اور مبسوط مین اس اُجرت کو بمنزلہ مبیع کے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر اسکی اُجرت ایک غلام قرار پائی اور اُجرت لینے والا قبل از قبضہ اُسکو فروخت کردے تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان کی اجرت قرار پایا ہے کسی کا حق برآمد ہو تو عقد اجارہ باطل ہوجائیگا۔ اور خصاف رحمہ نے اجرت کو بمنزلہ مہر کے قرار دیا ہے۔

(٢٠٢) ایک حیلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے کہ بیس ہزار سے اُسکو فروخت کرے اور ساڑھے نو ہزار روپیہ لیکر باقی پانسو روپیہ کے بدلے مین دس بیس اشرفیان لیکر مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینے پڑینگے لہذا شفعہ کیطرف اُسکو توجہ نہوگی اور اگر اس صورت مین مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا جسکی وجہ سے مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری بائع سے بیس ہزار روپیہ واپس نہین لے سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاه لانه اذا استحقت الدار
ظهر انه لم یکن علیه ثمن الدار
فیبطل الصرف کما لو باع الدینار
بالدراهم الف [illegible] شتری علی البائع
ثم تصادقا انه لم یکن له علیه دین
فانه یبطل الصرف۔

۲۰۳، ومن حیلة ابطال الشفعة
ان یقول المشتری للشفیع انی اشتریت
الدار من فلان بکذا انا ابیعها منک
فاشتر ویقول زد لی فی الثمن
کذا وکذا او یقول عاوضها لی بدار
اخری او یقول انی اولیکها فان
احببت ان اولیکها بالثمن الذی
اشتریتها ولیتکها فقال الشفیع تولیتها
فانه یبطل الشفعة۔

۲۰۴، وکذا لو بعث المشتری الی الشفیع
رجلا یقول للشفیع ذلک فقال الرجل
المبعوث للشفیع ان فلانا اشتری
هذه الدار بکذا وهو یقول للش
ان احببت ان اولیکها بما اشتریتها
به ولیتکها فقال الشفیع نعم و لیتها فانه
تبطل الشفعة۔

۲۰۵، ولو بعث المشتری الی الشفیع
رجلا فقال للشفیع قد کنت اشتریت
من فلان یعنی البائع هذه الدار

اُسنے دیا ہی او سیقدر واپس لیگا اسواسطے کہ حق پر آنہ
ہونے سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشتری پر اُس مکان کا
ثمن واجب نہین تہا لہذا اساڑہی دس ہزار روپیہ
کی بیع اون اشرفیونسی باطل ہو گئی جسطرح ایک شخص کا دوسر
پر کچہ روپیہ آتا ہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچہ اشرفیان
قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کر دین پہر دونو باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارا تمہارا
[illegible]

۲۰۳، ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سے یہ بات کہی کہ
مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو
خریدا ہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خرید لے
یا کہے اسقدر ثمن بڑہا کر تو مجھسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے
بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتہ
مین اوس مکانکا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو
جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اوسیقدر سے تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون
اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو
شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۲۰۴، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت
پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سے یہ بات کہی
کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے
خریدا ہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اسی
قدر روپیہ مین تجکو یہ مکان دے دونگا اور
شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ
باطل ہو جائیگا

۲۰۵، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص
کو بہیجا اور اس شخص نے جاکر شفیع سے کہا کہ مین فلان شخص
یعنی بائع سے [illegible] مکانکو اور شفیع نے کہا کہ ہان

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقر ان شراء هذا المشتري لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لا شفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ اس مشتری کا خریدنا صحیح نہیں ہے اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہے اور فلان کا نہیں ہے اور شفیع نے کہا ہاں ٹھیک تو شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہیں ہے۔

(٢٠٦) ولو قال المشتري للشفيع اني اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احط لك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته في هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لا يبطل شفعته۔

(٢٠٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو میں نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیاں تیرے واسطے کم کر دوں اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا فقہا کا قول ہے کہ صورت مذکورہ میں شفعہ اوسوقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرثمن میں سے تجھسے دس اشرفیاں کم کرتا ہوں اور نوے اشرفیوں کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور اگر یہ لفظ نہیں کہا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٢٠٧) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالحه المشتري من ذلك على بيت معين من الدار يدفعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لا يجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(٢٠٧) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر فیصلہ کر لیا کہ اس مکان میں سے فلان کوٹھری میں تجھکو دیتا ہوں جسقدر زرثمن اوسکے حصہ میں آوے تو مجھکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہے پس اگر مشتری کو

ما بقی من الدار للمشتری یشتری رجل اجنبی هذا البیت للشفیع بامره ثم ان الشفیع یسلم الشفعة فیما بقی من الدار حصل الغرض لکل واحد منهما یسلم البیت للشفیع ویثبت الدار للمشتری۔

منظور رہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدون اور باقی مکان اپنے پاس رکھون تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصود حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفیع بعد ما قضی القاضی له بالشفعة قبل ان یقبض الدار وقبل ان ینقد الثمن کانت الدار لورثة الشفیع لان قضاء القاضی بالشفعة بمنزلة البیع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اسلیے کہ قاضی کا حکم دینا بمنزلہ بیع کے ہے۔

* * * * *

* * * * *

(۲۰۹) ولو مات الشفیع بعد ما اشتری الدار کانت میراثا لورثته۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خرید کر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

* * * * *

(۲۱۰) ولو قضی القاضی بالشفعة للشفیع وطلب المشتری من الشفیع ان یرد الدار علی المشتری بزیادة فی الثمن والزیادة من جنس الثمن او من غیر جنسه یصیر الدار للمشتری بالثمن الاول ویبطل الزیادة لان رد الدار علی المشتری یکون بمنزلة الاقالة والاقالة انما تکون بالثمن الاول ولا یصح فیها الزیادة۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہوجائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیر دینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہے اوسمین زیادتی درست نہین ہوتی۔

* * * * *

* * * * *

۲۱۱، وكذا لو طلب المشتري من الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة ان يرد الدار على البائع بزيادة في الثمن ففعل كانت اقالة لا اقالة كما تكون بين البائع و المشتري تتحقق بين البائع والشفيع ان الشفيع بعد ما قضى القاضي له قائم مقام المشتري و يصير المشتري كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع و يكون له حق الحبس الى ان يستوفي الثمن۔

(۲۱۱) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازاں مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑھا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اور سنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہو جائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری میں ہوتا ہے بائع اور شفیع میں بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے لے مبیع کو روک سکتا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

۲۱۲، ذكر محمد رح في الاصل الحيلة في اسقاط الشفعة و لم يذكر الكراهية قالوا على قول ابي يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره و هذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة و منع الاستبراء على قول ابي يوسف رح لا يكره۔

(۲۱۲) محمد رح نے مبسوط میں اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہیں کیا مگر فقہا کہتے ہیں کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہے جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہو نیکے لیے یا استبرا واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

۲۱۳، وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب و قبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(۲۱۳) ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوس میں ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہو چکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہیں ہوا اور جار ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

۲۱۴، وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رح لا باس

(۲۱۴) شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت میں ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہے وجوب شفعہ سے

بالاحتيال لابطال حق الشفعة على كل حال اما قبل وجوب الشفعة لا شك كما لو ترك اكتساب المال لمنع وجوب الزكوة وبعد وجوب الشفعة لا يكره الاحتيال ايضا لانه احتيال لدفع الضرر عن نفسه لا للاضرار بالغير فظاهر ما ذكرنا دليل على هذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ کے بعد بھی حیلہ کرنا برا نہیں ہے اسلیے کہ اوسکو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہے اور یہ بات ہمارے ظاہری بیان سے ثابت ہوتی ہے۔

تمام شد

هذا كتاب فى بيان احكام الشفعة

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱) وهى فى اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا كان فردا فصار له ثان والشفيع يضم المأخوذ الى ملكه فلذلك سمى شفعة۔

(۲) وفى الشرع هى اى الشفعة تمليك البقعة جبرا اى من حيث الجبر على المشترى بما اى بالذى اى بالثمن الذى قام عليه اى على المشترى۔

(۳) وقيل هى ضم بقعة مشتراة الى عقار الشفيع بسبب الشركة او الجوار وهذا احسن۔

(۱) شفعہ کا لفظ شَفْع سے ماخوذ ہے جو وصل کے معنی میں ہے اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہیں شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے مالک کے ساتھ ملا لیتا ہے اسواسطے اسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) شرع میں مشتری سے جبراً ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا اوسقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہے۔

* * * * * *

(۳) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہیں کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد میں شامل کردینا اور یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

(۴) وتجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع وهذا بالاجماع لما روى جابر رض ان النبي صلعم قضى الشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه ولم يؤذن به فهو احق به رواه مسلم وابو داود والنسائي۔

(۴) اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہیں کی ہے۔ اس مسئلے کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اسلیے کہ جابر رض روایت کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ میں شفعہ کا حکم دیا ہے خواہ کوئی مکان ہو یا باغ ہو کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس مشترک کی بیع کرنا روا نہیں ہے خواہ وہ لے خواہ ترک کر دے اور اگر بلا اجازت فروخت کر ڈالے تو اور دن پر وہ مقدم ہے مسلم اور ابو داود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

* * * * *

(۵) ثم تجب للخليط في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب بكسر الشين والطريق بشرط ان يكونا خاصين وهو ان يكون النهر لا تجري فيه السفن والطريق الذي لا ينفذ اشار اليه بقوله ان كان اي كل واحد من الشرب والطريق خاصا حتى اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة

(۵) شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہے جو حق مبیع میں شریک ہے اور یہ وہ شخص ہے جو اپنا حصہ تقسیم کر لے مگر اوس جایداد کے حق میں اوس کی شرکت باقی ہو مثلاً پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہے کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے کہ اوسمیں کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور اگر اوس نہر میں کشتی چلسکتی ہے اور راستہ سربستہ نہیں ہے بلکہ چلتا ہوا ہے تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہیں ہوتا۔

(۶) وقال الشارح والشرب الخاص عند ابي حنيفة ومحمد ان يكون نهرا صغيرا لا تجري فيه السفن وان كان كبيرا تجري فيه السفن فليس بخاص فاذا بيع ارض من الاراضي التي تسقى منها لا يستحق اهل النهر

(۶) شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہیں ہے اور اس نہر سے جن اراضیات کی آبپاشی ہوتی ہے اون اراضیات میں سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہیں ہوسکے اور جار کو اون پر تقدم ہے بخلاف

الشفعة بسببه والجار احق منهم بخلاف النهر الصغير وقيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير وان كانوا يحصون فهو صغير وعليه عامة المشائخ لكن اختلفوا في حد ما يحصى وما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة وبعضهم بخمسين وبعضهم باربعين وعن ابي يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام وقيل هو مفوض الى راى المجتهدين في كل عصر وزمان فان راوهم كثيرا كانوا كثيرا وان راوهم قليلا كانوا قليلا وهو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہیں تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہیں تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد میں اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہے۔ بعض کہتے ہیں محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کی راے پر ہے اگر وہ اون لوگون کو بہت سمجھیں تو بہت ہیں اور تھوڑی سمجھیں تو وہ تھوڑے ہیں اور یہ قول سب اقوال میں قرین قیاس ہے۔

\+ + + + +

\+ + + + +

(۷) ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذي داره على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار ملاصق کو استحقاق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جسکا گھر بائع کے گھر کی پشت پر واقع ہے اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے۔

\+ + + + +

(۸) وقال الشافعي لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه عم قضى بالشفعة في كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة رواه البخاري وبه قال مالك واحمد

(۸) شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کا حکم دیا ہے اور حدود پڑ جانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہیں ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مالک اور احمد رح

(۹) ولنا قوله عم جار الدار احق من غيره رواه احمد وابوداود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر کے پاس رہنے والا اوروں پر مقدم ہے

والترمذی وصححه وقوله علیه السلام الجار احق بسقبه ما کان رواه احمد والنسائی وابن ماجة ویروی بصقبه وکلاهما بمعنی واحد وهو القریب وقد روی هذا التفسیر مرفوعا اثبت النبی صلعم حین سئل عن الشفعة فقال الشفعة للجار لصلة قربه فیستحق الشفعة وحدیث جابر معناه انها لا تجب للجار بقسمة الشرکاء لانهم احق منه وحقه متاخر عن حقهم وبذلک یحصل التوفیق بین الاحادیث۔

احمد اور ابوداود اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے جا ہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہے (اصل حدیث مین صقب یا سقب کا لفظ آیا ہے مگر یہ بات مرفوعًا مروی ہے کہ اوس سے قرب مراد ہے) اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ قرب کے ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کر دیا تو وہ لامحالہ شفعہ کا مستحق ہوگا اور جابر رض نے جو حدیث روایت کی ہے اوسکے یہ معنے ہین کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کرین تو جار کو اُس صورتین استحقاق شفعہ کا نہین ہے اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور تقدم ہے اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان احادیث مین کچھ منافات نہین ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۰) وواضع الجذوع علی الحائط ای علی حائط الدار بان کان له حق الوضع والشریک فی خشبة موضوعة علی الحائط وواضع الجذوع علی الحائط جار فلا یستحق الشفعة الا بعد الشریک فی نفس المبیع والشریک فی حق المبیع لان الشرکة المعتبرة هی الشرکة فی العقار لا فی المنقول والخشبة منقولة وبوضع الجذوع علی الحائط لا یصیر شریکا فی الدار وکذا بالشرکة فی الجذوع لا یکون شریکا فیها لکنه جار ملاصق لوجود اتصال بقعة احدهما ببقعة الآخر

(۱۰) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسری کے دیوار پر رکھی ہوئی ہین اور بجز اس کے کہ وہ کڑیون کو دیوار پر رکھ لے اور اوسکا کوئی حق دیوار مین نہین ہے تو یہ کڑیون والا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی شرکت صرف کڑیون مین ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوی ہین اور دیوار مین شرکت نہین ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونون شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر جس شرکت کا اعتبار ہے اوس سے وہ شرکت مقصود ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑی منقولات مین سے ہے۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیان رکھنے سے کڑیون والا مکان مین شریک نہین ہو جاتا اگر دو شخص کڑیون کے اندر شریک ہونے سے وہ مکان مین شریک نہین ہو سکتا بلکہ اتصال مکانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

فيستحق الآخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران۔

اور دوسرے ہمسایوں پر اس خاص وجہ سے اوسکو تقدم نہو جائیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣

(۱۱) وكذا اذا كان لبعض الجيران شريكا في الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة في البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذي عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران۔

(۱۱) اسیطرح اگر ایک جار مکان میں کی صرف دیوار میں شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایوں پر تقدم نہو گا اسلیے کہ صرف عمارت میں اگر ایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین میں شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا ہے البتہ اگر عمارت میں بھی دونوں شریک ہیں اور اوس عمارت کی زمین میں بھی شریک ہیں تو اور ہمسایوں پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے۔

(۱۲) وقال الكرخي في مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان الشركة فيما وقع عليه عقد البيع او بالشركة في حقوق ذلك او بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هي مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التي فيها المنازل في زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء في المنزل نصيبه من شريكه او من رجل اجنبي بحقوقه من التطرق في الساحة فالشريك في المنزل احق بالشفعة من الشريك في الساحة

(۱۲) کرخی رح نے اپنے مختصر میں بیان کیا ہو ہمارے تمام فقہاء کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہوا کرتا ہے ایک تو خود اوس مبیع میں شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق میں شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہے کہ مثلاً چند لوگوں کا ایک احاطہ ہو اس احاطہ میں انہیں اشخاص کے متعدد کمرے ہیں مگر بعض کمرے ایسے ہیں جنکا مالک بلاشرکت غیری ایک ایک شخص ہو اور بعض ایسے ہیں جنمیں کئی کئی شخص شریک ہیں اور احاطہ کے صحن میں سب شریک ہیں اور اپنے اپنے کمروں سے نکلکر اس صحن میں سب اوٹھتے بیٹھتے ہیں اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہو اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہو اپنا حصہ خواہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگوں پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے میں شریک ہو اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑدیا تو وہ لوگ

ومن الشريك في الزقاق الذي فيه
باب الدار فان سلم الشريك في
المنزل الشفعة فالشريك في الساحة
احق بالشفعة وان سلم الشريك في
الساحة فالشريك في الزقاق الذي
لا منفذ له الذي يشرع فيه باب
الدار احق بعد لا با لشفعة
من الجار الملاصق وجميع اهل
الزقاق الذي طريقهم فيه شركاء
في الشفعة من كان في ادناه واقصاه
في ذلك سواء فان سلم الشركاء الشفعة
في الزقاق فالجار الملاصق ممن لا طريق
له في الزقاق بعد هؤلاء احق وليس لغير
الملاصق من الجيران شفعة ممن لا طريق
له في الزقاق انتهى.

شفعہ کرنیکے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انھون نے
بھی شفعہ چھوڑدیا تو اوسوقت کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا
اور تمام کوچہ والے برابر برابر شفعہ مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ
کوچہ کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچہ کے انتہا پر رہتے ہین
سب برابر کے شریک ہونگے اگر یہ لوگ بھی شفعہ چھوڑ دینگے
تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعہ ہوگا جسکا راستہ اس کوچہ مین
ہو کر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور
اس کوچہ کی طرف کوئی اوسکا راستہ نہین ہے
تو اوسکو بالکل استحقاق شفعہ نہین
ہوتا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(١٣٢) وكلمة على في قوله على عدد
الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة
للخليط اي تجب الشفعة على عدد
الرؤس وقال الشافعي على قدر سهامهم
وبه قال مالك واحمد كما اذا كانت
دار بين ثلاثة لاحدهم نصفها وللآخر
سدسها وللآخر ثلثها فباع صاحب السدس سدسه فطلبا
الدار بالشفعة فانها تقسم بينهما
اخماسا ثلثة اخماسها لصاحب النصف والخمسان
لصاحب الثلث لان الشفعة من

(١٣٢) حنفیہ کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعہ کے اندر
سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جسکا حصہ
ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعہ ہوگا مالک اور احمد رحمہ اللہ
بھی اسی کے قائل ہین مثلا ایک مکان مین زید اور عمرو اور
خالد شریک ہین جنمین سے زید آدھے کا اور عمرو چھٹے حصہ کا
اور خالد ثلث کا شریک ہے اب عمرو نے اپنا حصہ فروخت کیا اور
اون دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے
زید کو تین حصے اور عمرو کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے کہ شفعہ
ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکی ملک ہوگی
اوسیقدر اوسکا حق ہوگا بسطرح شافعی کی صورتین تفصیل پایا

ما فوق الملك فاشبه الربح ولنا ان العلة اتصال الملك وقليله فى ذلك ككثيره فيكون ما باع صاحب السدس بينهما نصفان۔

(۱۴) والباء فى قوله بالبيع تتعلق بقوله تجب ايضا اشار بهذا الى ان سبب وجوب الشفعة البيع اعنى بيع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك على اللزوم والبيع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البيع اى بعد وجوده۔

(۱۵) والمراد بالبيع الصحيح فان البيع الفاسد لا تجب فيه الشفعة لانه قبل القبض لا يفيد الملك وبعده مستحق للفسخ فايجابها تقرير الفساد فلا يجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع

(۱۶) وفيه قيد آخر وهو ان يكون خاليا عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملكه حتى لو اسقطه وجبت وخيار المشترى غير مانع لانه لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع وكذلك خيار الرؤية والعيب لا يمنعان۔

(۱۷) وتستقر الشفعة بالاشهاد

یہ ہے کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہے اور اسبات میں ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونوں برابر ہیں لہذا صورت مذکورہ میں زید اور عمر کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔

(۱۴) بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب ثابت ہوتا ہے اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے مگر قول صحیح یہ ہے کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہے اور بیع اوسکے لیے شرط ہے لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہے اوس میں عقد کا لفظ مقدر مان کر یہ معنے کرنے چاہییں کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۱۵) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہے بیع فاسد کی صورت میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیع فاسد قبل از قبض مفید ملک کے نہیں ہوتی اور بعد از قبض ہی وہ فسخ ہونے کے قابل ہوتی ہے پس اگر اوس میں وجوب شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہے مگر جس صورت میں کہ فسخ کا اختیار جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ اب شفعہ کا مانع جاتا رہا

(۱۶) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونے کے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اوس میں بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کہ اوسکے وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہ ہوگا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس صورت میں مبیع بائع کے ملک میں اصلا نہیں ہوتا خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۷) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہے اسواسطے

لانها حق ضعيف فلا بد من طلب المواثبة والاشهاد على الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر اوس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(١٨) وتملك الشفعة بالاخذ اى باخذ الدار المشفوعة بالتراضي بان سلمها المشتري برضاه او بقضاء القاضي من غير اخذ لانها ملك فلا يتم الا بما ذكرنا۔

(١٨) مکان یا زمین مشفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب تک شیء مشتری کے ملک میں داخل ہے تو بغیر ان دو باتونکے اوسکی ملکیت سے منتقل ہو کر دوسرے کے ملک مین داخل نہین ہو سکتی

(١٩) وفائدته انه اذا مات الشفيع بعد الطلبين قبل التسليم او الحكم لا يورث عنه ولو باع داره التي يستحق بها الشفعة بطلت شفعته ولو بيعت دار بجنبها لا يستحقها بالشفعة لعدم ملكه فيها۔

(١٩) صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب ثبوت اور اشہاد کے بعد قبل از قبضہ و قبل از حکم قاضی مر گیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اور فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان مین شفعہ کا دعوی نہ کر سکیگا اسیواسطے کہ وہ مکان اوسکی ملک مین ہنوز داخل نہین ہوا ہے

هذا باب في بيان احكام طلب الشفعة والخصومة فيها وبيان كيفية الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(٢٠) فان علم الشفيع بالبيع اى ببيع الدار المشفوعة اشهد على نفسه على الفور من غير تاخير ولا سكوت في مجلسه على الطلب لان سكوته بعد العلم يدل على رضاه بجوار الجار الحادث ومعاشرته فتبطل شفعته به۔

(٢٠) جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا فوراً اوسی جلسہ مین اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

* * * * *

(٢١) ولو اخبر بكتاب والشفعة في اوله او وسطه فقرأ الكتاب الى آخره بطلت شفعته اذا كان ذلك بعد علم

(٢١) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول مین یا اوسکے وسط مین بیع کا بیان تھا اور اخیر تک خط کو پڑھ گیا اگر شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

ترى والثمن.

٢١) فان اخبر بحضرة الشهود اشهدهم
به والا يطلب من غير اشهاد لان
ن الطلب صحيح من غير اشهاد

٢٢) ويشترط ان يكون متصلا بعلمه
د عامة المشائخ وهو مروى عن محمد
نه ان له التامل الى اخر المجلس
نيرة وبهذا اخذ الكرخي.

ولو قال الشفيع بعد ما علم البيع
د لله او لاحول ولاقوة الا بالله
لى العظيم او قال سبحان الله لا تبطل
فته على هذه الرواية.

وكذا لو قال من ابتاعها وبكم
ستها وكذا لو قال خلصنى الله تعالى

٢٣) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم منه
ب الشفعة في الحال.

٢٤) ولا يجب عليه الطلب حتى يخبره رجلان غير عدلين
واحد عدل عند ابى حنيفة او رجل
مرأتان وعندهما يجب عليه الاشهاد
اخبر واحد حرا كان او عبدا صغيرا
ن او كبيرا اذا كان الخبر حقا وان لم يطلب
لت الشفعة

٢٥) ولو اخبره المشترى بنفسه
ب عليه الطلب بالاجماع كيفما كان
نه خصم فيه والعدالة غير معتبرة

مشتری لیکن اخیر تک پر شفعہ سے پہلے اسکو شرط ہی ملنا اور مشتری کا حال

(٢٣) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوتے وقت گواہ موجود ہیں
اسوقت میں تو انکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی کے گواہ کیے خود شفعہ کو
طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہ ہونے کے بھی صحیح ہو جاتی ہے

(٢٤) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہے کہ یہ طلب علم بیع کے
ساتھ معا ہونے چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت
یہی ہے دیگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک
شفیع کو فکر کر کے طلب کرنے کا اختیار ہے جسطرح خاوند عورت کو
طلاق کا اختیار دے تو اخیر جلسہ تک عورت کو اختیار رہتا ہے
کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور اگر شفیع نے علم بیع کے بعد
الحمد للہ یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ کا لفظ
کہا تو اس روایت کے موافق اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا —
اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہے یا کس قیمت کو فروخت
ہوا ہے یا یہ کہا کہ خدا تعالے نے مجھکو بچا دیا تو شفعہ باطل نہ ہوگا

(٢٧) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جاسکے خواہ وہ
کوئی لفظ ہو اس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(٢٥) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اسوقت
ضروری ہوتا ہے کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو
عورتیں اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کریں اور صاحبین
فرماتے ہیں فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری ہے
خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہے
کہ شفیع کے گمان میں وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورت میں شفیع نے طلب شفعہ کیا

(٢٦) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق
شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص کیوں نہ ہو اسواسطے
کہ مشتری اسکا مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونا

فی الخصوم۔

لحاظ نہین کیا جاتا ہے۔

(۲۷) ثم اشهد على البائع لو كان المبيع في يده او اشهد على المشترى او اشهد عند العقار و هذا طلب التقرير و ما ذكرنا طلب المواثبة۔

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہین اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگونکو گواہ کرے یا مشتری کے روبرو یا اوس مکانکے پاس جا کر مگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کر سکتا ہے

(۲۸) وكيفيته ان يقول ان فلانا باع هذه الدار ويذكر حدودها الاربعة و انا شفيعها وقد كنت طلبت شفعتها و اطلبها الان فاشهدوا على ذلك۔

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اسبات پر گواہ رہو۔

(۲۹) و مدة هذا الطلب مقدرة بتمكنه من الاشهاد مع القدرة على احد هؤلاء الثلاثة حتى لو تمكن ولم يطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہین ہے بلکہ اوسکا تعین یہی ہے کہ جتنے عرصہ مین شفیع ادن تینون مین سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگونکو گواہ کر سکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہین کی تو شفعہ باطل ہو گیا۔

(۳۰) وان قصد الابعد من هذه الثلاثة وترك الاقرب فان كانوا جميعا في مصره جاز استحسانا وان كان بعضهم في مصره والبعض الاخر في مصر اخر او في الرستاق فقصد الابعد وترك الذي في مصره بطلت شفعته

(۳۰) اگر اون تینون مین سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جا کر گواہ کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر یہ تینون یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر مین ہین تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جائیگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

(۳۱) وان اشهد عند طلب المواثبة على البائع بان كان حاضرا او على المشترى او عند العقار يكفيه ذلك ويقوم مقام الطلبين ذكره شيخ الاسلام۔

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جا کر لوگونکو گواہ کر دیا تو شیخ الاسلام ذکر کیا ہے کہ یہ اوسکے کافی ہوگا اور دونون طلبون کے قائم مقام ہو جائیگا یعنے اب اسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۳۲) وبقي طلب ثالث وهو طلب الاخذ و التملك اشار اليه بقوله ثم لا تسقط الشفعة بالتاخير

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب مین

ای بتاخیر طلب الاخذ بعد ما استقرت
شفعته بالاشهاد عندهما وعن محمد انه
ان اخر هذا الطلب الی شهر من غیر
عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر
وهو روایة عن ابی یوسف وفی العیون
بعضنا افتی به وعنه انه قدّر بثلاثة ایام
۳۳) عن ابی یوسف اذا ترك المحاکمة
لموافعة الی القاضی فی زمان یقدر
فی ذلك بطلت الشفعة۔
۳۴) وعند الشافعی فی الجدید واحمد فی روایة تبطل
بتاخیره ولو بلا عذر۔
۳۵) وعند مالك تبطل بمضی سنة
۳۶) والفتوی علی قول ابی حنیفة انها
لا تبطل ابدا حتی یسقطها بلسانه
لان الحق قد ثبت بالطلب فلا یبطل بالتاخیر
کسائر الحقوق۔
۳۷) ولو کان التاخیر بعذر من مرض
او سفر او حبس او عدم قاض یری الشفعة
بالجوار فی بلده لا تسقط بالاجماع وان
طالت المدة۔
۳۸) فان طلب الشفیع الشفعة عند
القاضی سال القاضی المدعی علیه
وهو المشتری عن الدار التی یشفع
فیها الشفیع هل هی ملك للشفیع ام لا
فان اقر المشتری بملك ما یشفع به او نکل

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کر چکا ہو تو اسکا شفعہ ساقط نہیں
ہوتا ہے اور محمد رحمہ کی نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب
اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے زفر رح
بھی اسی کے قائل ہیں اور ابو یوسف [illegible] بھی ایک روایت میں یہی
قول مروی ہے۔ اور عیون میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اسی پر
فتوی دیا ہے اور ایک روایت ابو یوسف رحمہ سے یہ ہے کہ انہوں نے تین روز اسکی مدت رکھی ہے
۳۳) ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص
اتنی مدت پائے کہ اوس مدت میں طلب تملک کر سکتا ہو
مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے
۳۴) امام شافعی رحمہ کا قول جدید اور نیز امام احمد رحمہ سے ایک روایت
ہے کہ طلب تملک میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر ہو
۳۵) امام مالک رحمہ کے نزدیک ایک سال گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے
۳۶) مفتی بہ قول اس بارہ میں امام صاحب رحمہ کا قول ہے
کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوس وقت تک ساقط
نہیں ہوتا اسواسطے کہ طلب کرنے سے حق شفعہ ثابت ہو گیا لہذا جسطرح اور
حقوق کا حال ہے کہ تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسیطرح وہ بھی ساقط نہیں ہو سکتا
۳۷) اگر طلب تملک میں کسی عذر سے تاخیر ہو گئی مثلا بیمار رہتا
یا سفر میں تھا یا قید خانہ میں تھا یا اوس کے شہر میں ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ
بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہیں
ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔
۳۸) جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو
اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے
کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے
وہ اسکی ملک ہے یا نہیں اگر اس صورت میں مشتری اقرار کرے
کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنے سے

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برهن الشفیع ای اوقام بینة انها ملکه ثم ساله ای سأل القاضی المشتری عن الشراء فیقول له اشتریت ام لا فان اقر المشتری به ای بالشراء او نکل عن الیمین بعد ما انکر او برهن الشفیع ای اقام بینة علی الشراء قضی القاضی بها ای بالشفعة لثبوته عنده۔

والواجب فی هذا ان یسال القاضی اولا المدعی عن موضع الدار من مصر ومحلة وحدودها لانه ادعی فیها حقا فلابد ان تکون معلومة۔

فاذا بین ذلك سال هل قبض المشتری الدار ام لا لانه اذا لم یقبضها لا تصح دعواه علی المشتری حتی یحضر البائع فاذا بین ذلك ساله عن طلب التقریر کیف کان وعند من اشهد فاذا بین ذلك کله تم دعواه ثم اقبل علی المدعی علیه فساله عن الدار التی یشفع بها هل هی ملك الشفیع ام لا فان اعترف ثبت باعترافه وان انکر کلف القاضی الشفیع اقامة البینة علی انها ملك للشفیع به۔

وعند زفر یقضی بظاهر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ وہ مکان میرا مملوک ہے تو بہر حال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے خریدنے کی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تو نے یہ مکان مشفوعہ خریدا ہے یا نہیں اگر وہ خریدنے کا اقرار کرلے یا انکار کرکے پھر حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہے تو اسوقت قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہو گیا۔ اور شروع سے اس گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا پتا و نشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر میں اور کونسے محلہ میں ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہیں اسواسطے کہ جب اس مکان میں وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہے جب مدعی اس کا بیان کر چکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے اوس پر اپنا قبضہ کر لیا ہے یا نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کردے تو قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تو نے کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہو جائیگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ شفیع کی ملک ہے یا نہیں اگر اوس نے اقرار کر لیا تو شفیع کی ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہو گئی اور اگر مشتری نے کہا کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہیں ہے تو شفیع سے اسبات کے گواہ لینے

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔
فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك الذي ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشتري استحلف بالله ما اشتري او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا تحليف على الحاصل وهو قول ابي حنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

(۳۹) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

چاہیئن کہ وہ مکان کا مالک ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہین ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنے کو کافی ہو سکتا ہے مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعہ سے حق ثابت نہین ہو سکتا۔ الغرض جسوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لا سکا بلکہ اوس نے مشتری سے حلف لینے کی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مجکو معلوم نہین کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے اور محمد رح فرماتے ہین حلف لینا چاہیئے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہے پہر بلا اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنا دے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرے تو جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس مکان مین شفیع کی ملکیت ثابت ہو جائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہو جائیگا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ تو نے مکان مشفوعہ خریدا ہے یا نہین اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اسبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہے اگر گواہ نہ لا سکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مین نے نہین خریدا ہے یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان مین یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہین ہے کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہے اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول یہی ہے پہر حال

(۳۹) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کر دینا ضرور نہین ہے اگر قاضی کے پاس ادا دینے ثمن حاضر نہین کیا ہے اسوقت بھی

يحضره الثمن الى مجلس القاضي۔

منازعت کرنے کا مُجاز ہے۔

(۴۰) وعن محمد لا يقضي له بها حتى يحضر الثمن وهي رواية الحسن عن ابي حنيفة احترازا عن توى الثمن۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے تاوقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نہ کردے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ثمن ہلاک ہو جائے اور مشتری کے حق تلفی ہو حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لا يجب عليه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غير واجب عليه فلا يطالب به۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے اوپر ثمن اوسی وقت واجب ہوتا ہے کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اوس سے قبل واجب نہیں ہوتا اور جب اوپر واجب نہیں ہے تو اوس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

(۴۲) وعند الشافعي ينتظر الى ثلاثة ايام وعند مالك واحمد يومين۔

فان احضر الثمن فيها والا فسخ فان قال ليس عندي الثمن او احضره غدا او ما اشبه ذلك تبطل الشفعة

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین روز تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہے اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہے اگر اس عرصہ میں اوس نے ثمن لاکر حاضر کر دیا تب تو بہتر ورنہ شفعہ فسخ ہو جائیگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی میرے پاس ثمن نہیں ہے یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کر دونگا یا اسی قسم کا کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہو گا۔

وعند الثلاثة لا بل انما يلزم الشفيع احضار الثمن بعد القضاء اي بعد قضاء القاضي بالشفعة لما ذكرنا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہو جاتا ہے۔

(۴۳) وخاصم الشفيع البائع لو اي لو كان المبيع في يده لان له يدا حقيقة اصالة فكان خصما كالمالك بخلاف المودع والمستعير ونحوهما لان يدهم ليست باصالة فلا يكون خصما۔

ولا يسمع القاضي البينة حتى يحضر المشتري لان لكل

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہے تو شفیع بائع سے بھی مخاصمت کرتا ہے اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہے لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہے اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت میں ہو سکتی ہے بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہیں ہے تاوقتیکہ مشتری موجود نہو

منهما في المبيع حقا للبائع اليد وللمشتري
الملك والشفيع يتعرض للحقين جميعا
فلا بد من حضورهما فيفسخ البيع بمشهدهما
اي بمشهد المشتري اي بحضوره بخلاف
ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور
البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم
وصار البائع اجنبيا عنهما۔

(۴۴) والعهدة وهي ضمان الثمن عند
الاستحقاق على البائع عندنا۔
وقالت الثلاثة على المشتري و
الاصل في ذلك ان حقوق العقد ترجع
الى المالك عندهم والى العاقد
عندنا۔

(۴۵) والوكيل بالشراء خصم للشفيع
ما لم يسلم المبيع الى الموكل لان الوكيل
هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق
العقد فيكون متوجها عليه الا ان يسلم
الدار الى الموكل فيخرج عن الخصومة
وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء
لان الوكيل بمنزلة السفير۔

(۴۶) وللشفيع خيار الرؤية والعيب
وان شرط المشتري البراءة منه
اي من العيب بالاجماع لان [illegible]
بالشفعة بمنزلة الشراء فيثبت فيها
الخيار ولا يسقط برؤية المشتري بشرطها

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع میں ان کے دونوں کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونوں حقوق میں [illegible] خلل ڈالتا ہے لہذا بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اوس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونیکی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تمام ہو گئی۔

(۴۴) حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیع میں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہوگا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

* * * * *

(۴۵) اگر ایک شخص کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ میں نہ آجائے اوسوقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کر سکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہاں پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام میں سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت میں وہ مکان موکل کے قبضہ میں دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہیں ہو سکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع ہی سے دعوی موکل کے اوپر ہے کیونکہ وکیل محض بمنزلہ سفیر کے ہے۔

(۴۶) اگرچہ مشتری نے بائع سے عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لی ہو مگر شفیع کو بالاتفاق خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے لہذا شفیع کو لامحالہ اختیار ثابت ہوگا اور مشتری کے دیکھ لینے یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہوگا کیونکہ شفیع

براءته لان الشفيع ليس بنائب عنه فلا يسقط حقه باسقاط المشترى-

(٤٧) وان اختلف الشفيع والمشترى فى مقدار الثمن فالقول للمشترى لانه منكر لان الشفيع يدعى استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشترى ينكره ولا يتحالفان لان التحالف عرف بالنص فيما اذا وجد الانكار من الجانبين والدعوى من الجانبين والمشترى لا يدعى على الشفيع شيئا فلا يكون الشفيع منكرا ولا يكون فى معنى ما ورد به النص فامتنع القياس-

(٤٨) وان برهنا اى وان اقام كل واحد منهما البينة على دعواه فللشفيع اى فالبينة بينة الشفيع عندهما

(٤٩) وعند ابى يوسف البينة بينة المشترى لانها تثبت الزيادة وعند الشافعى واحمد تهاترتا والقول للمشترى وعنهما يقرع وعند مالك يحكم بالاعدل والابا يمين-

(٥٠) ولهما ان بينة الشفيع ملزمة وبينة المشترى غير ملزمة لان الشفيع لو ترك الدعوى يترك فيكون الملزم اولى-

اس مشتری کا نائب نہین ہے لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہو گا-

(٤٧) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہے کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہے کہ تھوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اُس صورت مین ثابت ہوا ہے کہ دونون طرف سے دعوی اور دونون طرف سے انکار پایا جاسکے اور یہان مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعو نہین کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہوتا پس مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہین کر سکتے-

(٤٨) اگر دونون نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو صاحبین رح کے نزدیک شفیع کے گواہونکا اعتبار کیا جائیگا-

(٤٩) صورت مذکورہ بالا مین ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہونکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہے اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک دونون کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور انسے اون ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رح فرماتے ہین

(٥٠) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے گواہون سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہے اور مشتری کے گواہون سے لازم نہین ہوتا کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چھوڑ دے تو مشتری خود چھوڑ دیتا ہے لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے .

(٥١) وان ادعى المشتري ثمنا وادعى بائعه اقل منه والحال انه لم يقبض الثمن اخذها اى المشفوعة الشفيع بما قال البائع لان الامر ان كان كما قال البائع فالشفيع ياخذه به وان كان كما قاله المشتري يكون حطا عن المشتري بدعواه الاقل وحط البعض يظهر في حق الشفيع فياخذه به ولو كان ما ادعاه البائع اكثر مما ادعاه المشتري تحالفا وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان فسخ القاضي العقد بينهما ياخذه الشفيع بما يقوله البائع۔

(٥١) اگر مشتری کہتا ہے یہ مکان میں نے سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع کہتا ہے میں نے پچاس کو فروخت کیا ہے اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہیں کیا تو شفیع اگرچاہے پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خریدا ہے تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہییں اور اگر سو کو خریدا ہے تو بائع کا یہ کہنا کہ میں نے پچاس کو فروخت کیا ہے ثمن کا کم کردینا خیال کیا جائیگا اور یہ کمی شفیع کے حق میں ظاہر ہو جائیگی سو اسطے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہے اور بائع سو کا مدعی ہے تو اون دونوں سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کریگا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

(٥٢) وان قبض البائع الثمن في المسئلة المذكورة اخذها الشفيع بما قال المشتري اذا اثبت ذلك بالبينة او بيمينه ولا يلتفت الى قول البائع لان باستيفاء الثمن انتهى العقد وصار البائع كالاجنبي وعند الثلاثة يؤخذ بقول المشتري هنا ايضا۔

(٥٢) اگر صورت مذکورہ بالا میں بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہے تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کرے اسلیئے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہوگیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پہلی صورت میں بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(٥٣) وحط البعض اى بعض الثمن يظهر في حق الشفيع حتى ياخذه بما بقي لان الحط يلتحق باصل العقد فصار الباقي هو الثمن وعند الثلاثة لا يظهر

(٥٣) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کردی تو شفیع کے حق میں بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہوگئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے اوسیقدر ثمن مقرر ہوگیا اور

ولا يسقط عن الشفيع بل عليه الثمن المسمى وقد مر اصل هذا في كتاب البيوع۔

ائمہ ثلثہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع میں اس مسئلہ کی اصل گزر چکی ہے۔

(٥٤) لا يظهر حط الكل اي كل الثمن يعني لو حط البائع كل الثمن عن المشتري لم يسقط عن الشفيع بالاجماع لانه يصير بيعا بلا ثمن وانه باطل۔

(٥٤) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہوگی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

* * * * *

(٥٥) ولا يظهر ايضا الزيادة على الثمن بعد عقد البيع حتى لا تلزمه الزيادة بالاجماع لان في اعتبارها الحاق الضرر به وهو مدفوع۔

(٥٥) اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہو گی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمیں شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہے۔

(٥٦) وان اشترى دارا بعرض او بعقار اخذها اي الدار الشفيع بقيمته اي بقيمة ذلك العرض او العقار واخذها بمثله اي بمثل ذلك العرض لو كان مثليا اي من ذوات الامثال كالمكيل والموزون والعددي المتقارب كما في ضمان العدوان۔

(٥٦) اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خریدا تو شفیع کو اوس کے بدلہ میں زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال میں سے ہو مثلا وہ چیزیں جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہیں تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصدا ہلاک کرنے کے صورت میں تاوان کا قاعدہ ہے۔

* * * * *

* * * * *

(٥٧) واخذها الشفيع بحال اي بثمن حال لو كان الثمن مؤجلا بان كان المشتري اشتراها الى اجل او يصبر الشفيع عن الاخذ حتى يمضي الاجل المضروب بين البائع والمشتري فياخذها

(٥٧) اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اسکو نہیں لے سکتا بلکہ نے الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت میں تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازاں اوسی ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہے۔

* * * * *

بعد ذلك۔

(۵۸) وقال زفر ومالك واحمد والشافعی فی القديم له ان ياخذها فی الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل فی الثمن ان يكون حالا وانما يؤجل بالشرط ولا شرط فی حق الشفيع۔

(۵۸) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوئی ہے حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اصل میں ثمن اوسیوقت ادا کرنے کی چیز ہے اور اوسکا تاخیر صرف شرط لگانے سے ہو جاتی ہے اور شفیع کے حق میں شرط نہیں لگائی گئی ہے

(۵۹) ثم لابد من الطلب ان كان يصبر الی حلول الاجل حتی لو سكت ولم يطلب فی الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابی يوسف لا تبطل بالتاخير الی حلول الاجل لان الطلب ليس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لا يتمكن منه فی الحال بثمن مؤجل فلا فائدة فی طلبه فی الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان ياخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما كان له ذلك والسكوت عن الطلب بعد ثبوت حقه يبطل الشفعة۔

(۵۹) مگر صورت مذکورہ میں اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو تو بھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کر لیا تو شیخین کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہیں ہے بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہے اور وہ اس صورت میں مکان کو فی الحال نہیں لے سکتا پھر اوسکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا حق تو ثابت ہو چکا ولہذا فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکان کو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۶۰) واخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان الشفيع ذميا صورته اشترى ذمی من ذمی عقارا بخمر او خنزير فان كان شفيعه ذميا اخذ بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا بيع صحيح فيما بينهم فاذا صح ترتب عليه

(۶۰) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خریدا اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت ادا کر کے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگوں کے باہم درست ہے اور جب درست ہوئی تو بیع کے احکام مثل شفعہ وغیرہ کے اوسپر مترتب ہونگے مگر ذمی کو چونکہ

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غیر ان الذمی لا یتعدّ علیه تسلیم الخمر فیاخذ بها لانه[illegible]ن ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم فیجب علیه قیمته۔

وان کان الشفیع مسلما وذمیا اخذ کل واحد منهما النصف بما ذکرنا من قیمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حکمه حکم المسلم من الابتداء فیاخذها بالقیمة والمستامن کالذمی فی جمیع ذلك۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہی اسواسطے اُسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہی اسواسطے اُسکی قیمت ادا کرنی اور اگر اس صورت مین ایک سلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہین تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب دیکے لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی سلمان ہوگیا تو اوس کا حال اوس شخص کے مانند ہی جو پیشتر سے ہی مسلمان ہوا اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

✥ ✥ ✥ ✥

(٦١) واخذ بقیمتها ای بقیمة الخمر وقیمة الخنزیر لو کان الشفیع مسلما لانه لا یقدر علی تسلیم المثل لکونه ممنوعا عن تملیکهما وتملکهما فیجب علیه قیمتهما کما فی ضمان العدوان۔

(٦١) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سوئر کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوسمین شفعہ ہی تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کر سکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کی صورت مین تاوان دینے کا قاعدہ ہی۔

(٦٢) واخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس لو بنی المشتری علی الارض المشفوعة او غرس فیها او کلف الشفیع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس ویاخذ الارض فارغة۔

(٦٢) اگر مشتری نے زمین مشفوعہ مین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجاوے اور شفیع کو زمین خالی کرکے دیدے

(٦٣) وعن ابی یوسف انه لا یکلفه بالقلع ولکنه بالخیار ان شاء اخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس وان شاء ترك وبه قال مالك والشافعی

(٦٣) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کر سکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار ہی کہ یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

فی قول ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

وعن الشافعی واحمد لیس له قلعهما بل یاخذ ها بقیمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردے اور امام مالک رح اور امام شافعی رح سے بھی ایک روایت یہی آیا ہی مگر دوسری روایت یہ ہی کہ مشتری اوس عمارت اور درختوں کو نہین گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑے گا۔

۶۴، وجه الظاهر ان المشتری تصرف فی ارض تعلق بها حق متاکد للغیر من غیر تسلیط من جهته فینتقض

(۶۴) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہی کہ مشتری نے اس جگہ ایسی زمین مین تصرف کیا ہی جسمین دوسرے کا حق مستحکم ہو گیا ہی اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہی لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

۶۵، فان قلعهما ای البناء والغرس الشفیع فاستحقت الارض بعد ذلك فکان المستحق الشفیع بالقلع فقلعهما یرجع الشفیع علی المشتری بالثمن لانه تبین ان المشتری اخذ الثمن من الشفیع بغیر حق لان الارض لم تکن فی ملکه فیسترد الشفیع منه الثمن فقط یعنی لا یرجع بقیمة البناء والغرس لا علی البائع ان کان اخذها منه ولا علی المشتری ان اخذها منه معناه لا یرجع بما نقص بالقلع وعن ابی یوسف انه یرجع به لانه متملك علیه فکان کالمشتری۔

(۶۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے عمارت اور درختوں کو اوکھاڑ ڈالا بعد ازان اوس زمین مین کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہی اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہی اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہین تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کر سکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختوں اور عمارت کے گرا دینے سے اوس زمین کی قیمت مین جو کچھ کمی لاحق ہو گیا اوسکا مطالبہ نہین کر سکتا اور ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ واپس لے سکتا ہی اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی رغبت کی ہی تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

۶۶، وجه الظاهر وهو الفرق بینه وبین المشتری ان المشتری مغرور من جهة البائع ومسلط علیه من جهته ولا غرور ولا تسلیط للشفیع من جهة المشتری لان الشفیع اخذها منه جبرا

(۶۶) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہی کہ بائع اور مشتری مین فرق ہی کہ مشتری تو بائع کے فریب مین آ سکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو مالکیت ہو سکتی ہی اور شفیع مین یہ بات نہین ہی اسواسطے کہ وہ جبرا مالک بنجاتا ہی کسی کے مالک بنانے سے نہین مالک بنتا یا کسی کے فریب مین نہین آتا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٦٧) واخذها الشفيع بكل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشترى من غير صنع احد او جف الشجر كذلك لانهما تابعان للارض حتى يدخلان فى البيع من غير ذكر فلا يقابلها شئ من الثمن ولهذا يبيعهما فى هذه الصورة مرابحة بلا بيان۔ بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حيث يسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم يبق له نقض ولا يبقى من الشجر شئ من حطب او خشب واما اذا بقى شئ من ذلك فلا بد من سقوط بعض الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ۔

(٦٧) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسکے اندر کچھ درخت بھی تھے بعد ازاں وہ مکان خود بخود خراب ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہوگیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختوں کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع میں ہیں اسیوجہ سے بغیر ذکر کے یہ چیزیں زمین کے بیع میں داخل ہوجاتی ہیں اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جائیگا ولہذا یہ مشتری کچھ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورت میں اوس زمین کو شرعا فروخت کرسکتا ہے۔ اور اگر زمین کا کچھ حصہ پانی میں غرق ہوکر تلف ہوجائے تو اوسی کے قدر شفیع پر ثمن میں کمی کردیجائیگی اور صورت مذکورہ بالا میں حکم مذکور اوسوقت ہے کہ عمارت گرجانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہوجانے کے بعد درختوں کی لکڑیاں باقی نہ رہی ہوں اور اگر باقی ہیں تو ضرور ثمن میں کمی کردیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیا جائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہوگی۔

❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖

(٦٨) واخذها بحصة العرصة ان نقض المشترى البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به يقابله شئ من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك فيه بآفة سماوية فاذا كان له حصة من الثمن يقسم الثمن على قيمة الارض والبناء يوم العقد عليهما

(٦٨) اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کردیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ میں پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکھاڑا ہے تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہوجاتے ہیں تو ثمن کا ایک جزو بھی اونکے مقابل میں خیال کیا جاتا ہے بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہاں آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہوگئی ہے جسمیں مشتری کو کچھ دخل نہیں ہے اور جب اوسکے مقابل میں بھی ثمن کا ایک حصہ واقع ہوا تو زمین اور عمارت کی قیمت پر اوسکو تقسیم کرینگے اور زمانہ بیع کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

(٦٩) بخلاف المسئلة الاولى وهو

(٦٩) اور اگر خریدشدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہوجائے

ما اذا انهدم بنفسه وكان النقض باقيا حيث يعتبر فيها قيمة النقض يوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قيمة بالحبس ونقض الاجنبي البناء كنقض المشتري

(۵۰) والنقض بكسر النون بمعنى المنقوض كالنكث بمعنى المنكوث وجاء النقض بفتحتين له اي المشتري لان الشفيع انما ياخذه بطريق التبعية للعرصة وقد زالت بالانفصال

(۵۱) واخذها الشفيع بثمرها ان ابتاع اي ان اشتراها المشتري ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه في البيع او اشترى ارضا ثم اثمر النخل في يده اي في يد المشتري بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه۔

(۵۲) وان جذه بالذال المعجمة المشددة اي وان قطع المشتري الثمر فيما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته اي حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمية صار اصلا وكذلك اذا هلك بآفة سماوية واما في الفصل الثاني فياخذ الارض والنخل بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يدخل عند الاخذ في المبيع الا تبعا فلا يقابله

اور اُسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لیتے وقت اوسکی قیمت ہو کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکان کی عمارت کو منہدم کر دیگا تو اسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم

(۵۰) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کرکے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(۵۱) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں کے خریدا اور درختوں کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھیرلیے یا پھل نہیں ٹھیرائے مگر مشتری کے قبضہ میں اگر درختوں پر پھل آگئے تو شفیع مع پھلوں کے مشتری سے اوس زمین اور درختوں کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختوں کے تابع سمجھے جاتے ہیں۔

(۵۲) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا میں پھلوں کو توڑ لیا تو بقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلوں کا بھی ذکر کردیا ہے تو پھل مقصود بالذات چیز ہو گئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہو جائیں تو بھی اونکے قدر ثمن میں کمی کر دیجائیگی البتہ جس صورت میں پھلوں کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس آکر درختوں پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہو جانے سے ثمن میں کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہیں تھا اسواسطے فقط بالتبع مبیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہے مگر ثمن کا کوئی جزو اوسکے مقابل میں نہیں ہے۔ اور ابو یوسف رح کا قول اول

شیٔ من الثمن۔

یہ ہی کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی

وکان ابو یوسف یقول اولا یحط عنه من الثمن فی الفصل الثانی ایضا ثم رجع الی ما ذکر فی الکتاب

کر دیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب سے موافق ہے۔

* * * * *

هذا باب فی بیان احکام ما تجب فیه الشفعة وما لا تجب

اس امر کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۴۳) انما تجب الشفعة فی عقار سواء کان مما یقسم او مما لا یقسم۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہی خواہ اوسکی تقسیم ہو سکے یا نہو سکے۔

* * * * *

(۴۴) وقال الشافعی لا تجب فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام والنهر والطریق والاصل فیه انها عنده لدفع ضرر القسمة فلا تحق الا فیما یقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار علی الدوام ولا اختصاص لذلك بالمقسوم دون غیره۔

(۴۴) امام شافعی رح کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہو سکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہونا چاہیے کنواں چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہی کہ شافعی رح کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہی لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہی کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہی امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی

بحالہ تہتیہ تحریر شدہ

(۴۵) وقوله ملك علی صیغة المجهول صفة لقوله عقارا واحترز بقوله بعوض عما اذا ملك بالهبة فان الشفعة لا تجب فیها واحترز بقوله هو مال عما اذا ملك بعوض غیر مال کالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلك فان الشفعة لا تجب فی هذه الاشیاء۔

(۴۵) عقار کے اندر ہر حال مین شفعہ واجب نہین ہو جاتا بلکہ صرف اوسوقت مین واجب ہوتا ہی کہ بعوض مال کے اوسکے اوپر ملکیت حاصل ہوی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہو جائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلاً ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصداً کسی کو قتل کر ڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کر لین تو اس مکان مین بہر حال شفعہ نہوگا۔

(٧٦) لا تجب الشفعة في عرض وفلك اى سفينة وقال مالك تجب في السفينة لانها تسكن كالعقار وعن احمد و مالك في رواية تجب في منقول ولنا ما روى انه ع م قال لا شفعة الا في ربع او حائط

(۷۶) غیر منقولات میں اور کشتی میں شفعہ نہیں ہوتا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ عقار کی طرح اوسمیں بھی لوگ بود و باش کرتے ہیں اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ منقولات میں شفعہ ثابت ہوتا ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت[1]

(٧٧) ويجب ايضا في بناء ونخل بيعا بلا عرصة لانهما منقولان وان بيعا مع الارض يجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہوں تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات میں سے ہیں اور اگر مع زمین کے فروخت ہوں تو بالتبع اون میں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٧٨) بخلاف العلو حيث يستحق بالشفعة ويستحق به في السفل على انه خليط في الحقوق وهو الطريق لان حق التعلي يبقى على الدوام وهو غير منقول فيستحق به الشفعة كالعقار ولا كذلك البناء والنخل فلا يستحق بهما الشفعة۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہے تو نیچے والے کو اوپر کے مکان میں اور اوپر والے کو نیچے کے مکان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ اوپر والا حق یعنے راستہ میں نیچے والے کا شریک ہے کیونکہ اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہے اور وہ غیر منقولات میں سے ہے پس عقار کی طرح اوسمیں شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت اور درختوں کے کہ وہ منقولات میں سے ہیں۔

(٧٩) ولا تجب ايضا في دار جعلت مهرا بان تزوج عليها امراة او جعلت اجرة بان استاجر بها ما بدار يد فعها اليه عوض الاجرة او جعلت بدل خلع بان خالعها على دار د فعتها اليه او جعلت بدل صلح عن دم العمد او جعلت عوض عتق بان اعتق عبده على دار وعند الشافعي تجب فيه الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده وعندنا لا لان المستحق بهذه العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اوسکا کرایہ یہ قرار پایا کہ فلان مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہرحال ان مکانات میں شفعہ نہیں ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزیں ہیں اور حنفیہ رح کے نزدیک یہ چیزیں اصل میں بے قیمت ہیں کیونکہ وہ مال کے

[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شفعہ نہیں ہے مگر مکان یا باغ میں

لیست بمال غیران الشارع جعلها
مضمونة بالمال اما لخطرها او للضرورة
فلا یتعدی عن موضعها ولا ضرورة فی حق ثبوت
الشفعة فلا تکون متقومة فی حقه

(۸۰) او وهبت الدار بلا عوض مشروط
فی العقد ولو شرط تجب لانها بیع
انتهاء واما اذا وهبت له هبة
ثم عوض عنها بغیر شرط لا تجب
عندنا خلافا لمالک۔

(۸۱) او بیعت الدار بخیار البائع لان خیاره لا یخرجها
عن ملکه او بیعت الدار بیعا فاسدا
لانه مستحق الفسخ ما لم یسقط حق
الفسخ بالبناء ای ببناء المشتری
فیها لان حق البائع ینقطع به عند
ابی حنیفة وعندهما لا ینقطع فلا تجب
فیها الشفعة وتسترد وینقض ما بناه
المشتری لان حق البائع فی الاسترداد
آکد من حق الشفیع وحقه لا یبطل
وله نقض البناء فالبائع اولی وله
ان حق الاسترداد فی البیع الفاسد
حق الشارع والبناء حق المشتری
وحقه مقدم لحاجته والمشتری بنی
بتسلیط البائع فلا یکون له نقضه

(۸۲) او قسمت الدار بین الشرکاء
لا تجب ایضا لجارهم بالقسمة بینهم

قبیلہ سے نہین ہین البتہ شارع نے لوگون کی ضرورت یا ان
چیزون کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرماکر مال سے انکا
تاوان مقرر فرمایا ہی اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات مین یہ حکم
منحصر رہیگا اور اسبات کی کچھ ضرورت نہین ہی کہ ثبوت شفعہ کے لیے بھی

(۸۰) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچھ عوض
لینے کی شرط نہین لگائی تو اس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اور اگر
شرط لگائی ہو تو شفعہ ثابت ہو جایگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض
آخر کار بیع ہو جاتا ہی۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض لیجاوے
تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہین ہوگا مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہو جاتا ہے

(۸۱) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بایع کا اختیار اوس کے اندر
شرط کیا گیا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بایع کا اختیار
ہی اوسوقت تک مبیع بایع کے ملک سے خارج نہین ہی اسیطرح اگر
بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ
نہین ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمین کچھ عمارت بنالے تو حق
فسخ ساقط ہو جانے اور بایع کا حق منقطع ہو جانیکی وجہ سے
اوسمین شفعہ ثابت ہو جایگا اور صاحبین رح کے نزدیک
شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بایع کا حق منقطع نہوگا بلکہ
وہ مکان کو واپس لے سکتا ہی اور مشتری کی عمارت کو گرا سکتا ہے
اسواسطے کہ بایع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے
جو شفیع کو حاصل ہوتا ہی زیادہ تر قوی ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ مشتری کے
عمارت بنالینے سے شفیع کا حق باطل نہین ہوتا بلکہ اوس کو
عمارت کے گرانے کا اختیار رہوتا ہی لہذا بایع کو بطریق اولی یہ اختیار
ہوگا اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(۸۲) اگر ایک مکان مشترک کو شریکون نے باہم تقسیم کیا تو اوس
مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے ۶

لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيها الجبر والشفعة لم تشرع الا فى المبادلة المطلقة وهى المبادلة من كل وجه.

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہین ہین بلکہ اوسمین حصون کا جدا جدا کرنا ہی ولہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کرسکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پر ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جاوے۔

(٨٣) ولو سلمت شفعته اى سلم الشفيع الشفعة ثم ردت الدار الى البائع بخيار رؤية او بخيار شرط كيفما كان او ردت بخيار عيب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ايضا لانه فسخ من كل وجه فلا يمكن ان يجعل عقدا جديدا افاد الى قديم ملك البائع ولا فرق فى ذلك بين ان يكون الفسخ قبل القبض او بعده

(٨٣) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کردیا بعد ازان وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہوکر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہوگیا تو شفعہ باطل ہوتا ہی اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی لہذا ازسرنو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا اسیطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت مین تھا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت مین داخل ہوگیا اور یہان اسبات مین کچھ فرق نہین ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ

(٨٤) وتجب الشفعة لو ردت الدار بخيار عيب بلا قضاء قاض او تقايلا البيع لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما فانه بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث

(٨٤) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہوجاوے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹالین تو شفعہ ثابت ہوجاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق مین بیع فسخ ہوجاویگی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق مین وہ ازسرنو ایک بیع سمجھی جاویگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضامندی) اوسمین پایا جاتا ہے۔

(٨٥) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسليم والرد بالعيب بغير قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبايعين والله اعلم.

(٨٥) صاحبین رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہوگیا اور بغیر حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے مبیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم مین ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر انکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فى بيان احكام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(٨٦) وتبطل الشفعة بترك طلب

(٨٦) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت

المواثبة او بترك طلب التقرير حين علم معها القدرة بان لم يسد احد فمه او لم يكن في الصلوة لانها تبطل بالاعراض وترك الطلبين ا[illegible]دهما مع القدرة عليه دليل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے موتھ کو بند نہیں کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت میں نہ تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اعراض کرنے سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور باوجود قدرت کے دونوں طلبوں کا خواہ ایک طلب کا ترک کرنا شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

(۸۷) وتبطل ايضا بالصلح اى بصلح المشترى الشفيع من الشفعة على عوض لانه اخذ الاعتياض عن حق ليس بمال فسقط حقه وعليه اى على الشفيع رده اى رد العوض لانه رشوة۔

(۸۷) اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ کر لیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض میں جو مال کے قبیلہ سے نہین تھا یہ روپیہ لیا ہے لہذا اوسکا حق ساقط ہو گیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہے۔

* * * * * *

(۸۸) وتبطل ايضا بموت الشفيع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله فلا تورث عنه۔

(۸۸) اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہین لیا تھا کہ اوسکا انتقال ہو گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثونکو شفعہ کا حق نہ ہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی میں کر چکا ہو یا نہین۔

(۸۹) وقال الشافعي لا تبطل لانها حقه والوارث يخلفه في حقوقه ولنا ان حق الشفعة حق التملك وهو حق قائم بالشفيع فلا يبقى بعد موته

(۸۹) امام شافعی رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین میت کا حق شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ مورث کا حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہین حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ حقیقت میں ملکیت حاصل کرنے کا حق ہے اور وہ شفیع کی ذات سے

(۹۰) لا تبطل بموت المشترى لوجود المستحق۔

(۹۰) اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۹۱) وتبطل ايضا ببيع الشفيع ما يشفع به وهو الدار التي يشفع بها قبل القضاء اى قبل حكم الحاكم بالشفعة لزوال سبب الاستحقاق ولا فرق بين ان يكون عالما وقت

(۹۱) اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ اوسکو اپنا مکان فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم تھا یا نہین

بيع دارة لشراء المشفوعة اولم يكن
عالما لانه لا يختلف فى الحالين فصار
كالتسليم الصريح فانه لا يختلف بين
ان يعلم ببيعها اولم يعلم وكذا
ابراء الغريم لان ذلك اسقاط فلا
يتوقف على العلم كالطلاق والعتاق
ولا تبطل ان كان بالخيار لبقاء السبب
۹۳، ولا شفعة لمن باع اى الذى
باع بالوكالة بان كان الشفيع وكيلا
لبائع الدار المشفوعة لانه موكل
باتمام البيع وفى اخذه بالشفعة
نقض ما وكل باتمامه وعند الثلاثة
تجب له الشفعة۔
۹۳، او بيع له اى اولمن بيع له
والضمير فى له يرجع الى من يعنى
بيع العقار لاجله بان كان البائع
مضاربا فباع الدار ليس لرب المال
الشفعة فيها لان البيع له وكذا اذا كان
عبدا ماذونا له فى التجارة فباع الدار
ليس للمولى الشفعة فيها لما ذكرنا
۹۴، او ضمن الشفيع الدرك وهو
مة الاستحقاق عن البائع لا تجب
شفعة لانه بضمانه له الدرك
ضمن له ان تحصل له الدار وذلك
ايكون الا بتركه للشفعة وفى اخذها

اسواسطے کہ اوسکا جہل عذر نہوگا جسطرح مراحۃً شفیع اپنے
شفعہ کو ترک کردے تو علم بیع یا عدم علم کا کچہ خیال نہین کیاجاتا
اور شفعہ باطل ہوجاتا ہی یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ
چہوڑدے تو قرضدار عند القاضی بری ہوجاتا ہی خواہ اس
قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزین اسقاط کے
قبیلہ سے ہین لہذا اونمین علم کا ہونا ضروری نہین ہی جسطرح طلاق
اور عتاق کی صورتین۔ اور اگر اس صورت مین شفیع نے اپنے لیے
۹۳، اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہوکر مکان مشفوعہ کو
کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا
کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیے وکیل کیا ہی اگر خود بذریعۂ شفعہ کے
اب اوس مکان کو یہ شفیع لیلے تو جس چیز کے لیے اوسکو وکیل کیا تہا
اوسی چیز کا نقض اوسکی طرف سے لازم آجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا۔
۹۳، اگر زید وعمر تجارت کے اندر شریک ہین اور زید کا مال
اور عمرو کی محنت قرار پائی ہی اور عمر نے تجارت کے مال مین سے
ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمین شفعہ کا استحقاق نہین ہی
اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہی اسیطرح اگر ایک شخص نے
اپنے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی رکہی ہی اور اس غلام نے
ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہوگا کیونکہ یہ بیع
مالک کیطرف سے ہی۔
۹۴، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے
یہ بات کہی کہ اسمین کسی کا حق برآمد ہو تو مین اوسکا ضامن
ہون تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع
گویا مشتری کے لیے حصول مکان کا ضامن ہوگیا ہی اور یہ
اوسوقت ہوسکتا ہی کہ وہ شفعہ کو ترک کردے اور شفعہ سے

[illegible]

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تجب۔

یعنی اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رحہ کے نزدیک شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

(۹۵) ومن ابتاع ای اشترى او ابتيع له ای او اشترى لاجله والضمير فيه يرجع الى من فله الشفعة اما اذا اشترى بطريق الوكالة وهو شفيع فله الشفعة لانه ليس فيه ابطال شرائه بل فيه تقرير من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشترى له فكذلك كالمضارب اذا اشترى العقار من مال المضاربة ورب المال شفيعها كان لرب المال الشفعة وكذا العبد الماذون اذا اشترى فللمولى الشفعة اذا كان على العبد دين وان لم يكن عليه دين فلا فائدة بالاخذ لانه ملكه ولم يتعلق به حق غيره۔

(۹۵) اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خرید ے تو اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے میں اوسکا خرید باطل نہیں ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خرید برقرار رہتا کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر اگر مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اور اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوسمین شفعہ ہو تو وہ شفعہ کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو فروخت کی اجازت ہی، اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمیں شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہیں ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرا حق اوسمین متعلق نہیں ہی بلکہ وہ اسکی ملک ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۹۶) وان قيل للشفيع انها ای الدار بيعت بالف درهم فسلم شفعتها لاجل الاستكثار ثم علم انها ای الدار بيعت باقل من الالف او علم ان الدار بيعت ببر او شعير قيمته الف درهم

(۹۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا نقد روپیہ نہونیکی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہی تو اب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتین

او اكثر من الالف فله الشفعة لان التسليم لم يصادف على الوجه المستحق لانه كان للاستكثار او لتعذر الجنس فلم يصح وهكذا الحكم في كل موزون او مكيل او عددي متقارب۔

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا بلکہ گران سمجھنے یا اسقدر روپیہ میسر ہونے کی وجہ سے اوسنے شفعہ کو ترک کیا لہذا اوسکا ابطال نہو گا۔ جتنی چیزین ناپ یا تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سبکا حکم یہی ہے اور

بخلاف ما اذا علم انها بيعت بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهي دراهم او دنانير فلا يظهر فيه التيسير۔

اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ ایسی صورتمین بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑتی اور آسانی کا اثر اوس مین ظاہر نہو گا۔

(۹۷) ولو بان اي ظهر انها اي الدار بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة لانهما جنس واحد في الثمنية وقال زفر والثلاثة هو على شفعته لانهما جنسان حقيقة۔

(۹۷) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ سونا اشرفی کو فروخت ہوا ہے جنکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہو گا اسلیے کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہین امام زفر اور ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ حقیقۃً

(۹۸) وان قيل له اي للشفيع ان المشتري فلان فسلم شفعته اما اكراما له او خوفا من شره فبان اي ظهر انه غيره فله الشفعة لما ذكرنا ولو ظهر ان المشتري هو مع غيره كان له ان يأخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد في حقه۔

(۹۸) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کرکے یا اوسکے خوف سے شفعہ کو چھوڑ دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمرو نے خریدا ہے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ حاصل ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ عمرو کے حق مین ترک شفعہ نہین پایا گیا۔

* * * * *

(۹۹) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل۔

(۹۹) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان کل مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا تو اسے کل مکان مین شفعہ کا استحقاق ہو

(۱۰۰) وان باعها ای وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فی جانب الشفیع فلا شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم یوجد الاتصال بالمبیع وکذا لو وهب هذا القدر للمشتری لعدم الالتزاق وهذه حیلة لاسقاط الشفعة۔

(۱۰۰) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کردے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنیٰ کر لے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اسیطرح اگر بائع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کردی تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہیں رہتا۔

* * * * *

(۱۰۱) وان ابتاع ای وان اشتری منها ای من الدار سهما بثمن معین ثم ابتاع ای اشتری بقیتها ای بقیة الدار فالشفعة تثبت للجار فی السهم الاول فقط لان الشفیع جار والمشتری شریک فی الباقی فیقدم علیه۔

(۱۰۱) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ میں جار کو شفعہ ہوگا اور باقی میں نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

* * * * *

* * * * *

(۱۰۲) ولو اراد الحیله اشتری السهم الاول بجمیع الثمن الا درهما والباقی بدرهم فلا یرغب الجار فی اخذ السهم الاول لکثرة الثمن لاسیما اذا کان السهم الاول جزء قلیلا کالعشر مثلا او اقل۔

(۱۰۲) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کرکے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خرید لے کہ اسوقت میں کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصاً جبکہ بہت کم مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ ہو۔

* * * * *

(۱۰۳) وان ابتاعها ای وان اشتری الدار بثمن ثم دفع الی البائع ثوبا عنه ای عن الثمن فالشفعة تجب للشفیع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(۱۰۳) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بائع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے پڑینگے اور کپڑا دیکر نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے وہ کپڑا

عوض عما فی ذمة المشتری فیکون
البائع مشتریا للثوب بعقد اخر
غیر العقد الاول۔

سو روپیہ کے بدلے دیا ہو مکان کے بدلے اپنا [illegible] یا اور یہ
سا دلہ گویا دوسری بیع ہے۔

* * * * *

١٠٤، ولا تکره الحیلة لاسقاط الشفعة
واسقاط الزکوة عند ابی یوسف وعند
محمد تکره لانها وجبت لدفع
الضرر وهو واجب والحاق الضرر
به حرام وبه قال الشافعی و
لابی یوسف انه یحتال لدفع الضرر
عن نفسه والحیلة لذلک مشروعة
وان کان غیره یتضرر فی ضمنه
وهو روایة عن ابی حنیفة ثم قیل
هذا الاختلاف بینهما قبل الوجوب
واما بعده فلا یکره بالاجماع۔

(١٠٤) اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا
ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہے اور امام محمد رح کے
نزدیک برا ہو اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہو
اور وہ ضروری چیز ہو اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا
حرام ہو۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہو ابو یوسف رح کی
دلیل یہ ہو کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے
حیلہ کیا جاتا ہو اور اسیلئے حیلہ کرنا روا ہو اگرچہ دوسرے کا بھی
اوسکے ضمن میں ضرر لازم آئے اور ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت
یہی ہے مگر بعض کا قول ہو کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے
مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہی اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق
حیلہ کرنا برا ہے۔

١٠٥، وقیل لا تکره الحیلة بمنع وجوب
الشفعة بالاجماع وانما الخلاف فی
فصل الزکوة والمختار عندی ان لا
تکره فی الشفعة دون الزکوة۔

(١٠٥) بعض کا قول ہو کہ بالاتفاق شفعہ ثابت ہونے
کے لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہو بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے
کرنے میں اختلاف ہو مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول
شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہوا
سکے لیے حیلہ کرنا برا ہو۔

١٠٦، واخذ حظ البعض یتعدد بتعدد المشتری
لا بتعدد البائع صورته ان
المشتری اذا تعدد بان اشتری
جماعة عقارا والبائع واحد یتعدد
الاخذ بالشفعة بتعددهم حتی
ان للشفیع ان یاخذ نصیب
بعضهم ویترک الباقی وان تعدد

(١٠٦) اگر چند لوگوں نے ایک شخص سے
تو شفیع کو اس بات کا بھی ہو
اور باقی مکان کو چھوڑ د
ایک شخص کو بیکا
بعض خریدے تو شفیع

البائع ثلاثة باع جماعة عقاراً مشتركاً بينهم والمشتري واحد لا يتعدد الأخذ بالشفعة بتعددهم حتى لا يكون للشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم دون بعض والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده على الصحيح۔

کہ اس صورت میں بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمیں مشتری کا بہت ضرر ہے اور پہلی صورت میں یہ شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتوں کا حکم قبل از قبضۂ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣

(١٠٧) وان اشترى رجل نصف دار غير مقسوم وقاسم المشتري البائع اخذ الشفيع حظ المشتري اي نصيبه الذي حصل له بقسمته وليس له نقض القسمة سواء كانت بحكم ... لانها من تمام القبض للانتفاع۔ يعني المبادلة تصرفاته فيها افراز ... الحبر

(١٠٧) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور مشتری نے بائع سے اسکو تقسیم کر لیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملا ہے اور اس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسلئے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلئے کہ بغیر تقسیم کیے انتفاع کامل نہیں ہو سکتا۔

(١٠٨) صورت مذکورہ بالا میں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہے اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہے لہذا اسکی تقسیم کو بھی باطل کر سکتا ہے مگر اسکا یہ جواب ہے کہ تقسیم کے اندر ایک طرح سے علاحدگی کے معنے پائے جاتے ہیں اسیواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو اس پر مجبور کر سکتا ہے اور ایک طرح سے مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہیں

رویة فبالنظر الی هذ ایملك وبالنظر
الی ذلك لا یملك فلا یملك بالشك
ثم اذا لم یکن له نقض قسمته
كان له ان یاخذ نصیب المشتری
فی ای جانب كان وعن ابی حنیفة
انما یاخذه اذا وقع فی جانب
الدار التی یشفع بها لانه لم یبق
جارا فیما یقع فی الجانب الاخر۔
(۱۰۹) وللعبد المدیون الاخذ
بالشفعة من سیده صورته
رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون
له فی التجارة وعلیه دین یحیط بماله
ورقبته فللعبد ان یاخذ الدار
بالشفعة لانه كالاجنبی عنه حینئذ
(۱۱۰) كعكسه ای كعكس الحكم
المذكور وهو ما اذا كان العبد هو
البائع فلمولاه الشفعة لما ذكرنا
بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین و
العبد بائع لان بیعه لمولاه ولا شفعة
لمن بیع له علی ما مر بخلاف ما اذا اشتری
لانه ابتیع له وقد مر ان من ابتاع
او ابتیع له لا تبطل شفعته۔
(۱۱۱) وصح تسلیم الشفعة من الاب
والوصی والوكیل عندهما وقال محمد
لا یجوز والصبی علی شفعته ا

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہین شلاً عیب کی
وجہ سے واپس کرنے کا اختیار یا رویت وغیرہ پس بلحاظ مبادلہ
کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیے۔ اور بلحاظ افراز کی
کے اختیار نہونا چاہیے پس بسبب شک ہو جانے کے اوسکو
اختیار نہوگا۔ اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا
تو جسطرف مشتری کے حصہ مین نصف مکان آیا ہو شفیع اوسکو
لے سکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اس صورت مین مشتری کے
حصہ کو شفیع اُسوقت لے سکتا ہی کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب
(۱۰۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اُسکا
ایک غلام ہی جسکو اُسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہی اور
یہ غلام اسقدر قرضدار ہی کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرضہ کے
اندر مستغرق ہی تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو
لے سکتا ہی اسلیے کہ ایسے وقت مین اوس غلام کو اجنبی کا
حکم ہے۔
(۱۱۰) اگر صورت مذکورہ بالا کے برعکس صورت ؟
یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے مالک
ثابت ہوگا اسیواسطے کر وہ اجنبی کے حکم مین ہی
کہ غلام پر کسی کا قرض تھا اور وہ مکان فروخت
مالک کیطرف سے ہوگی اسلیے مالک کا شفعہ
خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا
جاے اوسکا شفعہ مکان ۔۔۔
(۱۱۱) اگر
وکیل شفعہ

ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو

والموکل کذلک اذا بلغه الخبر لانه
حق ثابت لهما او لمالکان ابطاله وبه
قال زفر و لهما ان هذه فی معنی المبادلة
وهما یملکانها۔
(۱۲۱) وعلی هذا الخلاف بطلان الشفعة
بسکوت الاب والوصی عند العلم بالشراء
وهذا اذا بیعت بمثل قیمتها۔
وان بیعت باکثر من قیمتها بما لا
یتغابن الناس فی مثله قیل جاز التسلیم بالاجماع
لان النظر متعین فیه وقیل لا یصح
التسلیم بالاجماع وهو الاصح لانه لا یملک
الاخذ فلا یملک التسلیم کالاجنبی وان بیعت
من قیمتها بمحاباة کثیرة فعن ابی حنیفة
تسلیم الاب والوصی ولا روایة
عن محمد والمراد بالوکیل هنا
طلب الشفعة واما الوکیل
بالشراء اذا سلم الشفعة صح بالاجماع
وسکوته اعراض بالاجماع۔
(۱۳) انما یصح تسلیم الوکیل اذا کان
عند القاضی وعند ابی یوسف
یصح مطلقا وعند محمد وزفر
لا یصح اصلا
...

اختیار ہی اسلیے کہ اس نابالغ اور موکل کو شفعہ کا حق ثابت ہوا ہے اور
باپ اور وصی یا وکیل اوسکو باطل نہیں کرسکتا اور زفر رح کا بھی یہی
قول ہے اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ ترک شفعہ بیع کے معنی میں
ہین اور وصی وغیرہ کو اوسکا اختیار ہوتا ہے۔
(۱۲۱) اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی کو بیع کا علم ہوا اور
یہ سکوت کرلین تو بطلان شفعہ میں وہی اختلاف ہے جو سابق
او پر بیان ہوا اگر یہ اختلاف اوس وقت ہے کہ وہ مکان بیع ولی قیمت پر فروخت
ہوا اور اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ لوگ اتنا نقصان
نہیں اوٹھا سکتے تو بعض کا قول ہے بالاتفاق شفعہ باطل ہو جاتا ہے اسلیے
کہ اوسمین نابالغ کی خیرخواہی ہے اور بعض کہتے ہین بالاتفاق نابالغ
کا شفعہ قائم رہتا ہے اور یہی قول صحیح ہے اسلیے کہ جب باپ وغیرہ کو
لینے کا اختیار نہیں ہے تو ترک کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے بلکہ اونکو
اجنبی کا حکم ہے اور اگر وہ مکان بہت رعایت کرکے نہایت کم قیمت پر فروخت
ہوا تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ باپ اور وصی کا ترک شفعہ کرنا صحیح ہوگا اور ابو یوسف رح
اوسمین کوئی روایت نہین ہے۔ اور وکیل سے یہان وہ شخص مراد ہے جسکو طلب شفعہ
کے لیے وکیل کیا گیا ہو اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہے تو بالاتفاق
اوسکا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہے اور نیز اوسکا سکوت کرنا بالاتفاق
اعراض ہے۔
(۱۳) ابو حنیفہ رح کے نزدیک وکیل بالشفعہ کا شفعہ کو ترک
کرنا قاضی کے روبرو صحیح ہوتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقا صحیح
ہو جاتا ہے خواہ قاضی کے روبرو ہو یا نہو اور محمد اور زفر رح کے نزدیک
اسیطرح اوسکا شفعہ کو ترک کرنا صحیح نہین ہے اور اگر یہ وکیل بات کا
اقرار کرے کہ میرے موکل نے شفعہ کو صبر کر دیا ہے تو صاحبین رح کے نزدیک
اقرار صحیح ہے لیکن بشرطیکہ قاضی کے روبرو ہو ورنہ صحیح نہوگا اگرچہ

[illegible]